کربلا سے کربلا تک

مولانا ریاض حسین جعفری فاضل قم



ادارہ منہاج الصالحین لاہور

رحمت اللہ بک ایجنسی
کاغذی بازار میٹھادر کراچی ۷۴۰۰۰
فون: 440803-2431577

کربلا سے کربلا تک

تصنیف

حجۃ الاسلام مولانا ریاض حسین جعفری فاضلِ قم

ناشر

ادارہ منہاج الصالحین (رجسٹرڈ)

جناح ٹاؤن' ٹھوکر نیاز بیگ' لاہور- فون: 5425372

نام کتاب : کربلا سے کربلا تک

مصنف : مولانا ریاض حسین جعفری فاضل قم

ایڈیشن چوتھا

پروف ریڈنگ : غلام حیدر

کمپوزر : حیدر زیدی

کمپوزنگ : ادارہ منہاج الصالحین

ہدیہ : 135 روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین (رجسٹرڈ)

الحمد مارکیٹ' فرسٹ فلور' دکان نمبر 20' غزنی سٹریٹ' اُردو بازار

لاہور۔ فون: 7225252

فہرست

***

حرفِ اول

سوانح کربلا کی ہمہ گیری سے کون انکار کرسکتا ہے؟ بظاہر یہ چند افراد پر مشتمل چھوٹی سی اللہ والی جماعت کی شہادت کا رنگین واقعہ ہے۔ مگر اپنی انفرادیت کے اعتبار سے تاریخ عالم کا وہ روشن ترین باب ہے جس کی تابانیاں تاابدالآباد قائم رہیں گی۔

اس واقعہ کی ہمہ گیر وسعتوں کا اندازہ آپ اس طرح بھی لگا سکتے ہیں کہ تیرہ صدیوں کا طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بھی اس کی اثر آفرینیوں میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں آسکی۔ دُنیا بھر کی مختلف زبانوں میں اس موضوع پر ہزاروں کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور دنیا کا شاید ہی کوئی ایسا آدمی ہو جو اس دردناک واقعہ سے واقف نہ ہو۔

میری اپنی معلومات کے مطابق تاریخِ عالم کے اس درخشندہ باب کا کوئی ایسا گوشہ نہیں جسے اجاگر نہ کیا گیا ہو اور کوئی ایسا پہلو نہیں جو نمایاں نہ کیا جا چکا ہو۔

نظم ہو یا نثر، شہادتِ حسینؑ بصد انداز قرطاسِ عالم پر بہر نوع مرقوم نظر آتی ہے۔ اس اعترافِ حقیقت کے بعد مجھے اب یہ بتانا ہے کہ اس موضوع پر لاتعداد کتب موجود ہیں تو میں نے یہ کتاب کیوں لکھی؟ اس کی کئی ایک وجوہات ہیں:

اول: یہ کہ باوجود اپنی کم ہمتی اور بے سروسامانی کے خریدارانِ یوسفؑ میں اپنا نام لکھوانے کی تمنا تھی۔

دوم: یہ کہ یہ شہادتِ حسینؑ کی ہمہ گیر اثر انگیزی ہے کہ یہ واقعہ ہر دور میں لکھنے والوں کی توجہ کا مرکز بنا رہے گا۔ اگر مجھ سے پہلے ہزاروں کتابیں لکھی جا چکی ہیں تو میرے بعد بھی ہزاروں کتابیں لکھی جائیں گی۔ اس عظیم ترین داستان الم میں ایسی

زبردست کشش اور مقناطیسی اثرات ہیں کہ قلم خود بخود اس کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں۔

سوم وجہ اس کتاب کو لکھنے کی یہ ہے کہ ہمارے ملک میں چند ایسے عناصر پیدا ہو چکے ہیں جو اس خونچکاں داستان کی سرخی اڑا لینے کی فکر میں ہیں...... حالانکہ وہ قیامت تک ایسا نہیں کر سکتے۔

حسینؑ ابن علیؑ کی شہادت ''نقش فی الحجر'' کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسے مٹایا نہیں جا سکتا۔ حسینؑ کی عظمت و محبّت اور مؤدت و عقیدت پھولوں کی خوشبو کی طرح مومنوں کے دلوں میں رچ بس گئی ہے اس کو نکالا نہیں جا سکتا......؟؟

حسینؑ کے خون کی سرخی تو فضاؤں میں شفق بن کر بکھری ہوئی ہے اسے کس طرح مٹایا جا سکتا ہے؟ جس حسینؑ کی عظمت و سربلندی کے نقوش یزیدیوں کی تلوار نہ مٹا سکی۔ اس حسینؑ کی سرفرازیوں کی داستان کو یزیدیوں کے قلم کس طرح تبدیل کر سکتے ہیں......؟؟ جس مقام پر یزید کی عسکری قوت ناکام رہی ہے اس مقام پر یزید کے میر منشیوں کی سیاست بھی ناکام رہے گی۔

شہادتِ حسینؑ تو ایک معیار ہے۔ ایسا معیار جس کو سامنے رکھ کر حق و باطل اور کفر و ایمان کا امتیاز کیا جا سکے۔ ایک ترازو ہے جس میں بغض و عداوت اور محبت و مؤدت کا وزن کیا جا سکے۔

بہر صورت بندہ ناچیز نے طرفین کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو دل کے کسی گوشہ سے عشق حسینؑ نے کروٹ لی۔ تفاسیر و احادیث‘ تاریخ اور سیرت کی عبارتوں پر مشتمل کتاب ''کربلا سے کربلا تک'' کا خاکہ تیار ہو گیا‘ ضخامت کا اندازہ لگایا تو پانچ سو صفحات بنتے تھے لیکن اس کے فوراً بعد ہی یہ مرحلہ سامنے آ گیا کہ طبع کیسے ہو......؟؟

اس مہنگائی کے دور میں کتاب کی اشاعت کرنا مشکل ترین کام ہے۔ اور ہمارے آج کل کے مومنین کرام میں سے اکثر کتب کی اشاعت میں حصہ لینا تو حرام سمجھتے ہیں بلکہ ان کی خواہش ہوتی ہے کہ مولانا خود ہی لکھ چھپوا کر مفت میں ہمیں پارسل کر دیں تاکہ

اگر طبیعت عالیہ نے نہ چاہا تو دکھ تو نہ ہو کیونکہ قیمت تو لگی نہیں......؟؟

لیکن اس ماڈرن دور میں بھی کچھ ایسے مقدس لوگ ہیں جن کو آج بھی نینوا کی سرزمین سے ھل من ناصر کی صدا سنائی دیتی ہے اور وہ چھپ کر مذہبِ حقہ کی اشاعت میں مصروف ہیں۔ ان میں سے ایک شیخ الحاج اشرف نوناری صاحب ہیں جن کی دکان موالیانِ حیدرؑ کرار کے لیے ڈیرہ کا کام دیتی ہے اور علمائے کرام کا شریعت کدہ نظر آتی ہے اور وہ بغیر کسی دنیوی لالچ اور جاہ و جلال اور رعب و تمکنت کے دین اسلام کی سربلندی کے لیے شبانہ روز مشغول بہ عمل ہیں۔ سچ پوچھیں تو مجھے شیخ برادری میں ایک ایسا عظیم انسان نظر آتا ہے کہ جس کا دل کسی غریب مومن کے لیے پریشان ہو جاتا ہے۔انہوں نے مذہب حقہ کی تبلیغ کو اپنا مقصدِ حیات بنا رکھا ہے۔ پروردگار ان کو تادیر سلامت رکھے۔ آمین!

اور اگر ہم السید محمد افضال حیدر بخاری صاحب کا شکریہ ادا نہ کریں تو ظلمِ عظیم ہوگا جنہوں نے ادارہ کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کیا ہے۔ ہم بارگاہِ امامؑ زمانہ میں ہر دو کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو مصائب و آلام سے محفوظ رکھے۔

ہاں اس کتاب کو سوالاً و جواباً لکھنے کی ضرورت محسوس کیوں کی......؟؟

اس کتاب کو سوالاً و جواباً لکھنے کی ضرورت اس لیے محسوس کی گئی کہ اس مصروف ترین دور میں کسی کے پاس وقت نہیں ہے کہ وہ بڑی سے بڑی کتابیں پڑھ سکیں۔ لیکن اس کے باوجود محبانِ اہل بیتؑ کے دلوں میں ایک حسرت موجود رہتی ہے کہ ہم آئمہ طاہرینؑ کے حالاتِ زندگی سے وقف ہو سکیں۔

اور مجھے کئی دفعہ مجالسِ عزا میں یا محرم الحرام میں مومنین سے واسطہ پڑا تو مومنین نے کئی بار ایسے سوال کیے کہ مولانا یزید کے کتنے بیٹے تھے؟ کربلا میں کتنے ہاشمی شہید ہوئے اور ان کے نام کیا کیا تھے' کربلا کے شہدا کے نام کیا ہیں۔ امام حسینؑ کی بیویاں کتنی تھیں اور ان کے نام کیا تھے وغیرہ وغیرہ۔

لہٰذا میں نے مدینہ سے لے کر مدینہ تک مکمل اسیرانِ اہل بیتؑ کے حالات درج کیے ہیں۔ وہ حالات جو کئی کئی کتابوں کے مطالعہ کے بعد قاری کو حاصل ہوتے ہیں وہ میں نے ایک سوال میں ہی درج کر دیئے ہیں۔

مومنین دعا فرمائیں کہ بقیہ کتاب کی جلد دوئم اور سوئم کی طباعت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ بحق محمدؐ و آل محمدؐ میری امداد و استعانت فرمائے اور حفاظت حق کے لیے نواسۂ رسول کی رگوں میں مچل جانے والے خون کے صدقہ سے میری اس نذر کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

جب اس صحیفہ درد کو پڑھتے ہوئے آپ کی آنکھیں وضو کر رہی ہوں تو مجھے بھی اس عبادت میں شریک کر لینا۔ بے شک اس کتاب کا style ایک شوقیہ اور تفریحاً ہے لیکن آپ آنکھوں کی آہوں میں اس کو پڑھیں گے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے صدقہ سے محبتِ حسینؑ اور مودت اہل بیتؑ مصطفیٰؐ نصیب فرمائے اور یزیدیوں کے شر سے مسلمانوں اور مومنین کرام کے ایمان کو محفوظ فرمائے۔

قارئین کرام کی خدمت میں آخری استدعا یہ ہے کہ جب کتاب کو آپ ختم فرمائیں تو میرے استاد محترم ابوذر زمان حضرت علامہ سید صفدر حسین نجفی اعلی اللہ مقامہ کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو منور فرما کر جنت کا باغ بنا دے۔

آپ میرے استاد کے لیے دعا کریں میں آپ کے تمام فوت شدگان کے لیے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انھیں قیامت کے دن پرچمِ حسینؑ کا سایہ نصیب فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔

آمین بجاہ سید الشہداء

دعا گو!

مولانا ریاض حسین جعفری فاضل قم

بحرِ نبوت کے دو موتی

باغ رسالت کے دو پھول

نانا ہوں سید الانبیاءؐ، نانی ہوں (خدیجۃ الکبریٰؑ)' باپ ہوں سید الاولیاءؑ، ماں ہو سیدۃ النساءؑ تو بیٹے پیدا ہوتے ہیں سید شباب اهل الجنة ۔ نبیؐ کا نور' علیؑ کا خون اور فاطمہ کا دودھ ایک جگہ مل جائے تو بنتے ہیں حسنؑ و حسینؑ ۔ آیت کریمہ ''مرج البحرین'' کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ان دونوں دریاؤں سے مراد علیؑ اور فاطمہؑ ہیں اور ان دو دریاؤں سے جو موتی مونگا پیدا ہوتے ہیں وہ حسنؑ و حسینؑ ہیں۔

۱ – (مرج البحرين يلتقيان) قال عليٌّ و فاطمةٌ (برزخ لا يبغيان) صلى الله عليه وآله وسلم (يخرج منهما اللولوء والمرجان) قال الحسن والحسين

''دو دریا علیؑ و فاطمہؑ ہیں برزخ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور موتی حسنؑ و حسینؑ ہیں''۔

۲ – اى بحر نبوت من فاطمةٌ وبحر الفتوة من عليٌّ بينهما حاجزا من تقوى فلا تغى فاطمته على على ولا يبغى على على فاطمة (يخرج منهما اللولوء والمرجان) هو الحسن والحسين

''بحر نبوت فاطمہؑ، بحر فتوت علیؑ اور درمیان میں برزخ یا حجاب

تقویٰ ان سے جو موتی اور مرجان پیدا ہوئے وہ حسنؑ و حسینؑ ہیں"۔

ان شہزادگان عالی وقار کے عزت و احترام اور عظمت و شان کا کون اندازہ کرسکتا ہے جن کی والدہ محترمہ کا نام فاطمۃ الزہراءؑ ہو جس کی شان بتول اور لقب خاتونِ جنت اور خاتونِ قیامت!

کون خاتون قیامت؟ جس کا لقب زہرا ہے۔ زہرا کلی کو بھی کہتے ہیں اور ضیاء کو بھی۔ رسول معظمؐ فرماتے تھے میری بیٹی سے جنت کی خوشبو آتی ہے۔ آپؐ جنت کی اس کلی کو سونگھا کرتے تھے۔

فكنت اذا اشتقت لوائحة الجنة شمت رقبت فاطمة

(نورالابصار، ص ۴۵)

يااهل الجمع غضوا ابصاركم عن فاطمة بنت محمد حتى تمر (اسد الغابہ ۲، ۵۲۳ خصائص کبریٰ، ص ۴۵)

کون خاتونِ قیامت! جس کی سواری میدانِ محشر میں آئے گی تو ندا دی جائے گی کہ اے اہل محشر! اپنی نگاہیں نیچی کرلو محمدؐ کی بیٹی کی سواری گزرنے والی ہے۔

کون خاتونِ قیامت! جس کی سواری ستر ہزار حوروں کے جھرمٹ میں پُل صراط سے ایسے گزر جائے گی جیسے بجلی کوند جاتی ہے۔

ثم فاطمة بنت محمد مع سبعين الف جارية من الحور العين كمر البرق (خصائص کبریٰ ۲/۲۲۵)

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اول من يقرع باب الجنة واول من يدخلها وبعده ابنته فاطمة

(خصائص کبریٰ ۲/۲۲۵)

کون خاتونِ قیامت! جو اپنے باپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے پہلے جنت میں تشریف لے جائیں گی۔

کون خاتونِ قیامت! جو جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں۔

فاطمہ سیدۃ النساء اہل الجنۃ

کون خاتونِ قیامت! جن کے اپنے اور شوہر کے مسکرانے سے جنت ایسے روشن ہو جائے گی جیسے آفتاب طلوع ہو جاتا ہے۔

بینھما اھل الجنۃ اذ سطح لھم نورا فظنوا شمسا - فیقول رضوان ھذہ فاطمۃٌ وعلیٌ فضحکا اشرقت الجنان من نور ضحکھما

ان فاطمۃ اخصنت فرجھا فحرم اللّٰہ ذریتھا علی النار (المستدرک ۳/۱۵۲)

کون خاتونِ قیامت! جس کی اولاد پر خدا تعالیٰ نے جہنم حرام فرمادی ہے۔

کون خاتونِ قیامت! جس کے حب داروں کو جنت کے ٹکٹ عطا کیے جائیں گے۔ آپ کی شادی کے وقت رضوان نے طوبیٰ کو ہلایا تو محبانِ اہل بیتؑ کی تعداد کے مطابق پتے گرے۔ رقاعا بعد و محبی اھل بیتی۔ اور وہی قیامت کے دن جنت کے ٹکٹ بن جائیں گے۔

فاذا ستوت القیامۃ باھلھا فارت الملائکۃ فی الخلق فلا یبقی لحب لاھل البیت الا دفعت لہ صکافیہ فکالہ من النار (صواعق محرقہ ص ۱۷۱ نزہۃ المجالس ۲/۲۲۶)

کون خاتونِ جنت! جو جنت الفردوس میں مع اپنے شوہر اور اولاد کے اسی

مقام اور اسی محل میں قیام فرمائیں گی جہاں ان کے ابا جان ہوں گے۔

۱ - ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخذبید حسنؑ و حسینؑ فقال من احبنی واحب ھذین واباھما وامھما کان معی فی درجۃ یوم القیامۃ

(مسند احمد ۲/۲۶ صواعق محرقہ، ص ۱۵۱)

۲ - انی دایاك وھذین وھذا الراقد فی مکان واحد یوم القیامۃ (مسند احمد ۲/۸۲)

۳ - آنحضرت بافاطمہ خطاب کرد۔ من تو وعلی وحسن وحسین در یک مقام ومکان خواہیم بود (اشعۃ المعات ۴/۶۸۴)

کون خاتونِ قیامت! جسے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانی حور فرمایا ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ان ابنتی فاطمۃ حورا دمیتہ لم تحض ولم تطمث

کون خاتونِ قیامت! جس کا لقب بتولؑ ہے اور بتول اس کو کہتے ہیں جس نے عورتوں کے کسی مرض کو نہ دیکھا ہو۔ جو حیض و نفاس کی آلودگیوں سے منزہ اور پاک ہو۔ طیبہ اور طاہرہ ہو۔

البتول التی لم ترم قط ای لم تحض - عن اسماء قال قبلت فاطمۃ بالحسن فلم ارلھما دما - فقالت یارسول اللّٰہ لم ار الفاطمۃ وما فی حیض والانفاس - فقال محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم اما علمت ان ابنتی طاھرہ مطھرہ (نور الابصار، ص ۱۱۹)

کون خاتونِ قیامت! جو نور سے پیدا ہوئی اور جس نے پیدا بھی نور ہی کیا۔

تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
(اعلیٰ حضرت بریلوی)

کون خاتون قیامت! جس کا نام اقدس فاطمہؓ ہے اور فاطمہؓ اس کو کہتے ہیں جونجات دلانے والی ہو اور جو جہنم سے اپنے غلاموں کو آزاد کرنے والی ہو۔

وفاطمة كما قال ابن دريد - مشتقة من الفطم وهو القطع سميت بذالك لان الله تعالٰى فطمها عن النار واخرج الديلمى مرفوعًا - انها سميت فاطمة لان فطمها ومحبيها عن النار (صواعق محرقہ ۱۸۸ نور الابصار ۴۵)

کون خاتونِ قیامت! جس کے پردے کا احترام کرتے ہوئے ملک الموت ان کی روح قبض کرنے پر راضی نہ ہوا اور پھر خود اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے ان کی روح قبض فرمائی۔

لم نزل عليها الموت لم ترضٰى بقبضة فقبض الله روحها (روح البیان ۵ ص ۲۲۷)

اس بتول جگر پارہ مصطفیٰ ، حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ ومہر نے اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
آبِ تطہیر میں جس کے پودے جمے اس ریاض نجابت پہ لاکھوں سلام
سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ
جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

کون خاتونِ قیامت! جس کے حضور میں علامہ اقبال عقیدت کے پھول اس طرح پیش کرتے ہیں:

مریم از یک نسبتے عیسیٰ عزیز
از سہ نسبت حضرت زہراؑ عزیز
نورِ چشم رحمۃ للعالمینؐ
آں امام اولین و آخرین
بانوے آں تاجدار ھل اتی
مرتضیٰ ، مشکل کشا ، شیرِ خدا
مادر آں مرکز پرکار عشق
مادر آں قافلہ سالار عشق

کون خاتونِ قیامت! جس نے اپنی ردائے مبارک فروخت کر کے سائل کا سوال پورا کر دیا۔ جو چکی بھی پیس رہی ہوتی اور تلاوت بھی فرما رہی ہوتی۔ حوریں اور ملائکہ جس کے فرمان کے منتظر تھے مگر اس نے اپنی رضا کو رضائے شوہر میں گم کر دیا تھا۔ کون خاتونِ قیامت! جو نماز پڑھتی تو آنکھوں سے اشک جاری ہوتے۔ کون خاتونِ قیامت! جس کے آنسوؤں کو جبریل موتیوں کی طرح چن کر شبنم کی طرح عرش بریں پر بکھیر دیتا تھا۔

بہر محتاجے دلش آں گونہ سوخت
با یہودے چادرے خود را فروخت
نوری وہم آتشی فرماں برش
گم رضائش در رضائے شوہرش
آں ادب پروردہ صبر و رضا
آسیاء گردان و لب قرآن سرا
گریہ ہائی او زبالیں بے نیاز
گوہر افشاندے بد امان نماز

اشک او برچید جبریل از زمین
ہمچو شبنم ریخت بر عرش بریں

اس کے بعد اقبال کہتے ہیں کہ پاؤں میں قانونِ خداوندی کی زنجیر ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کا پاس ہے ورنہ میں سیدہ فاطمۃ الزہراءؑ خاتونِ قیامت کے مزارِ اقدس کا طواف کرتا اور آپ کی قبر انور پر سجدے کرتا۔

رشتہ آئین حق زنجیر پا است
پاس فرمان جناب مصطفیٰؐ است
ورنہ گردے تربتش گردیدمے
سجدہ ہا بر خاک او پاشیدمے

کون خاتونِ قیامت! جس کے نقش قدم پر چل کر ہی عورت عورت بن سکتی ہے۔ جس کے اسوہ حسنہ کو مشعل راہ بنا کر ہی مسلمان عورتیں اپنا صحیح مقام حاصل کرسکتی ہیں جس کی سیرت سے سبق حاصل کر کے ہی مسلمان مائیں مجاہد پیدا کرسکتی ہیں۔ اس لیے کہ بیٹوں کی سیرت ماں کی سیرت سے بنتی' ماں بے پردہ ہوتو اولاد بے حیا ہوتی ہے۔ ماں کا کردار بلند ہوتو اولاد کا کردار بلند ہوتا ہے۔ ماں نیک ہوتو اولاد نیک پیدا کرتی ہے۔ ماں فاطمہؑ ہوتو بیٹے حسنؑ وحسینؑ پیدا ہوتے ہیں۔

کون خاتونِ قیامت! اسلام کی بیٹی جب تک شہزادی اسلام ملکہ سلطنت و عفت وعصمت سیدہ فاطمۃ الزہراءؑ خاتون قیامت کی حیاتِ طیبہ وطاہرہ کو نشانِ منزل نہیں بنائے گی' منزل سے دُور ہوتی جائے گی۔ عورتوں کی رہبر و رہنما ہے تو خاتونِ قیامت' پیکر شرم وحیا ہے تو خاتونِ قیامت' پیکر عفت وعصمت ہے تو خاتونِ قیامت۔

کون خاتونِ قیامت! جو زہرا بھی اور زاہرا بھی' طیبہ بھی ہے اور طاہرہ بھی۔ نیرہ بھی ہے اور منورہ بھی' منیرہ بھی ہی اور مطہرہ بھی' عتیقہ بھی ہے اور صدیقہ بھی' عفیفہ بھی ہے اور مغیفہ بھی' عالمہ بھی ہے اور فاضلہ بھی' عابدہ بھی ہے اور زاہدہ بھی' ساجدہ

بھی ہے اور راکعہ بھی' کاملہ بھی ہے اور اکملہ بھی' عقیلہ بھی ہے اور عاقلہ بھی' آمینہ بھی ہے اور آمنہ بھی' صابرہ بھی ہے اور شاکرہ بھی' ناصرہ بھی ہے اور منصورہ بھی' سعیدہ بھی ہے اور صادقہ بھی' راحمہ بھی ہے اور راشدہ بھی۔

ہاں ہاں وہی کون خاتونِ قیامت! جو معصومہ بھی ہے اور مخدومہ بھی' جو صائمہ بھی ہے اور عاصمہ بھی' شفیقہ بھی ہے اور مشفقہ بھی' عظیمہ بھی ہے اور اعظمہ بھی' محسنہ بھی ہے اور اکرمہ بھی' محترمہ بھی ہے اور مکرمہ بھی' عاملہ بھی ہے اور معلّمہ بھی' راضیہ بھی ہے اور مرضیہ بھی' ہاشمیہ بھی ہے اور قرشیہ بھی' وسیلہ بھی ہے اور کفیلہ بھی' ناصحہ بھی ہے اور قاسمہ بھی۔

کون خاتونِ قیامت! جس کی تعریف کا حق نہ کوئی ادا کر سکا ہے اور نہ ہی قیامت تک کوئی ادا کر سکتا ہے۔

رنگ بہار باغ رسالت ہیں فاطمہؑ
سرچشمہ ریاض ولائت ہیں فاطمہؑ
امید گاہ حشر و قیامت ہیں فاطمہؑ
دنیا میں وجہِ آیت رحمت ہیں فاطمہؑ
روح روان پنجتن و جان مصطفیٰؐ
آلِ عبا کی دوسری آیت ہیں فاطمہؑ
معصومیت پہ جن کی ہے حور و ملک کو ناز
نقد و متاع عہد نبوت ہیں فاطمہؑ

پہلا پھول کھلتا ہے

اس شہزادی ملک عفت و عصمت سیدہ فاطمۃ الزہراء کے گلشن تطہیر میں پہلا پھول کھلتا ہے۔ رمضان المبارک کی ۱۵ تاریخ اور ہجرت کا تیسرا سال ہے۔ جبریل

علیہ السلام دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے' سلام عرض کیا۔ خداوند قدوس کی طرف سے مبارکباد پیش کی اور ایک ریشم کا منقش ٹکڑا آپ کے سامنے پیش کیا۔

جنت کے اس کپڑے پر ایک تصویر تھی نہایت خوبصورت بچے کی تصویر۔ ایسی پیاری تصویر جسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن کی اپنی تصویر ہو۔ آپ تصویر دیکھنے میں محو تھے اور جبریل عرض کر رہے تھے۔ جن کی یہ تصویر ہے وہ بنتِ رسولؐ کی گود میں تشریف لا چکے ہیں۔ گلستان زہراؑ میں پہلا گلِ قدس کھل چکا ہے۔ خداوند قدوس نے ان کا نام بھی تجویز فرما دیا ہے۔ حضرت ہارونؑ کے بیٹے کے نام پر' ان کے بیٹوں کے نام شبر وشبیر تھے ان کا نام شبر ہے۔ اس کے معنی حسین بھی ہوتے ہیں۔ تاجدار دو عالم نے یہ بشارت سنی تو آپؐ بے حد خوش ہوئے۔ آپ کے لبوں پر مسکراہٹ کھلنے لگی۔ روحِ کائنات مسکرائی تو کائنات وجد میں آ گئی۔ کونین میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ جنت میں خوشیوں کے چشمے اُبلنے لگے۔ حوریں ایک دوسری کو مبارک باد دینے لگیں۔ تمام عالم کیف وسرور میں ڈوب گیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے مدینہ منورہ کی گلی گلی جگمگا اُٹھی ہو۔ کوچہ کوچہ تبسم ریز ہو گیا اور ہر مکان مسکرا رہا ہو۔

اسی عالم وجد وکیف میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی کے گھر تشریف لے گئے۔ جا کے دیکھا تو حجرۂ بتولؑ میں ایک ننھا سا چاند طلوع ہو چکا ہے۔ امام الانبیاء کی اپنی تصویر' وہی نقش ونگار' وہی ناک نقشہ' وہی مطلع الفجر پیشانی' وہی والضحیٰ رخسار' وہی مازاغ نرگسی آنکھیں' وہی حسن ورعنائی' وہی نور ونگہت' وہی نزہت ولطافت۔ جناب آمنہ ہوتیں تو انھیں حضورؐ کی تشریف آوری کا وقت یاد آ جاتا۔

آمنہؑ کے چاند نے فاطمہؑ کے چاند کو گود میں اُٹھا لیا۔ دونوں چاند مسکرا رہے تھے۔ دونوں کی نگاہیں ملی تھیں۔ فاطمہؑ کا چاند بار بار منہ کھول رہا ہے جیسے نانا جان سے کچھ مانگ رہا ہو۔ امام الانبیاء نے نواسہ کے کان میں اذان وتکبیر کی آواز پہنچائی۔ حسنؑ نام تجویز فرمایا اور بیٹی کی گود میں دے دیا۔ سات روز بعد عقیقہ کیا'

سر کے بال اُتروائے اوران کے ساتھ چاندی وزن کر کے خیرات کر دی۔

دوسرا پھول کھلتا ہے

صبح کا وقت ہے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما ہیں۔ حضرت ام الفضل نہایت پریشانی کے عالم میں دربارِ رسالت میں آتی ہیں۔ آپؐ نے پریشانی کا سبب پوچھا۔

فقالت! یارسول اللّٰہ انی رایت سلما المنکر اللیة

عرض کیا یارسولؐ اللہ میں نے رات کو بڑا پریشان کن خواب دیکھا ہے۔

قال! ماھو

آپ نے فرمایا: بیان کرو۔

قالت انه شدیدا

عرض کیا: حضور بڑا شدید خواب ہے۔

قال! ما ھو؟

فرمایا: بیان تو کرو۔

قالت رایت کان قطعة من جسدك قطعت و وضعت فی حجری

عرض کیا: میں نے دیکھا کہ آپ کے جسم کو کاٹ کر ایک ٹکڑا علیحدہ کیا گیا ہے اور پھر وہ ٹکڑا میری جھولی میں آ گیا۔

فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم رایت خیرا ثلاه فاطمة انشاء اللّٰہ غلاما یکون فی حجرك –

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چچی جان آپ نے

بہت اچھا خواب دیکھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ میری بیٹی فاطمہؑ کے گھر لڑکا پیدا ہوگا اور تو اسے گود میں اٹھائے گی۔

فولدت فاطمة الحسين

اور پھر فاطمہؑ کی گود میں ۳ شعبان المعظم ہجری کے چوتھے سال حسینؑ آ گئے۔

مملکت شہادت کا تاجدار اور گلستانِ فاطمہؑ کا دوسرا پھول تاجدارِ مدینہ کے جسم کا ٹکڑا نانا جان نے شبیر اور حسین نام تجویز فرمایا۔ کان میں تکبیر و اذان کہی۔ حسینؑ کے منہ میں اپنا مبارک لعاب دہن ڈالا۔ ساتویں دن عقیقہ کیا۔ سر سے بال اُتروا کر چاندی وزن کی اور صدقہ دے دی۔

سیدہ فاطمۃ الزہراءؑ کے گھر میں دو چاند طلوع ہو چکے ہیں۔ گلشن میں دو پھول کھل چکے ہیں۔ چشمہ نبوت سے جاری ہونے والے دو دریاؤں کے دو درخشندہ موتی۔

سیرتِ حسینؑ کا خاکہ

سلطنت روحانیت کے شہریار امام حسینؑ کی سیرت طیبہ کو اگر تفصیل سے بیان کیا جائے تو ہزاروں صفحات بھی کم ہیں۔ اور اگر اجمالی طور پر چند جملوں میں بیان کرنا ہو تو یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ حسینؑ اپنے نانا کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ حسن و جمال مصطفائی کا روشن آئینہ تھے۔ سیرت مصطفیٰ کا مظہراتم تھے۔ آپؑ کا خلق خلق رسولؐ تھا۔ آپؑ کی سیرت سیرت رسولؐ تھی۔ آپؑ کا کردار کردارِ رسولؐ تھا۔ آپؑ کا چلنا پھرنا' اُٹھنا بیٹھنا' کھانا پینا' رہنا سہنا سب کا سب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عکس جمیل اور پرتو تامہ تھا۔ آپ گفتگو فرماتے تو یوں معلوم ہوتا امام الانبیاء کی آواز آ رہی ہے۔ آپ حجرہ بتول سے باہر آتے تو ایسا لگتا جیسے فاران کی چوٹیوں سے آ منہ

کا چاند طلوع ہو رہا ہے۔

آپ وہ آئینہ نور تھے جس میں جمالِ مصطفائی کا مکمل مشاہدہ کیا جا سکے۔ گفتار میں وہی حلاوت، وہی شیرینی، کردار میں وہی پختگی، وہی انوار، چہرے پر وہی نور اور وہی تقدس، رفتار میں وہی عظمت اور وہی وقار، سینے میں وہی خلوص کا موجزن بحر بے کنار، دل میں وہی جذبہ رحم و سخاوت، آنکھوں میں وہی سرمہ مازاغ کی چمک، رخساروں پر وہی تجلیات والضحیٰ، زلفوں میں وہی واللیل کی سیاہی، مانگ میں وہی والنجم کی تابانی۔

الغرض شہزادۂ کونین امام حسین علیہ السلام صورت میں نقشہ سید الثقلین تھے اور سیرت میں بھی آپ ہی کا جلوہ عین بعین تھے۔ اتباعِ رسولؐ کا پیکر دیکھنا ہو تو امام حسینؑ کو دیکھ لو۔ سنت مصطفےٰ کا پیکر دیکھنا ہو تو حسینؑ کو دیکھ لو۔ آپؑ جود و عطا اور خیر و سخا کے منبع تھے۔ یہ ناممکن بات ہے کہ سائل حسینؑ کے دروازے پر آ کر خالی چلا جائے۔ آپ کے خطبات و ارشادات میں وہ اثر آفرینی تھی کہ سامعین کے دل ہل جاتے اور آنکھیں اشکبار ہو جاتیں۔ حسینؑ تلاوت فرماتے تو یوں معلوم ہوتا جیسے کتاب مقدس کا نزول ہو رہا ہو۔ آپ کے جود و سخا، کرم و عطا، عبادت و ریاضت، اور علم و حلم کے چند واقعات ملاحظہ کریں۔

سائل نوازی:

آپ کے دربار میں ایک سائل حاضر ہوا۔ آپ کے پاس پانچ توڑے اشرفیاں تھیں۔ آپ نے ساری اشرفیاں اسے دے دیں۔

شاعر نوازی:

آپ کی خدمت میں ایک شاعر نے دو شعر لکھ کر بھیجے۔ چند لمحوں بعد اس نے دو شعر اور لکھ کر بھیج دیئے جن میں اہل بیتؑ کی سخاوت اور اپنی پریشانی کا اظہار کیا گیا تھا۔

آپ نے دس ہزار درہم عطا کر کے فرمایا کہ اگر تم جلدی نہ کرتے تو ہم اور بھی عطا کرتے۔

گلدستہ کی قیمت

آپؑ کی ایک کنیز نے آپؑ کو گلِ ریحان کا گلدستہ پیش کیا تو آپؑ نے اسے آزاد کر دیا۔ حضرت انسؓ نے کہا: یا امام! آپؑ نے ایک گلدستہ کے عوض میں کنیز کو آزاد فرما دیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اذا حییتم بتحیة فحیوا باحسن منها

جو تمہیں دعا دے تم بھی اُسے اچھی دعا دو۔

خلقہ القرآن:

آپؑ چار صد صحابہ کے جلو میں تشریف لے جا رہے تھے ایک اعرابی نے پوچھا آپؑ ابوطالب کے پوتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں۔

تو اس نے حضرت علیؑ کی شان میں نازیبا کلمات کہے۔ صحابہ کرام نے کہا کہ اس کی زبان بند کر دیں لیکن امام عالی مقامؑ نے انھیں روک دیا۔

فضائل حسنینؑ مقامِ حسینؑ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس شہزادوں کی فضیلت کون بیان کر سکتا ہے۔ کتب تفاسیر و احادیث کو دیکھتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے دنیا و جہان کی تمام فضیلتیں جمع کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان دونوں کو عطا فرما دی ہوں۔

بلا مبالغہ جمالِ کبریائی کا مشاہدہ کرنا ہوتو آئینہ جمال مصطفیٰ میں کیا جا سکتا ہے اور اگر جمالِ مصطفےٰ کا نظارہ کرنا ہوتو آئینۂ حُسن حسنینؑ کریمین میں کیا جا سکتا ہے۔

خدا تعالیٰ کا عکسِ جمیل اور پرتو کامل تاجدارِ مدینہ ہیں اور تاجدارِ مدینہ کا عکس منور اور پرتو حسین جناب حسنؑ اور جناب حسینؑ ہیں۔

ذات وصفات خداوندی کے مظہر اتم حضوؐر ہیں اور حضوؐر کے مظہر اتم حسنینؑ ہیں۔ ظہورِ ربوبیت خدا کی علت غائیہ جناب آمنہؓ کے لال ہیں اور ظہور مصطفائی کا سبب خاص جناب فاطمہؑ کے لال ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے معبوُد یکتا ہونے کی شہادت مکہ کی گلیوں میں پتھر کھا کر نانا نے دی اور اس شہادت کی شہادت گلے پر خنجر پھرا کر اپنی شہادت سے نواسے نے کربلا میں دی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پتھروں کی بارش میں سجدے کیے۔ حسینؑ نے تیروں اور تلواروں کی بارش میں اس فرض کو ادا کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظلِ خدا ہیں اور حسنینؑ کریمین ظلِ مصطفےٰ ہیں۔

اعلیٰ حضرت بریلویؒ فرماتے ہیں:

معدوم نہ تھا سایہ شاہِ ثقلین!
اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذاتِ حسنینؑ
تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کیے
آدھے سے حسنؑ بنے اور آدھے سے حسینؑ

(اعلیٰ حضرت احمد رضا خاںؒ)

اور یہ محض تمثیل کی بات نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں شہزادے اپنے نانا کی مکمل ترین تصویر تھے۔ احادیث میں آتا ہے کہ حضرت حسنؑ سراقدس سے سینہ مبارک تک اور حضرت حسینؑ سینہ مبارک سے پاؤں تک سرکار دو عالمؐ کی مکمل تشبیہ تھے۔

عن علی قال الحسن اشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما بین الصدر الی الراس والحسین اشبہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما کان اسفل من ذٰلک

سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں شہزادے جس طرح ظاہر میں آپ کی شباہت منورہ کی مکمل ترین تصویر تھے اسی طرح باطن میں بھی آپ کا کامل و مکمل اور پورا پورا نقشہ تھے۔ جس طرح یہ دونوں صورۃً حضور کی یاد تازہ کرتے تھے اسی طرح معناً بھی آپ ہی کے فرائض کی تکمیل کرتے تھے۔

شہادت ایک عظیم مرتبہ اور منصبِ جلیلہ تھا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ضروری تھا کہ اس منصبِ جلیلہ پر فائز ہوتے۔

کیوں ضروری تھا؟ اس لیے کہ جس قدر بھی انبیاء کرام آپ سے پہلے تشریف لائے ان تمام کو جو جو بھی فضیلت عطا ہوئی، جو جو بھی مقام حاصل ہوا وہ امام الانبیاء ہی کے صدقے سے ملا۔

آپ امام الانبیاء ہیں۔ مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کرام نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ امام وہی ہوسکتا ہے جو اپنے مقتدیوں سے فضائل وکمالات میں افضل ہو۔ فرداً فرداً جو خوبی، جو فضیلت اور جو کمال کسی نبی کو ملا وہ ضروری تھا کہ امام الانبیاء کو حاصل ہوتا۔

شہادت ایک خاص فضیلت اور عظیم مرتبہ تھا۔ متعدد انبیاء کرام اس سے سرفراز ہو چکے تھے۔ بعض کو شہادت ظاہر اور بعض کو شہادت باطن نصیب ہوئی۔ امام الانبیاء کو ان دونوں مرتبوں کو حاصل کرنا تھا مگر یہ دونوں شہادتیں ایک جگہ کیسے آسکتی تھیں۔ شہادت ظاہری نصیب ہوتی تو چھپ کیسے سکتی، باطنی شہادت ملتی تو ظاہر کیسے ہوتی۔ ظاہر و باطن ایک دوسرے کی ضد ہیں اور اجتماع ضدین محال ہے۔ یہاں ایک اور بحث چھڑنے کا امکان ہے لیکن ہمیں بحث سے اجتناب کرنا ہے۔ ھو الظاھر وھو

الباطن۔ اپنے اثرات کے اعتبار سے ہے۔ یہاں بھی ظہور و بطون کا مقصد و منشاء اور مرکز و محور ایک ہی ہے۔ یہ دونوں دریا ایک ہی سمندر میں گریں گے۔ ہر ظاہر کا ایک باطن اور ہر باطن کا ایک ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن ظاہر کو ظاہر اور باطن کہے بغیر بات بن نہیں سکتی۔ یہ دو شہادتیں تھیں۔

کچھ انبیاء کرام کو مجمع عام میں شہید کر دیا گیا تھا اور کچھ کو پوشیدہ طور پر شہید کیا گیا تھا۔ ان کی شہادت کے حالات تک بھی ہمیں نہیں ملتے۔ البتہ ان کے شہید ہونے کی گواہیاں قرآنِ مجید میں موجود ہیں۔ ان کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتے ہیں:

یقتلون النبی بغیر الحق۔ لیکن اور کوئی سراغ نہیں ملتا۔ چھپی ہوئی اور پوشیدہ شہادت۔ امام حسنؑ کو مل گئی' ظاہر کی شہادت امامِ حسینؑ کو مل گئی۔ ایسی ظاہر کہ ہمیں تاریخ بتاتی ہے کہ ان کے جسم نازنین پر تلواروں کے کتنے زخم تھے۔ نیزوں کے کتنے گھاؤ تھے اور تیروں کی کتنی انیاں پیوست تھیں۔ ہمیں پتہ چل جاتا ہے کہ ان پر تیروں کی بارش کس کس نے کی اور ان پر تلوار کس کس نے چلائی۔ وہ شہید کس کے نیزے اور تلوار سے ہوئے اور ان کی مقدس گردن کو جسد سے کس نے علیحدہ کیا۔ یہی نہیں بلکہ امام حسینؑ کی اس ظاہری اور جہری شہادت کا پرتو ان کے ساتھیوں پر بھی پورے طور پر پڑا تھا۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ان کا کون کون ساتھی کس کس طرح شہید ہوا اور انھیں کس کس نے شہید کیا۔

شہادت امام حسینؑ کو کمالِ ظہور شہادت کہا جا سکتا ہے اور شہادتِ امام حسنؑ کو کمال بطون شہادت کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اور یہ دونوں شہادتیں نواسوں کی طرف سے ہو کر نانا کے مناصب عظمیٰ کی تکمیل کر گئیں۔ اب امام الانبیاء کی وہ تمام فضیلتیں ظہور میں آ گئیں جو دوسرے تمام انبیاء کو فرداً فرداً عطا فرمائی گئی تھیں۔ حضرت حسنین کریمینؑ کی شہادتیں اور اصل امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت ہے۔ یہی وجہ تھی کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسنینؑ کریمین کو اپنے بیٹے فرمایا کرتے

تھے۔

فقال ھذا ابنای و ابنا ابنتی

''فرمایا یہ میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں''۔

ایک دوسری جگہ امام حسین علیہ السلام کے متعلق پیشگوئی فرمائی کہ یہ میرا بیٹا شہید ہوگا۔

ایک جگہ فرمایا حسنؑ و حسینؑ میرے بیٹے ہیں ان سے محبت کرو۔ ان سے محبت کرنا مجھ سے محبت کرنا ہے۔

یہی وجہ تھی کہ آپؐ امام حسینؑ کو فرماتے ہیں:

''حسینؑ مجھ سے اور میں حسینؑ سے ہوں اور اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے جو حسینؑ سے محبت کرتا ہے''۔

عن یعلی بن مرة – قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم حسین منی وانا من حسین – احب اللّٰه معا من احب حسینا –

شہادتِ حسینؑ میں نقص تلاش کرنا اور حقیقتِ شہادت مصطفیٰؐ میں خامیاں نکالنے کے مترادف ہے اس لیے کہ یزیدیوں نے حسینؑ سے نہیں بلکہ مصطفیٰؐ سے جنگ لڑی تھی۔ حسینؑ پر چلنے والی تلواریں رسولؐ خدا پر چل رہی تھیں۔ یزید نے حسینؑ کے نہیں امام الانبیاء کے ہاتھوں کو اپنے ناپاک ہاتھوں میں لینا چاہا تھا۔ رسولؐ خدا کو قتل کرنے کا حکم نامہ جاری کیا گیا تھا۔ ابن زیاد کو گرفتاریِ مصطفیٰؐ کا پروانہ جاری کیا تھا۔ شمر کی تلوار گردن مصطفیٰؐ پر چلی تھی۔ حسینؑ سے جنگ کرنا حقیقت میں مصطفیٰؐ سے جنگ کرنا تھا اور مصطفیٰؐ سے لڑائی کرنا خدا سے لڑنا تھا۔

یہ کسی داستان گو کا تصور اور کسی افسانہ نگار کا تخیل نہیں بلکہ یہ امام الانبیاء کا اپنا فرمان ہے!

''جس نے میرے شہزادوں سے محبت کی اس نے ہم سے محبت کی، جس نے ان سے بغض رکھا اس نے ہم سے بغض رکھا۔ جس نے ان سے لڑائی کی اس نے ہم سے لڑائی کی، جس نے ان سے صلح رکھی اس نے ہمارے ساتھ صلح رکھی۔ جس نے ان کو غضبناک کیا اس نے ہم کو غضبناک کیا۔ جس نے ہم کو غضبناک کیا اس نے خدا تعالیٰ کو غضبناک کیا اور جس نے خدا تعالیٰ کو غضبناک کیا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے''۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم من احبهما فقد احبنی ومن ابغضهما فقد ابغضنی یعنی حسنا وحسینا – فقال حرب لمن حاربکم سلم لمن سالمکم

عن سلیمان قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم یقول الحسن والحسین ابنائے من احبهما فقد احبنی ومن احبنی احبه اللّٰہ ومن احبه الله ادخله الجنة ومن ابغضهما فقد ابغضنی ومن ابغضنی ابغضه ومن ابعضه الله ادخله النار

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا آپؐ اہل بیتؑ میں سے کس کے ساتھ زیادہ محبت کرتے ہیں؟

فرمایا! **الحسن والحسین . من احب الحسن والحسین فقد احبنی ومن یغضبهما فقد ابغضنی–**

یہی نہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا والوں کو ہی فرمایا ہو کہ میرے نواسوں سے محبت کرو بلکہ آپ بارگاہِ خداوندی میں بھی عرض کرتے ہیں کہ

یا اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور ان سے بھی محبت کر جو ان سے محبت کرتے ہیں۔

اللھم انی احبھما واحب یحبھما

یہ انتہائے محبت ہے اس کو الفاظ میں کہاں تک بیان کیا جا سکتا ہے۔ اپنی جان سے کون پیار نہیں کرتا۔ حسنینؓ کریمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر کے ٹکڑے ہیں۔ صورۃً اور معناً آپ کی کامل تصویر ہیں۔ آپ کے چمن کی بہار ہیں۔ آپ کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہیں۔ چمن رسالتؐ کے دو پھول ہیں اور گلِ نبوت کی روح پرور خوشبو ہیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الحسن والحسین ھما ریحانی من الدنیا

''حسنؓ وحسینؓ میری دنیا کی زینت وآرائش ہیں''۔

فضیلت حسنینؓ کریمین کا احاطہ واستیعاب ناممکن ہے۔ قیامت کے دن جب لوگوں کو زندہ کیا جائے گا تو سب نوجوانی کے عالم میں ہوں گے۔ جنت میں جو بھی جائے گا وہ عالمِ شباب میں ہوگا۔ تمام جنتی جوان ہوں گے اور حسنؓ وحسینؓ جنت کے جوانوں کے سردار ہوں گے۔ کیوں نہ ہو؟ ان کی شہادت شہادتِ رسولؐ ہے۔ رسولؐ ہاشمی کو قرآن کریم میں یاسین کے نام سے خطاب کیا گیا یعنی اے سیدؐ اے سردار!

سید کی بیٹی سیدہ ہے اور سیدہؓ کے بیٹے پہلے حسنؓ وحسینؓ ہیں۔ جبھی تو جنت کے جوانوں کی سرداری آپ کو ملی اور ان کی یہ سرداری اور اصل امام الانبیاء کی سرداری ہے اس لیے کہ ان کی شہادت کا کمال کمالاتِ نبوت میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ جبھی تو ان کی شہادت میں گمان نقص اور امکان زوال نہیں۔

ہے بے شک بند کیتا مصطفٰے بوہا نبوت دا
نبوت وچ شامل سی مگر منصب شہادت دا

تے فرض منصبی اپنے نوں صائم کربلا اندر
پیا کردا اے پورا لاڈلا خاتونِ جنت دا

جسے حسینؑ کے امام برحق ہونے میں شک ہو' اُمت کا سردار ہونے میں تردد ہو وہ جنت میں کیسے جائے گا۔ کیونکہ جنت میں تو حسینؑ کی سرداری ہوگی' دشمنِ حسینؑ کا وہاں کیا کام ہے اور یہ فرمانِ رسولؐ ہے:

عن ابی سعدی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ

اور یہ بھی آپ جان ہی چکے ہیں کہ حسینؑ سے بغض رکھنے والا جہنم میں داخل کردیا جائے گا چاہے وہ کوئی بھی ہو۔

حسینؑ کی شہادت میں خامیاں تلاش کرنے کی بجائے حسینؑ سے محبت کرنا سیکھو۔ یہی راہِ نجات ہے۔ محبت حسینؑ ہی محبتِ رسولؐ ہے اور محبت رسولؐ کے بغیر کوئی بھی مومن نہیں ہوسکتا۔

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من واللّٰہ وولدہ والناس اجمعین –

معیارِ محبت یہی ہے کہ محبوب کی ہر ادا کے ساتھ پورے خلوص و دیانت اور پوری ایمان داری سے محبت کی جائے۔ اس کے تمام افعال و اقوال کو پسند کیا جائے اور محبت کی نظر سے دیکھا جائے۔

اگر دنیا سے ایمان کی دولت لے کر جانا چاہتے ہو تو رسول معظمؐ سے محبت کرو۔ اس کی ہر ادا کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھو اور اگر رسول معظمؐ سے محبت کرنا ہے تو شہید اعظم سے محبت کرو۔ اس کی ہر ادا کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھو۔ اس کی عظیم شہادت میں خامیاں نہ تلاش کرو۔

نادانو! حسینؑ کا بغض تمہیں جہنم میں لے جائے گا۔ حسینؑ کی شہادت میں کسی

خامی اور نقص کا احتمال موجود ہی نہیں اس لیے کہ شہادتِ حسینؑ تو شہادتِ رسولؐ ہے۔ اگر تم یہ جانتے ہوئے بھی اس میں عیوب و نقائص تلاش کرتے ہو تو پھر تم میں اور عیسائی مورخوں میں کیا فرق ہے۔ تم میں اور آریہ سماجی مناظروں میں کیا امتیاز ہے۔ ابھی وقت ہے توبہ کے دروازے بند ہو جانے کے بعد کچھ نہیں ہو سکے گا۔ دنیائے تحقیق و فلسفہ کا دورِ حاضر کا فلسفی اقبال شہادتِ حسینؑ کو کس انداز میں دیکھ رہا ہے۔

اسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے
اک ضرب یداللہی ایک سجدۂ شبیری
(اقبال)

سجدہ شبیر کو ناتمام سمجھنے والو! اگر روحِ اسلام کو اسلام سے نکال دو گے تو باقی کیا ہے جو تم صورتِ اسلام میں دنیا کے سامنے پیش کر سکو گے؟

تمہارا گمان ہے کہ لمبی لمبی نمازیں پڑھنے سے تمہیں جنت کا ٹکٹ مل جائے گا لیکن یہ غلط ہے۔ جب تک اس نماز کی عزت نہیں کرو گے جو تلواروں کے سائے میں ادا کی گئی۔ تمہاری نمازیں تمہیں کچھ نفع نہیں دے سکیں گی۔ اگر حسینؑ کے اس سجدے میں کمی ہے جو زیرِ خنجر ادا کیا گیا تھا تو تم سوچو کہ تمہارے بے کیف و بے حضور سجدوں میں کیا رکھا ہے۔ سجدہ تو وہی ہے جو حسینؑ نے ادا کیا' نماز تو وہی تھی جو فاطمہؑ کے لال نے پڑھی۔

دیکھ! آئینہ تیغ میں اسے حُسن یار کی دید ہے
جو نثار سجدے میں سر کرے وہ امام ہے وہ شہید ہے

سنو! بے ذوق سجدوں کے نشانوں سے جبینیں سیاہ کر لینے والو' یزید کے حواریو! مقامِ سجدہ ریزی کیا ہے:

بغیر سرفروشی آدمی زندہ نہیں ہوتا
مذاق زندگی بے سردئے پیدا نہیں ہوتا

جو رسماً ہم کیا کرتے ہیں ممکن! وہ بھی سجدہ ہو
مگر بے سر کٹائے عشق کا سجدہ نہیں ہوتا

سجدوں کی لذت سے آشنائی چاہتے ہو تو حسینؑ کا دامن تھامنا پڑے گا۔ ذوق نماز کے تمنائی ہو تو بارگاہِ شبیری سے رابطہ قائم کرو۔ ان سے درسِ حیات اور طریق سجدہ ریزی سیکھو۔

سر وہ سر ہے جو رب کی راہ پر جھک جائے
موقعہ نہ ہو جھکنے کا! مگر جھک جائے
جب قتل و نماز ایک ساتھ آ جائیں
تو تلوار اُٹھنے سے پہلے سر جھک جائے

حسینؑ کے ایک سجدہ پر اُمتِ کے لاکھوں سجدے قربان' ہمارے سجدے بے سرور و بے حضور' حسینؑ کے سجدوں میں حضور کا نور' ہمارے سجدوں میں نہ ذوق نہ کمال' حسینؑ کے سجدے میں لذت وصال۔ ہمارے سجدے بے دستوری و بے آئین' حسین کے سجدے میں الصلواۃ معراج المومنین ۔ ہمارے سجدوں میں وسوسہ کاروبار' حسینؑ کے سجدہ میں جلوہ حسنِ یار۔ حسینؑ تیرے سجدے کے سرخ نشانوں پر اُمت کی جبینیں نثار' ملائکہ کے سجدے قربان!

سجدے تو سب نے کیے تیرا نیا انداز ہے
تو نے وہ سجدہ کیا جس پر خدا کو ناز ہے

بہر حال بتانا یہ تھا کہ حسینؑ نے زیر خنجر نماز ادا کر کے شہادت کی عروسہ کو اور بھی نکھار دیا ہے اور دنیا والوں کو بتا دیا ہے کہ:

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سائے میں
نماز عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سائے میں

نانے نے عرش کو عرشِ معلّٰی بنا دیا
نواسے کے سجدوں نے کربلا کو کربلائے معلّٰی بنا دیا
(حفیظ)

جس طرف بھی نگاہ اُٹھتی ہے امام عالی مقامؑ کی عظمتیں اور فضیلتیں اپنے عنبریں گیسو سنوارے نظر آتی ہیں۔ امام الانبیاء صحابہ کرام کو خطبہ دے رہے ہیں۔ پانچ چھ سال کی عمر کے دونوں شہزادے سرخ قمیصیں زیب تن کیے حجرہ فاطمہؑ سے نکل کر نانا کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ راستہ کی ناہمواری کی وجہ سے ٹھوکر لگتی ہے اور گر پڑتے ہیں۔ امام الانبیاء نے نواسوں کو گرتے دیکھا تو تڑپ گئے اور بے تاب ہو کر خطبہ پورا کیے بغیر منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ آگے بڑھ کر دونوں کو آغوش میں لیا اور گود میں بٹھا کر دوبارہ خطبہ شروع کرتے ہوئے فرمایا۔ سچ فرمایا ہے خدا تعالیٰ نے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں۔ میری طرف ہی دیکھ لو۔ ان بچوں کو گرتے دیکھا تو مجھ سے برداشت نہ ہو سکا اور بات پوری کیے بغیر پہلے ان کو جا کر اُٹھایا۔

عن بریدة قال كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم يخطبنا اذاجاء الحسن والحسين وعليهما قميصان احمدان ويعثر ان فنزل رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم من المنبر وحملها ووضعها بين يديه ثم قال صدق اللّٰه "انما اموالكم واولادكم فتنة"۔ نظرت الى هذين الصبيين يمشيان ويعثران فلم اصبر حتى قطعت حديثني ورفعتهما –

زیرِ خنجر سجدہ ادا فرمانے والے حسینؑ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر اس وقت سوار ہو گئے جب آپ مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہے تھے۔ آپؐ اس وقت تک سجدے میں پڑے رہے جب تک کہ حسینؑ پشت مبارک سے خود نہ

اتر آئے۔ پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان۔ کیا اب سجدوں کو طویل کرنے کا حکم آ گیا ہے یا آپ پر اس وقت وحی نازل ہو رہی تھی جو آپ نے اس قدر طویل سجدہ ادا فرمایا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایسی کوئی وجہ نہیں تھی بلکہ یہ وجہ تھی کہ میرا بیٹا میرے اوپر سوار ہو گیا تھا۔ مجھے اس میں کراہت نظر آئی کہ میں جلدی اٹھوں اور یہ گر جائے حتیٰ کہ یہ اپنی مرضی سے اُتر آیا۔

قال خرج علینا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم فی احدی صلواة العشی الظهر والعصر هو احد ابنیه الحسن والحسین فتقدم رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم فوضعه عند قدمه ایمنی فسجد رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم سجدة اطال قال ابی فرفعت راسی من بین الناس فاذا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم ساجدو اذا الغلام راکب علی ظهره فعدت فسجدت فلما انصرف رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم – قال یارسول اللّٰه لقد سجدت فی صلاتك هذه ما کنت تسجدها افشئی امرت به امکان یوحی الیك قال کل ذٰلك لم یکن ولکن ابنی ار تحلق فکرهت ان اعجله حتی یقضی حاجته

(المستدرک ۳، ص ۱۶۶)

اللہ اکبر! یہ ہے مقامِ حسینؑ بارگاہِ مصطفٰےؐ اور نگاہِ رسولؐ میں کروڑوں سلام ہوں اس جگر گوشہ بتولؑ پر جس کے لیے امام الانبیاء خطبہ چھوڑ کر منبر سے اتر آتے ہوں۔ اربوں درود ہوں اس حیدر کرارؑ کے دلبند کو جو تاجدارِ انبیاء کی پشت پر سوار

ہو جائے تو آپ اس وقت تک سجدہ سے سر نہ اُٹھائیں جب تک وہ خود نہ اتر جائے۔

خاصہ رب داور پہ لاکھوں سلام
نورِ عین پیمبرؐ پہ لاکھوں سلام
تشنہ آب خنجر پہ لاکھوں سلام
مالک نہر کوثر پہ لاکھوں سلام
اس حسینؑ ابن حیدر پہ لاکھوں سلام
اس شہید دلاور پہ لاکھوں سلام
جس کا جھولا فرشتے جھلاتے رہے
لوریاں دے کے نوری سلاتے رہے
جس کو کندھوں پہ آقا بٹھاتے رہے
جس پہ سفاک خنجر چلاتے رہے
اس شہیدوں کے افسر پہ لاکھوں سلام
اس حسینؑ ابن حیدرؓ پہ لاکھوں سلام
اس صداقت کے پیکر پہ لاکھوں سلام
اس حسین ابن حیدرؓ پہ لاکھوں سلام

(ضیاء القادری)

حسینؑ گلشنِ اسلام کی بہار ہے' مملکت حق و صداقت کا تاجدار ہے' صبر و رضا کی سلطنت کا شہریار ہے' حسینؑ مہر نبوت کا سوار ہے' حسینؑ روشنی کا مینار ہے' حسینؑ مطلع انوار ہے' محمد عربی کے دل کا قرار ہے' حجرہ فاطمہؑ کی بہار ہے' خالق کائنات کا عظیم شہکار ہے' نور جوانان جنت کا سردار ہے' شہیدانِ محبت کا قافلہ سالار ہے۔ حسینؑ عزم و یقین کی تلوار ہے' حسینؑ کا چہرہ مطلع انوار ہے' حسینؑ کا دیدار محمدؐ عربی کا دیدار ہے۔

جو دہکتی آگ کے شعلوں پہ سویا وہ حسینؑ
جس نے اپنے خون سے دنیا کو دھویا وہ حسینؑ
جو جواں بیٹے کی میت پر نہ رویا وہ حسینؑ
جس نے سب کچھ کھو کر، پھر کچھ بھی نہ کھویا وہ حسینؑ

مرتبہ اسلام کا جس نے دوبالا کر دیا
خون نے جس کے دوعالم میں اُجالا کر دیا
نطق جس کا زینت دین و پیمبر وہ حسینؑ
تھا جو شرح مصطفیٰؐ تفسیر حیدرؑ وہ حسین

لاکھ پر بھاری ہوئے جس کے بہتر وہ حسینؑ
تھا مثال مرتضیٰؑ جس کا تہور وہ حسینؑ
وہ جو خونی غم کو سانچے میں خوشی کے ڈھال کر
مسکرایا موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر

OOO

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ چودھویں کا چاند پوری آب و تاب سے آسمان پر چمک رہا تھا اور مدینہ کا چاند مسجد نبوی شریف کے کھلے صحن میں محو استراحت تھا۔ ہم کبھی آسمان کے چاند کو دیکھتے اور کبھی زمین کے چاند کو۔ اور پھر ہماری نگاہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ آمنہؑ کے چاند کے چہرہ انور کی تجلیات کے سامنے آسمان کے چاند کا حسن پھیکا اور ماند ہے۔

یہ آمنہؑ کے چاند کی بات تھی۔ فاطمہؑ کا چاند اور چاند کا مظہر اتم اور عکس جمیل تھا۔ نانا کے حسن کی تجلیات کا نواسہ کے رخ انور سے پورا پورا ظہور ہوتا تھا۔

معتبر روایات میں آتا ہے کہ جب حسین علیہ السلام اندھیرے میں تشریف فرما ہوتے تو آپ کی پیشانی مبارکہ اور نورانی عارضوں سے روشنی کی کرنیں پھوٹ پھوٹ کر قرب و جوار کو منور اور درخشاں کر دیتیں۔ امام حسین علیہ السلام کو ایک خود غرض سیاسی انسان بنا کر پیش کرنے والو غور تو کرو۔ حسینؑ کون ہیں اور کس کا نور ہیں؟

گلستانِ زہراؑ کے ننھے ننھے پھول آپس میں کشتی لڑتے ہیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی کے پاس بیٹھے ہوئے یہ کشتی دیکھ رہے ہیں اور پھر آپ نے جنابِ حسنؑ کو فرمایا: حسنؑ! حسینؑ کو پکڑ لو۔ سیدہؑ نے حیران ہو کر عرض کی۔ ابا جان! آپ بڑے کو فرما رہے ہیں کہ چھوٹے کو پکڑے۔ تو آپؐ نے مسکرا کر فرمایا: ہاں بیٹی! دوسری طرف جبریلؑ حسین کو کہہ رہے ہیں کہ حسنؑ کو پکڑ لو۔

اللہ اکبر! یہ مقام ہے بنت رسولؐ جناب خاتونِ قیامت سلام اللہ علیہا کے شہزادوں کا جن کو کھیلتے دیکھ کر ذاتِ خداوندی کو ذوق آ جائے اور جبریلؑ کو بھیج کر کشتی لڑائے۔

یوں تو ہر شخص اپنی اولاد کو پیار کرتا ہے مگر جو پیار جو محبت اور جو عشق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے نواسوں سے ہے اس کی مثال پیش ہی نہیں کی جا سکتی۔ مثال آئے گی کہاں سے؟

نانا بھی بے مثال ہیں اور نانا کی محبت بھی بے مثال ہے۔ نواسے بھی بے مثال ہیں اور نواسوں کی شہادت بھی بے مثال ہے۔ آپ کو معلوم تھا کہ میرا یہ حسینؑ ایک دن میرے دم توڑتے ہوئے دین کو زندگی دینے والا ہے۔

ایک دن امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی عالی وقار کے گھر میں تشریف فرما ہیں۔ جناب حسین علیہ السلام کو دائیں طرف آغوش میں لے رکھا ہے اور اپنے بیٹے ابراہیم کو بائیں طرف بٹھا رکھا ہے۔

عجیب کیف پرور سماں ہے۔ آسمان آغوش رسالت پر بیک وقت چار چاند

طلوع ہیں۔ ایک اپنا بیٹا ہے اور ایک بیٹی کا بیٹا۔ دونوں کی محبت کا سمندر سینے میں موجزن ہے۔ دونوں ہی گلشن نبوت کی بہار ہیں' دونوں ہی چمنِ رسالت کے مہکتے ہوئے پھول ہیں۔ آغوشِ رسولؐ میں خوشی اور مسرت کا دوہرا جہان آباد ہے۔ جان کائنات کی مسرت کو دیکھ کر تمام کائنات خوشیوں سے لبریز ہے۔ روح عالم کی خوشی نے دونوں جہان میں کیف وسرور کی رنگینیاں بھر دی ہیں۔

آپؐ کبھی حسینؑ کو سینے سے لگاتے ہیں اور کبھی ابراہیم کو پیار کرتے ہیں۔

اسی عالم وجد وکیف میں جبریلؑ حاضر خدمت ہو کر سلام عرض کرتے ہیں۔

آپؐ نے وعلیکم السلام فرما کر آنے کا سبب پوچھا۔ جبریلؑ نے نگاہیں جھکا لیں اور غم زدہ ہو کر عرض کی خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے۔

آپ نے فرمایا: جھجکتے کیوں ہو کہو میرے رب نے کیا حکم بھیجا ہے؟

جبریلؑ نے عرض کیا: حضورؐ آپ نے دو شہزادوں کو آغوش مبارک میں لے رکھا ہے۔

امام الانبیاءؑ ہاں! کہو کیا بات ہے؟

جبریلؑ: خدا تعالیٰ کا حکم ہے ان میں سے ایک آپ کے پاس رہے گا اور ایک کو واپس بلا لیا جائے گا۔

امام الانبیاء: ہم خدا کی رضا پر راضی ہیں۔ کہو میرے رب جلیل نے کس کو واپس مانگا ہے۔

جبریلؑ: یہ معاملہ جناب کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے۔ آپ جسے چاہیں رکھ سکتے ہیں اور جسے چاہیں واپس کر سکتے ہیں۔

پیغمبر راضی بہ راضی ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا ہر حکم اپنی خواہش پر مقدم رکھنا ہوتا ہے۔ یہ بھی کیا کم اختیار ہے کہ جسے چاہو رکھ لو اور جسے چاہو واپس کر دو۔

آپؐ نے خیال فرمایا حسینؑ کو واپس کرتا ہوں تو اس کا صدمہ میری فاطمہؑ کو

بھی ہوگا، علیؑ کو بھی اور میری جان سوزی بھی ہوگی۔ ابراہیمؑ کو واپس کرتا ہوں تو زیادہ کوہ الم میری جان پر ہی ٹوٹے گا۔ اور پھر دربار خداوندی میں پیغام بھیج دیا کہ میں حسینؑ کو موت کے حوالے کر کے اپنی بیٹی کا غم نہیں دیکھ سکتا اور ابراہیمؑ کو بارگاہ ایزدی میں واپس کرتا ہوں اور پھر تین روز بعد جناب ابراہیم کا وصال مبارک ہو گیا۔

اناللہ وانا الیہ راجعون!

اس کے بعد جب بھی امام حسینؑ نانا کے پاس آتے تو آپ فرماتے مرحبا اے میری بیٹی کے بیٹے۔ پھر آپ کی پیشانی کو چوم کر لوگوں کو مخاطب کر کے فرماتے کہ میں نے اس پر اپنے بیٹے ابراہیم کو قربان کر دیا ہے۔

تمام انبیاء ورسولؑ جس مقدس رسولؐ کے پائے اقدس کو بوسہ دینا اپنے لیے باعث عزت وافتخار سمجھتے ہیں اور جبریلؑ جن کے پاؤں کے تلوؤں پر اپنے کافوری لبوں کو ملنا وجہِ فخر ومباہات جانتا ہے وہ مقدس رسولؐ اور تمام انبیاءؑ کا تاجدار حسین علیہ السلام کو اپنے مقدس شانوں پر سوار کرتا ہے۔

ایک روز حسب معمول سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے شہزادے حسینؑ کو کاندھے پر سوار کیے ہوئے باہر تشریف لائے۔ ابوبکر سے ملاقات ہوگئی۔ ابوبکر نے فرمایا: حسینؑ کتنے خوش نصیب ہیں جنہیں اتنی اچھی سواری میسر ہے۔

امام الانبیاءؑ نے خوش ہوتے ہوئے مسکرا کر فرمایا: ابوبکر سوار بھی تو بہت اچھا ہے: نعم الجمل جسملکھا ونعم العدلان۔ حقیقت یہ ہے کہ مقامِ حسینؑ کا اگر کوئی تعین کر سکتا ہے تو وہ یا تو خداوند بزرگ وبرتر کی ذاتِ اقدس ہے یا حسینؑ کے نانا کی ذاتِ مقدس۔

دنیا کا کون ایسا بچہ ہے جس کے مشاغل میں ذات ایزدی اس طرح دلچسپی لیتی ہو۔

جناب حسینؑ کریمین تختیاں لکھ کر جناب سیدہؑ کے حضور میں فیصلے کے لیے

پیش کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا! اپنے ابا جان کے پاس لے جاؤ۔ شہزادے حضرت علیؑ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں: ابا جان فیصلہ فرما دیجیے کس کا خط اچھا ہے۔ باب العلم نے کہا یہ بڑا مشکل کا ہے۔ اپنے ناناؐ کے حضور میں جاؤ۔ شہزادے نانا جان کے حضور میں آ گئے اور عرض کیا: نانا جان ہمیں بتا دیجیے کس کا خط اچھا ہے۔ نہ امی جان نے فیصلہ فرمایا ہے اور نہ ہی ابا جان کچھ فرماتے ہیں۔

دنیا بھر کے فیصلے فرمانے والا امام الانبیاءؐ سوچ میں پڑ گئے۔ دل میں خیال آیا اگر حسینؑ کا خط اچھا کہا گیا تو حسنؑ کو ملال ہوگا اور اگر حسنؑ کو زیادہ نمبر دیے تو حسینؑ پریشان ہوگا اور ہمیں تو کسی کی پریشانی بھی گوارا نہیں۔

سرکار دو عالمؐ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ جبریلؑ حاضر ہو گئے' سلام کہا اور عرض کیا: حضورؐ ان کا فیصلہ خدا تعالیٰ فرمائیں گے۔ میں بحکم ایزدی سات موتی لایا ہوں جس کی تختی پر چار موتی گریں گے اس کا خط اچھا قرار پائے گا۔ پھر جبریلؑ نے وہ ساتوں موتی تختیوں پر ہاتھ اُونچا کر کے چھوڑ دیئے۔

تین تین موتی دونوں تختیوں پر آ گئے۔ ساتواں موتی راستے میں ہی ٹوٹ کر آدھا ایک تختی پر اور آدھا دوسری تختی پر آ گیا۔

یہ ہے مقامِ حسینؑ دربار خداوندی میں اور نگاہِ رسولؐ میں۔

رمضان المبارک کی ۲۹ تاریخ ہے۔ امام حسنؑ کی عمر مبارک پانچ سال اور جناب حسینؑ کی عمر مبارک چار سال دو ماہ کی ہے۔ جناب سیدہ فاطمۃ الزہراؑ چکی پیس کر فارغ ہوتی ہیں۔ آپ نے جائے نماز بچھایا تو حضرات حسنین کریمینؑ اوپر لیٹ گئے۔ جناب سیدہ نے اٹھنے کو کہا۔ شہزادے مچل گئے اور یوں کہنے لگے: امی جان صبح عید ہو جائے گی۔ عید کے روز لوگوں کے بچے نئے کپڑے پہنیں گے ہمیں بھی نئے کپڑے منگوا کر دیں۔

سلطنت صبر و رضا کی ملکہ معظمہ اور مملکت فقر کی شہزادی سیدہ فاطمۃ الزہراء

سلام اللہ علیہا کا دل ہل گیا۔ آپ نے بچوں کو سینے سے لگا کر فرمایا: میرے چاند مجھے نماز تو پڑھنے دو کل تمہیں نئے کپڑے منگوا دوں گی۔

امی! کل تو عید ہے۔ کپڑے اگر کل آئے تو سلیں گے کیسے؟

آپ نے فرمایا: فکر نہ کرو میرے چاند۔ درزی تمہارے سلے سلائے کپڑے لائے گا۔

اور پھر آپ نے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ نماز کے بعد آپ نے دربار خداوندی میں ہاتھ اٹھا دیے اور یوں عرض کیا: بارالٰہا! تو سب کچھ جانتا ہے۔ تیری کنیز نے بچوں سے صرف اس لیے وعدہ کر لیا ہے کہ ان کا دل نہ ٹوٹ جائے۔ میرے خدا تو خوب جانتا ہے کہ فاطمہؑ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا' یا اللہ میرے اٹھے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھ لینا...... یا الٰہ العالمین میں نے تیری رحمت کے سہارے پر بچوں سے نئے کپڑوں کے آنے کا وعدہ کر لیا ہے۔ یا اللہ! میرے وعدے کو ایفا فرما دینا۔ پھر افطاری کا وقت ہوتے ہی عید کا چاند طلوع ہو گیا۔ مدینہ منورہ میں منادی ہو رہی تھی کہ صبح کو عید الفطر ہو گی۔ تمام لوگ عید آنے کی خوشی میں ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے۔ بچے ابھی سے عید کی تیاریاں کر رہے تھے۔ رات کو سوتے وقت فاطمہؑ کے شہزادوں نے پھر اپنا وعدہ امی کو یاد دلا دیا۔

سیدۃ النساء العالمینؑ پہلے سے شب بیدار تھیں۔ پوری رات نوافل میں بسر کی۔ فجر کی نماز کے بعد آپ دعا مانگ رہی تھیں کہ دروازہ پر دستک ہوئی۔ آپ نے پوچھا کون ہے: آواز آئی بنت رسولؐ آپ کا درزی ہوں' شہزادوں کے کپڑے لے کر آیا ہوں۔ آپ نے استعانت غیبی سمجھ کر کپڑے وصول کر لیے۔ بہت خوبصورت اور قیمتی لباس تھا۔ آپ ابھی بچوں کو کپڑے پہنا ہی رہی تھیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ حسنینؑ کریمین کے نئے جوڑے دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے۔ آپ نے پوچھا: بیٹی یہ کپڑے کہاں سے آئے ہیں؟ عرض کیا: ابا جان ایک

درزی دے گیا ہے۔ میں نے بچوں سے نئے کپڑوں کا وعدہ کر لیا تھا جسے اللہ تعالیٰ نے پورا فرمایا۔

آپؐ نے فرمایا: بیٹی جانتی ہو درزی کون تھا؟

سیدہؑ نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسنینؑ کا درزی بن کر آنے والا جبریلؑ تھا اور یہ جوڑے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جنت سے لایا تھا۔ سیدۃ النساء العالمینؑ کی آنکھوں میں تشکر و امتنان کے آنسو آ گئے۔ آپ نے سجدۂ شکر ادا فرما کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کی الٰہی ہزار ہزار شکر ہے کہ تو نے فاطمہؑ کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھ لی۔

کون ہے وہ دنیا کا تاجدار جس کا درزی جبریلؑ ہو اور اس کا لباس جنت الفردوس سے خدا بھیجے۔ حسین علیہ السلام کی عظمت وفضیلت حیطۂ تحریر سے باہر ہے۔ آپ کے فضائل و مناقب جو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے ارشاد ہوئے ہیں حدِ بیان سے باہر ہیں۔

ہم اس لیے ہی تو کہتے ہیں کہ معرکہ کربلا کا موازنہ کرنا ہے تو پہلے ہر دو جانب کی شخصیتوں کا موازنہ کرو۔ اگر آپ مسلمان ہیں تو مسلمانوں کی طرح سوچو۔ حسین علیہ السلام کا مقام فرامینِ رسولؐ کی روشنی میں بیان کرو۔

حضرت امام حسینؑ نے جس مقدس ماحول میں آنکھ کھولی ہے یہ دنیا کے کسی بڑے سے بڑے انسان کو بھی میسر نہیں۔ حسین علیہ السلام کا مقام خدا تعالیٰ سے پوچھو۔ حسین علیہ السلام کی ذمہ داریاں رسولؐ ہاشمی سے پوچھو۔ حسین علیہ السلام کا احترام صحابہ کرام سے پوچھو۔

حسین علیہ السلام کو ایک عام آدمی کی حیثیت سے دنیا کے سامنے نہ پیش کرو۔ حسینؑ کو ان تمام عظمتوں کے ساتھ سامنے لاؤ جن کے وہ مالک تھے ان کو ان خوبیوں سمیت متعارف کراؤ جو ان میں تھیں۔ اور اگر تم نہ بھی ایسا کرو گے تو حسینؑ کا

مقام تو پھر بھی ارفع و اعلیٰ ہی رہے گا۔ مگر دنیا تمہیں ضرور کذاب و دجال کے نام سے یاد کرے گی۔

جو اعزازت خالق باری نے نواسہ کے لیے مخصوص کر رکھے ہیں ان میں ان کا کوئی بھی شریک نہیں خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

جو مقامات خالق کائنات کی طرف سے جناب حسن و حسین علیہم السلام کو تفویض ہوئے ہیں ان میں کسی دوسرے شخص کی شرکت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ چہ جائیکہ یہ ثابت کیا جائے کہ یزید پلید بھی ان کا قریبی رشتہ دار تھا۔ یزید اور حسینؑ کا خون ایک ہی تھا معاذ اللہ۔ ایسا استدلال پیش کرنا، حقائق سے بیزاری اور جہنم کا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسے مکروہ عقائد سے محفوظ رکھے۔

امام حسینؑ وہ عظیم المرتبت شہزادے ہیں جن کی امی جان چکی پیس رہی ہوتی اور جبریل علیہ السلام ان کا جھولا جھلا رہے ہوتے۔ کون ہے دنیا کا بڑے سے بڑا آدمی جس کا جھولا جھلانے کی ڈیوٹی جبریلؑ کے سپرد ہو۔

امام حسینؑ وہ باعظمت اور رفیع الشان شخصیت ہیں جن کے بچپن میں رونے کی آواز سن کر امام الانبیاء بے قرار ہو جاتے تھے۔

تاجدارِ مدینہ حسینؑ کو گود میں لے کر فرماتے۔ میرے لال تم نہ رویا کرو۔ تمہارے رونے سے تو روحِ عالم بے قرار ہو جاتی ہے۔ حسینؑ تم رونے کے لیے نہیں رلانے کے لیے پیدا ہوئے ہو۔ تمہاری شہادت پر تو زمین و آسمان کو رونا آ جائے گا۔ ملائکہ اور جنات نوحہ خوانی کریں گے۔ دنیا تمہاری شہادت کی یاد قیامت تک مناتی رہے گی۔ اہل محبت تمہارے غم کو یاد کر کر کے اس قدر آنسو بہائیں گے کہ اگر ان آنسوؤں کو جمع کر لیا جائے تو دنیا میں ایک اور سمندر موجزن ہو جائے۔

بہرحال معرکہ کربلا کی حقیقت کو سمجھنا ہی تو امام عالی مقام امام حسینؑ سے آگاہی حاصل کرنا ہے اور مقامِ حسینؑ سے آگاہی حاصل کرنا ہے تو ارشادات خداو

رسولؐ کی روشنی میں دیکھو۔ حسینؑ کا مرتبہ پوچھنا ہے تو حسینؑ کے نانا سے پوچھو' صحابہ کرام سے پوچھو۔ حسینؑ کی ذاتی شخصیت کو دیکھو' اس کے کردار کو دیکھو' اس کی سیرت کا مطالعہ کرو۔ اس کے بچپن کا احترام و الزام دیکھو۔ اس کی جوانی کا تقدس دیکھو۔ اس کے تقویٰ و پرہیزگاری کا مشاہدہ کرو۔ اس کی طہارت و پاکیزگی سے روشناسی حاصل کرو۔

سلام ہو آپ پر اے جگر گوشہ رسولؐ! تیرے مقام کو کون بیان کرسکتا ہے۔ ہم گنہگاروں کو تو یہی ناز ہے کہ تو ہمارا آقا و مولا ہے۔ ہم ناچیز گنہگار تیری طرف سے کیا صفائی پیش کر سکتے ہیں۔ تیری شہادت کی تصویر تو اپنے طور پر ہی اس قدر جلی اور منور ہے جس کے سامنے آفتاب بھی ماند ہے اور چاند بھی مخجل ہے۔

اے حسینؑ اب تک لبالب ہے تیرا زریں ایاغ
ضوفشاں ہے آج تک تیری شہادت کا چراغ
تو نے دھو ڈالے جبین ملت بیضا کے داغ
تو اگر اسلام کا دل ہے تو ایمان کا دماغ
فخر کا دل میں دریچہ باز کرنا چاہیے
جس کا تو آقا ہے اس کو ناز کرنا چاہیے

(جوش)

OOO

س: یہ فرمان: اِنَّمَا الحَیٰوۃُ عَقِیدَۃٌ وَّجِهَاد (زندگی عقیدہ اور خدا کی راہ میں جہاد کے علاوہ اور کچھ نہیں) کس امام کا ہے؟

ج: حضرت امام حسین علیہ السلام کا ہے۔

س: بتایئے امام حسین علیہ السلام کی کل عمر کتنی تھی؟

ج آپؑ کی عمر ستاون (۵۷) برس تھی۔

س جب امام علیہ السلام سے ولید نے مدینہ میں یزید کی بیعت کے لیے کہا تو آپؑ نے اس کے دربار میں کھڑے ہوکر کون سا تاریخی جملہ کہا؟

ج آپ نے فرمایا: وَعَلَى الاسلَامِ السَّلَامُ اِذ قَد بلِيتِ الُامَّةُ بِرَاعٍ مِثلَ يَزِيدٍ (اور اسلام سلامت رہے اور اب امت کا (گلہ) یزید جیسے چرواہے سے پریشان ہے۔

س بتائیے واقعۂ کربلا کو گزرے کتنے برس گزر چکے ہیں؟

ج واقعہ کربلا کو گزرے تقریباً ایک ہزار تین سو سال ہو چکے ہیں۔

س بتائیے واقعہ کربلا کے روحِ رواں کون تھے؟

ج علیؑ کے بیٹے، ابوطالب کے پوتے اور رسولؐ خدا کے نواسے حضرت امام حسین علیہ السلام تھے۔

س بتائیے امام حسینؑ کی والدہ کا نام کیا تھا؟

ج آپؑ کی والدہ کا اسم گرامی حضرت فاطمۃ الزہراؑ تھا۔

س بتائیے آپ کے القابات کون کون سے تھے؟

ج فاطمہ، صدیقہ، مبارکۃ، طاہرۃ، زکیہ، راضیہ، مرضیہ، محدثہ اور زہرا۔

س صدیقہ کے لقب سے آپ کو کیوں پکارا گیا؟

ج چونکہ آپ معصومہ تھیں، سچ بولتی تھیں، گناہوں سے دور تھیں اس لیے آپ کو صدیقہ کہا گیا۔

س بتائیے مبارکہ سے کیوں پکاری جاتی تھیں؟

ج علم وفضل کی وجہ سے ان کو مبارکہ سے پکارا جاتا تھا۔

س بتایئے رسولؐ عربی نے ان کو "طاہرہ" لقب کیوں دیا تھا؟

ج چونکہ آپ پاک و پاکیزہ تھیں، جسمانی اور روحانی ہر قسم کے عیوب سے پاک تھیں اس لیے ان کو آپ نے طاہرہ کا لقب دیا۔

س بتایئے "رضیہ" اور "مرضیہ" سے ان کو کیوں پکارتے تھے؟

ج چونکہ آپ اللہ کی ہر رضا پر راضی تھیں۔ اس کے ارادہ کو جان و دل سے قبول کرتی تھیں اسی لیے ان کو اس قدر قابلِ فخر اور عظیم مرتبہ ملا کہ وہ بھی خدا سے راضی تھیں اور خدا بھی ان سے راضی تھا۔ اس لیے آپ کو دو خاصیتوں کے لقب (راضیہ اور مرضیہ) سے پکارا گیا۔

باپ

س بتایئے آپ کے والد کون تھے؟

ج آپ کے والد رسولؐ اللہ کے برادر اور جانشین، فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے شوہر حضرت علی علیہ السلام تھے۔

س بتایئے حضرت علی علیہ السلام کی ولادت بعثت سے کتنے سال پہلے کی ہے؟

ج آپ بعثت سے دس سال قبل پیدا ہوئے تھے۔

س علی علیہ السلام کا مشہور لقب کون سا ہے؟

ج امیر المومنینؑ۔

س آپ کی کنیت بیان کریں؟

ج ابوالحسن!

س آپ کی ولادت باسعادت کب ہوئی؟

ج ۱۳ رجب بعثت سے دس سال قبل کعبہ میں پیدا ہوئے۔

س آپ کی خلافت کا دورانیہ بیان کریں؟

ج ۳۶ سے لے کر ۴۰ ہجری قمری تک تقریباً چار سال اور نو مہینے۔

س آپؑ کی امامت کی مدت کتنی تھی؟

ج ۳۰ سال۔

س آپؑ کس سنہ ہجری میں شہید ہوئے؟

ج ۱۹ رمضان کی صبح، ۴۰ ہجری اور آپ کو ۶۳ سال کی عمر میں ابن ملجم نے شہید کیا۔

س بتایئے آپؑ کا مرقد مطہر کہاں واقع ہے؟

ج نجف اشرف میں

ولادت

س بتایئے حضرت امام حسین علیہ السلام کب پیدا ہوئے؟

ج آپؑ ۳ شعبان ۴ ہجری قمری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔

س بتایئے آپؑ کے کان میں اذان اور اقامت کس نے دی؟

ج آپ کے کانوں میں اذان اور اقامت آپؑ کے نانا حضرت محمدؐ نے دی تھی۔

س بتایئے آپؑ کی والدہ ماجدہ رسولؐ کی وفات کے بعد کتنا عرصہ زندہ رہیں؟

ج آپؑ کی والدہ رسولؐ کی وفات کے بعد ۷۵ یا ۹۵ دن زندہ رہیں۔

س عبد مناف کے گھر وہ کون سے دو جڑواں بچے پیدا ہوئے جن کو تلوار سے جدا کیا گیا؟

ج عبدمناف کے گھر دو جڑواں بچے پیدا ہوئے۔ ایک کا نام ہاشم رکھا گیا اور دوسرے کا نام عبدشمس۔

س بتائیے ان کی پیدائش سے لوگوں نے کون سا برا فال نکالا؟

ج کہ ان دونوں کے درمیان تلوار چلے گی۔

س بتائیے عبدشمس کی اولاد میں سے کس کو شہرت حاصل ہوئی؟

ج عبدشمس کی اولاد میں سے امیہ کو اموی خاندان اور بنوامیہ کے خاندان کا جداعلیٰ ٹھہرایا گیا۔

س بتائیے ہاشم کے گروپ سے کس کو سرداری ملی؟

ج جناب ہاشم کو شرافت کی وجہ سے خاندان بنی ہاشم کی سرداری کا شرف حاصل ہوا۔

س بتائیے کیا ان دونوں میں ہمیشہ تلوار چلتی رہی؟

ج ہاں! ہمیشہ ان دونوں میں تلوار چلتی رہی۔

س بتائیے جناب محمدؐ کس خاندان سے تھے؟

ج آپؐ خاندان بنی ہاشم سے تھے۔

س آپؐ کے منصب رسالت سے فائز ہونے سے پہلے قریش اور مکہ کی سرداری کس کے ہاتھ میں تھی؟

ج بنواُمیہ کے قبیلہ کی سرداری ابوسفیان کے پاس تھی۔

باب: عزاداری حسینؑ

س بتائیے جب حضرت آدمؑ نے عرش کے کنارے نگاہ کی اور وہاں پر آئمہ

معصومینؑ کے کچھ نام پائے تو جبریلؑ نے آپ کو کس طرح ان ناموں کو پکارنے کا کہا؟

جبریلؑ نے حضرت آدمؑ کو یوں مشورہ دیا کہ

یامحمود بحق محمدؐ، یاعالی بحق علیؑ، یا فاطر بحق فاطمہؑ، یا محسن بحق الحسنؑ والحسینؑ ومنك الاحسان

جب حضرت آدمؑ نے امام حسین علیہ السلام کا نام اپنی زبان پر جاری کیا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل مغموم ہوا' ابوالبشر نے فرمایا:

اے بھائی جبریلؑ! اس پانچویں نام پر میرا دل غمگین اور آنکھوں سے آنسو کیوں جاری ہو گئے ہیں؟

جبریلؑ امین نے عرض کی: اے ابوالبشر' آپ کا یہ فرزند (حسینؑ) مصائب و آلام میں مبتلا ہوگا اور وہ تکالیف اس کی نظر میں کوئی چیز ہی نہیں۔

حضرت آدمؑ نے پوچھا: اے برادر جبریلؑ! وہ مصائب و آلام کیا ہیں؟

جبریلؑ امین نے کہا: وہ بھوکا' پیاسا' تنہا مسافرت میں مارا جائے گا۔ اے آدمؑ اگر تو اسے اس حال میں دیکھے جب کہ وہ فریاد کر رہا ہوگا۔ واعطشاہ واقلۃ ناصرہ اس کے بعد حضرت آدمؑ اور حضرت جبریلؑ دونوں پھوٹ پھوٹ کر شہادتِ حسینؑ پر روئے۔

بتائیے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی چلتے چلتے کس جگہ پر ہچکولے کھانے لگی؟

حضرت نوح علیہ السلام نے ساری دنیا کی سیر کی اور جب وہ مقام کربلا پر پہنچے تو ان کی کشتی ہچکولے کھانے لگی اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے غرق ہونے کا خطرہ پیدا ہوا۔

س: بتائیے جب نوح علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی۔ اے خدایا! میں نے ساری دنیا کا چکر لگایا ہے۔ کسی جگہ پر مجھے حزن و ملال محسوس نہیں ہوا۔ لیکن کربلا کی زمین پر میری کشتی ہچکولے کھانے لگی ہے اس کی وجہ کیا ہے؟

ج: جبریلؑ امین نازل ہوئے اور فرمایا: اے نوحؑ اس زمین پر حسینؑ خاتم الانبیاء کا نواسہ اور خاتم الاوصیاء کا فرزند شہید کیا جائے گا۔

س: بتائیے پھر حضرت نوح علیہ السلام نے کون سا سوال کیا؟

ج: حضرت نوحؑ نے فرمایا: اے جبریلؑ اس کا قاتل کون ہوگا؟ جبریلؑ امین نے کہا: ساتوں زمین و آسمان کے رہنے والے قاتل حسینؑ (یزید) پر لعنت کرتے ہیں۔ اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے امام حسینؑ کے قاتل پر چار مرتبہ لعنت کی اور کشتی آرام وسکون کے ساتھ اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئی اور ''کوہ جودی'' پر پہنچی' وہاں جا کر ٹھہری۔

س: بتائیے کون سے نبی تھے جن کی بھیڑ بکریوں نے فرات کے کنارے پر پانی نہ پیا؟

ج: حضرت اسماعیل علیہ السلام۔

س: بتائیے حضرت اسماعیلؑ کے گوسفندوں نے فرات سے پانی کیوں نہ پیا؟

ج: حضرت اسماعیلؑ کے گوسفند' بھیڑ' بکریاں دریائے فرات کے کنارے چرتی تھیں۔ چرواہے نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی فلاں دن سے گوسفند نہر فرات سے پانی نہیں پیتے۔ خداوند کریم کی بارگاہ میں التجا کر کے حضرت اسماعیلؑ نے سبب پوچھا۔ جبریلؑ امین نازل ہوئے اور فرمایا: اے اسماعیلؑ اس کا سبب گوسفندوں سے پوچھو! تم دریائے فرات سے پانی کیوں نہیں پیتے؟ گوسفند نے بازبان فصیح جواب دیا:

ہمیں اطلاع دی گئی ہے کہ آپ کا فرزند امام حسینؑ حضرت محمدؐ کا نواسہ اس جگہ پیاسا شہید کیا جائے گا۔ ہم امام حسینؑ پر غم کی وجہ سے یہاں سے پانی نہیں پیتے' حضرت اسماعیلؑ نے گوسفند سے پوچھا: اس کا قاتل کون ہوگا؟ اس نے عرض کی حضرت امام حسینؑ کے قاتل پر تمام زمین و آسمان والوں کی لعنت ہے۔ (بحارالانوار' ج ۴۴' ص ۲۴۳' حدیث نمبر ۴۰)

س بتایئے امام زمانہؑ نے کھیعص کی کون سی تاویل کی؟

ج امام زمانہؑ نے فرمایا: یہ حروف غیب کی خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو آگاہ فرمایا تھا۔ اس کے بعد محمد و آل محمد علیہم السلام کو مطلع کیا ہے اور وہ حکایت اس طرح ہے کہ حضرت زکریاؑ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی کہ مجھے پنجتن پاکؑ کے اسماء کی تعلیم دے۔ حضرت جبریل امین نازل ہوئے اور پانچ اسمائے مبارکہ کی تعلیم دی۔ جب حضرت زکریاؑ محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ کا نام مبارک لیتے تھے رنج و الم دُور ہو جاتا تھا' لیکن حضرت امام حسینؑ کا نام مبارک زبان پر آتا تھا گلوگیر ہو جاتا تھا اور اس کے ساتھ ہی سانس گھٹنے لگتا تھا۔ ایک دن عرض کیا اے اللہ یہ کیا بات ہے کہ جب پہلے چار اسماء مبارک زبان پر جاری کرتا ہوں تو حزن و ملال' غم و غصہ دُور ہوتا ہے' سکون و آرام حاصل ہوتا ہے لیکن جس وقت نام امام حسینؑ زبان پر جاری کرتا ہوں آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں اور سانس میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔

خداوند نے حضرت امام حسینؑ کی شہادت کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا' ارشاد فرمایا! کھیعص' کاف اسم کربلا ہے اور عترت طاہرہ کی شہادت اور یاء یزید اور وہ امام حسینؑ پر ظلم کرنے والا ہے' عین سے مراد امام حسینؑ کی پیاس

(عطش) ہے' صواد سے مراد امام کا صبر ہے۔ جب حضرت زکریاؑ نے اس قصہ کو سنا تو تین دن مسجد سے باہر نہ گئے اور تمام لوگوں کو تین دن تک مسجد میں داخل ہونے سے روک دیا۔ گریہ وزاری میں اور نوحہ و مرثیہ خوانی میں مشغول ہوئے! اور کہتے تھے اے پروردگار اپنی تمام مخلوق سے بہترین مخلوق اور اپنے محبوب (محمدؐ) کو اس کے فرزند کی مصیبت کی وجہ سے حزن و ملال میں گرفتار کرے گا؟ اے خدا کیا تو غم واندوہ ایسی مصیبت میں حضرت علیؑ اور حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کو مبتلا کرے گا۔

س: بتایئے وہ کون سے نبی تھے جو بساط پر بیٹھ کر سیر کر رہے تھے کہ یونہی بساط کربلا پہنچی تو ہچکولے کھانے لگی۔

ج: حضرت سلیمان علیہ السلام۔ (بحارالانوار' ج ۴۴' ص ۲۴۳' حدیث نمبر ۴۰)

س: واقعہ بساط سلیمانؑ کیا ہے؟

ج: ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ بساط پر بیٹھ کر ہوا میں سیر کر رہے تھے کہ اسی حال میں زمین کربلا کے اوپر سے گزر ہوا بساط ہچکولے کھانے لگی۔ حضرت سلیمانؑ کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں زمین پر نہ گرے' تھوڑی دیر بعد آرام وسکون پیدا ہوا اور بساط زمین کربلا پر اتری۔ حضرت سلیمانؑ نے ہوا سے مخاطب ہو کر فرمایا: تو نے مجھے کیوں یہاں اُتارا ہے؟

ہوا نے عرض کیا: اس جگہ حضرت حسینؑ کو شہید کیا جائے گا۔

حضرت سلیمانؑ نے پوچھا: امام حسینؑ کون ہے؟

ہوا نے عرض کیا: وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسہ ہے اور حضرت علیؑ کا بیٹا ہے۔

حضرت سلیمانؑ نے پوچھا: اس کا قاتل کون ہے؟

ہوا نے عرض کیا: زمینوں اور آسمانوں میں رہنے والوں کی طرف سے اس پر لعنت ہے۔ اس کا نام یزید ہے۔

حضرت سلیمانؑ نے ہاتھ بلند کیے اور اس یزید لعین پر لعنت کی۔ جنوں اور انسانوں نے آمین کہی، دوبارہ ہوا چلی اور بساط ہوا میں اُڑنے لگی۔

س: بتائیے وہ کون سے نبی تھے جن کے پاؤں میں کربلا سے گزرتے ہوئے کانٹا چبھا اور خون جاری ہو گیا تھا؟

ج: حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت یوشع بن نون کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ زمین کربلا سے گزر ہوا اور ان کا جوتا ٹوٹ گیا۔ کانٹا پاؤں میں چبھا اور خون جاری ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی بارالہا! مجھ سے کون سی غلطی سرزد ہوئی ہے؟

خداوند کریم کی طرف سے ارشاد ہوا! اس جگہ حسینؑ شہید ہوگا اور اس کا خون یہاں بہایا جائے گا۔ تیرا خون اس کی موافقت میں جاری ہوا ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا: اے اللہ! وہ حسینؑ کون ہے؟

ارشاد ہوا: وہ حضرت محمدؐ کا نواسہ اور حضرت علیؑ ابن ابی طالب کا بیٹا ہے۔

کلیم اللہ نے پوچھا: اس کا قاتل کون ہے؟

ارشاد ہوا! اس کے قاتل پر دریا میں رہنے والی مچھلیاں، بیابان میں رہنے والے وحشی جانور، ہوا میں اڑنے والے پرندوں کی لعنت ہے۔

س: بتائیے کس نبیؑ کا شیر نے راستہ روکا؟

ج: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا۔

س: بتائیے حضرت عیسیٰؑ کی شیر سے کون سی گفتگو ہوئی؟

ج: حضرت عیسیٰؑ بیابان میں اپنے حواریوں کے ساتھ جا رہے تھے کہ اسی اثنا میں کربلا کی زمین سے گزر ہوا' ایک شیر کو دیکھا جس نے اپنے پنجوں کو کھولا ہوا ہے' راستہ روک کر بیٹھا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ آگے بڑھے اور فرمایا: تو نے ہمارا راستہ کیوں روک رکھا ہے؟

شیر نے فصیح زبان میں کہا' جب تک آپ امام حسینؑ کے قاتل یزید پر لعنت نہیں کریں گے میں آپؑ کا راستہ نہیں چھوڑوں گا۔

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: امام حسینؑ کون ہے؟

شیر نے عرض کیا: وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نواسہ اور حضرت علیؑ کا بیٹا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا: حسینؑ کا قاتل کون ہے؟

شیر نے عرض کیا: حسینؑ کے قاتل پر تمام وحشی جانوروں' درندوں' پرندوں اور مکھیوں کی لعنت ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یزید پر نفرین کرنے کے لیے اپنے ہاتھوں کو بلند کیا اور یزید پر لعنت کی۔ حوارین نے آمین کہی۔ شیر نے ان کا راستہ چھوڑ دیا اور وہ اپنے کام کی طرف چل دیئے۔ (بحار الانوار ۴۴' ص ۲۴۴' حدیث ۴۳)

س: بنی سلیم کے بزرگوں نے روم کے شہروں میں داخل ہو کر کلیسا میں کیا دیکھا؟

ج: بنی سلیم کے بزرگوں نے روم کے شہروں میں داخل ہوتے ہوئے کلیسا کی دیوار میں ایک لکھی ہوئی عبارت دیکھی:

یرجوا معشر قتلوا حسینا

شفاعة جده یوم الحساب

ترجمہ: ''جس گروہ نے حسینؑ کو قتل کیا وہ قیامت کے دن اس کے نانا حضرت رسولؐ کی شفاعت کی اُمید رکھتے ہیں''۔

س: بتائیے اس تحریر کو لکھے ہوئے کتنا عرصہ گزر چکا ہے؟

ج: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے تین سو سال قبل کا لکھا ہوا ہے۔

س: بتائیے کربلا کے شہداء کی لاشیں کس قبیلہ نے دفن کی تھیں؟

ج: قبیلہ بنی اسد نے۔

س: بتائیے قبیلہ بنی اسد کے لوگ کن دیہاتوں میں رہتے تھے؟

ج: غاضریہ اور نینوا میں۔

س: بتائیے اسیرانِ آل محمدؐ کا لٹا ہوا قافلہ کربلا سے عبداللہ ابن زیاد (گورنر کوفہ) کی طرف کب روانہ ہوا؟

ج: ۱۱ محرم الحرام ظہر سے پہلے۔

س: بتائیے شہداء کربلا کے کتنے سر تھے اور ان کو کس حالت میں لے کر جارہے تھے؟

ج: شہداء کے ۷۲ سر تھے اور ان کو قیدیوں کے آگے آگے لے جارہے تھے۔

س: بتائیے اسیرانِ آل محمدؐ کا قافلہ جب کوفہ کے بازار میں پہنچا اور کوفہ کے مرد و زن قیدیوں کا تماشا دیکھنے کے لیے آئے' لوگوں کے ''سوال تعارف'' پر کس بی بی نے خطبہ دیا؟

ج: عمر ابن سعد کے حکم پر جب قیدیوں کو کوفہ شہر میں لایا گیا اور کوفہ کی عورتیں اسیران آل محمد علیہم السلام کا تماشا دیکھنے کے لیے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئیں تو کوفہ کے لوگوں نے سوال کیا: تم قیدی کون ہو؟

جناب زینب علیہا السلام نے فرمایا! ہم آل محمد مصطفےؐ ہیں۔ تعارف کے بعد عورتیں اپنے مکانوں کی چھتوں سے نیچے اتر آئیں اور اپنی چادریں رسول کی بیٹیوں کو دیں اور چیخ چیخ کر رونا شروع کر دیا۔

س: بتائیے کون بدفطرت اپنے دربار میں امام حسینؑ کے سر اقدس کو سامنے رکھ کر اپنی چھڑی امامؑ کے دندان مبارک پر لگاتا تھا؟

ج: وہ حرام زادہ ابن زیاد تھا۔

س: بتائیے وہ کون صحابی رسولؐ تھے جو اس واقعہ کو دیکھ کر رو پڑے؟

ج: وہ انس بن مالک تھے جو اس گستاخی اور جسارت کو دیکھ کر روتے بھی تھے اور ساتھ کہہ بھی رہے تھے حسینؑ رسولؐ خدا کے بہت مشابہت رکھتے تھے۔

س: بتائیے وہ کون سے صحابی تھے جنہوں نے ابن زیاد کو کہا اے ابن زیاد جن دندانے مبارک پر تو بے ادبی کر رہا ہے' ان پر رسولؐ خدا بوسے لیتے تھے؟

ج: وہ بوڑھے صحابی زید بن ارقم تھے۔

س: ابن زیاد نے اس صحابی رسولؐ کو کون سا جواب دیا؟

ج: آج خدا کی کامیابی کا دن ہے (نعوذ باللہ) اور تو روتا ہے' خدا کی قسم تو بوڑھا آدمی نہ ہوتا تو تیری گردن اڑا دیتا۔

س: بتائیے اس بوڑھے صحابی نے ابن زیاد کے دربار میں لوگوں کو کون سا خطبہ دیا؟

ج: زید ابن ارقمؒ' رسولؐ خدا کے صحابی اس کے دربار سے اُٹھے اور فرمایا:

اے لوگو! تم آج کے بعد زرخرید بن گئے۔ بنت رسولؐ فاطمۃ الزہراؑ کے لخت جگر امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا ہے اور مرجانہ کے بیٹے کو اپنا سردار بنا لیا

ہے۔ اللہ کی قسم! تمہارے نیک و صالح لوگوں کو قتل کرے گا اور تمہارے بدکاروں کو اپنا غلام بنائے گا۔ جو لوگ اس ذلت اور ننگ و عار کے ساتھ زندہ رہے خدا انہیں اپنی رحمت سے دُور رکھے۔ جو ان کے اعمال و افعال اور کردار پر راضی ہے اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے۔

س: بتایئے اسیرانِ آلِ محمدؐ کا قافلہ اور شہداء کے سرکن یزیدی سالاروں کی ہمراہی میں دمشق روانہ ہوئے؟

ج: زجر ابن قیس کی ہمراہی میں سر اور اسیرانِ خاندان نبوت کو محفر ابن ثعلبۃ العائذی کی سربراہی میں۔

س: بتایئے زوجہ امام حسین علیہ السلام نے لاش مظلومِ حسینؑ پر کون سا مرثیہ پڑھا؟

ج:

واحسينا فلا نيست حسينا — اقصدته اسنته الاعداء

غادروه بكربلاء صريعاً — لا سقى الله جانبي كربلاء

ترجمہ: اے حسینؑ مظلوم میں آپ کو فراموش نہیں کروں گی، حسینؑ جو دشمنوں کے نیزوں کا ہدف بنا اس مظلوم کی لاش کو زمین کربلا پر چھوڑا گیا۔ خداوند عادل اطراف کربلا کو سیراب نہ کرے۔

س: آپؑ کی لاش پر کھڑے ہو کر جناب ربابؑ نے کون سا وعدہ کیا تھا؟

ج: اے آقا...... میں رباب جب تک زندہ رہوں گی نہ سائے میں بیٹھوں گی اور نہ ہی ٹھنڈا پانی پیوں گی۔

س: بتایئے بیمار کربلا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے جب یزید کے دربار میں خطبہ دیا اور حاضرین نے بلند آواز سے رونا شروع کر دیا اور اس

کے دربار میں شور مچا تو اس نے اس وقت اس آواز مظلوم کو دبانے کے لیے کون سا حربہ استعمال کیا؟

ج یزید نے حکم دیا کہ اذان شروع کرو تاکہ امامؑ کی آواز قطع ہو جائے۔ (کتاب مجالس السنیۃ، ص ۴۰)

س بتایئے جب یزید فاتحانہ الفاظ کہہ رہا تھا اور امامؑ پر تنقید کر رہا تھا، اس وقت کون سا وقت تھا اور امامؑ نے کون سا جواب دیا؟

ج اس وقت موذن اذان دے رہا تھا، جب موذن اس کلمہ پر پہنچا "اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ" تو امام سجادؑ نے فاخرانہ الفاظ میں کہا کہ اے یزید اگر تو اذان میں تیرے نانا کا نام آیا ہے تو تو زندہ باد ہے۔ اگر میرے نانا کا نام تو اذان سے ختم نہیں کر سکا تو ہم زندہ باد ہیں۔

س بتایئے ہندہ بنت عبداللہ عامر، حضرت امام حسین علیہ السلام کی زوجہ تھیں؟

ج ہاں۔

س کیا امام علیہ السلام نے اسے طلاق دے دی تھی؟

ج ہاں! امام علیہ السلام نے اسے طلاق دی تھی اور بعد میں اس نے یزید سے عقد کر لیا تھا۔ (کتاب مجالس السنیہ، ص ۱۳۴، کتاب نفس المھموم)

س بتایئے جب ہندہ کو اسیرانِ آلِ محمدؐ کا شام میں "دربار یزید" میں پیش ہونے کا پتہ چلا تو اس نے کیا کیا؟

ج جب ہندہ زوجہ یزید کو پتہ چلا کہ امام حسینؑ کے سرِاقدس اور قیدیوں کو بڑی بے دردی سے دربار یزید میں پیش کیا گیا ہے تو اس نے اپنے گریبان کو چاک کیا، سر برہنہ دربار یزید میں آ گئی، روتی چیختی، چلاتی، آہ و بکا کرتی ہوئی اور کہا: اے یزید، خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراؑ کے پیارے فرزند کو تو نے

شہید کیا...... ہائے افسوس۔

س: بتائیے کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ ان کے کتنے آدمی شہید ہوئے؟

ج: سترہ (۱۷) آدمی شہید ہوئے۔

س: بتائیے سید رضی نے خاندانِ نبوت کے شہید ہونے پر غم کرتے ہوئے اور لوگوں کا اس پر خوشی کرنے میں کون سا شعر کہا ہے؟

ج: کانت ماتم بالعراق تعدها

امویته بالشام من اعیادها

ترجمہ: عراق میں مجالس عزا اور ماتم برپا تھا' ان ایام عزا کو بنی امیہ نے شام میں شمار کیا۔

چہلم امام حسینؑ

س: قبر مطہر حضرت امام حسینؑ کی زیارت کا شرف سب سے پہلے کس نابینا صحابی کو ہوا؟

ج: جناب جابر بن عبداللہ انصاری صحابی امام حسینؑ کو۔

س: زیارت اربعین روضہ نواسہ رسولؐ پر سب سے پہلے کس نے پڑھی؟

ج: جناب جابر بن عبداللہ انصاری نے۔

س: بتائیے امام حسین علیہ السلام و شہداء کربلا کا چہلم کس تاریخ کو ہوا؟

ج: ۲۰ (بیس) صفر کو۔

س: بتائیے رسولؐ کی بیٹیاں ''رسولؐ کے نواسہ'' کے مزار اقدس پر کس سنہ کو پہنچیں؟

ج: اس بات میں اختلاف ہے کہ بعض کے نزدیک شام کا قافلہ واپس کربلا اکٹھ

(٦١) ہجری قمری اور بعض کے نزدیک باسٹھ (٦٢) ہجری واپس کربلا پہنچا۔

س بتایئے اس قافلہ نے کربلا میں کتنے دن قیام کیا؟

ج تین (٣) دن

س یزید کے حکم سے شہداء کے سروں کے ہمراہ اور راہ شناس لوگوں کے ہمراہ کون مشہور آدمی شام سے واپس مدینہ منورہ آیا؟

ج نعمان بن بشیر انصاری

س بتایئے اسیرانِ شام کا سب سے پہلے کس صحابی رسولؐ نے استقبال کیا؟

ج جناب جابر ابن عبداللہ انصاری نے۔

س حضرت ام البنین کے کتنے بیٹے کربلا میں شہید ہوئے؟

ج چار بیٹے شہید ہوئے۔ حضرت عباسؑ، حضرت عبداللہؑ، حضرت جعفرؑ، حضرت عثمانؑ۔

س بتایئے حضرت عباسؑ کے بیٹے جناب عبداللہ کو جناب ام البنین اپنے بیٹوں پر رونے کے لیے کس قبرستان میں ساتھ لے جاتی تھیں؟

ج جنت البقیع میں۔

س بتایئے اُم البنین (والدہ حضرت عباسؑ) نے اپنے بیٹوں کی شہادت پر کون سا مرثیہ پڑھا؟

ج مجھے اب اُم البنین نہ پکارا کرو، اس لیے کہ اس نام سے مجھے اس وقت بلایا جاتا تھا جب میرے شیر بیٹے موجود تھے۔ لیکن اب میرا کوئی بیٹا نہیں ہے۔

میرے چار بیٹے پرندوں کی طرح محافظ تھے جو شہ رگ قطع ہونے سے دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔

ان کے اجسام پر تیروں کے وار ہوتے تھے اور تمام زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے زمین پر گر پڑے تھے۔

اے کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت عباسؑ کے بازو بھی کٹ گئے تھے۔

السیدہ زینبؑ مصر میں

س: بتایئے بی بی زینب سلام اللہ علیہا نے مدینۃ النبی کو کیوں چھوڑا اور مصر کس تاریخ کو پہنچی؟

ج: آپ اکسٹھ (۶۱) ہجری اول شعبان شہدائے کربلا کے سات ماہ بعد مصر میں پہنچیں۔ مدینہ کے گورنر نے یزید کو خط لکھا کہ سیدہ زینبؑ ایک عاقلہ، فصیحہ، دانا عورت ہے اور محبانِ اہل بیتؑ کا ارادہ ہے کہ تم سے قتلِ حسینؑ کا بدلہ لیں۔

یہ خط ملتے ہی یزید نے کہا کہ اس بی بی اور خاندانِ بتولؑ کے افراد کو مدینہ سے باہر نکال دو کہ تم مدینہ سے نکل کر کسی اور جگہ چلے جاؤ۔ بی بی کو کہا گیا۔ بی بی نے نانا کے شہر سے نکلنے سے انکار کر دیا۔ بعد میں بنی ہاشم کی عورتوں کے مشورہ پر آپ نے مصر کا ارادہ کیا اور مصر کو اپنا مستقل ٹھکانہ قرار دیا۔

س: آپ نے مصر کے کس دیہات میں اپنا مستقل قیام بنایا؟

ج: بلبیس کو۔

س: آپ کے استقبال کرنے والوں میں سے پیش پیش کون تھے؟

ج: مصر کا گورنر مسلمہ ابن مخلد انصاری۔

س: بتایئے مصر میں سب سے پہلے مجلس حسینؑ کس نے برپا کی؟

ج: حضرت بی بی زینب سلام اللہ علیہا نے۔

س بتایئے بی بی زینبؑ کی مزار اقدس کس جگہ ہے؟

ج بی بی پاک کی قبر مبارک مصر میں واقع ہے۔

س کیا مورخین کے درمیان قبر زینب میں اختلاف پایا جاتا ہے؟

ج ہاں مورخین کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک آپ کی قبر مصر میں اور بعض کے نزدیک مدینہ منورہ میں اور بعض کے نزدیک دمشق میں۔

س اس مسئلہ اختلافی کو وضاحت سے بیان کریں؟

ج علامہ السید ہبہ الدین حسینی شہرستانی نے اپنی کتاب مجلّہ (المرشد) البغدادیہ جلد سوئم، شمارہ ششم، ص ۲۵۶ پر لکھا ہے کہ حضرت زینبؑ کے محل دفن میں مورخین نے اختلاف کیا ہے اور مشہور یہ ہے کہ مصر میں (قناطر السباع) میں دفن ہیں اور کتاب الدرا المشور فی طبقات ربات التحدود ص ۲۳۵ پر ذکر ہوا ہے۔ روایات میں اختلاف کی بنا پر حضرت سیدہ زینبؑ خاتون کا مرقد مبارک دو مقام پر ہے:

۱- دمشق میں ہے اور وہ خصوصاً شیعوں کے درمیان مشہور ہے۔

۲- دوسرا مقام مصر میں ہے جو پہلے سے زیادہ مشہور ہے۔ اس کے لیے ادارہ اوقافِ مصر کی طرف سے بہت سی رقم مختص ہے اور مصر میں سیدہ زینبؑ خاتون کے نام سے مسجد ہے جس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔

اسی طرح شیعہ عالم دین علامہ سید محسن عاملی نے مجلّہ (عرفان) جلد ۱۲، شمارہ ۳ میں شیعہ، اسماعیلہ کے ضمن میں لکھتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ جو دمشق میں زیارت گاہ سیدہ زینبؑ کی ہے وہ قبر، سیدہ زینب صغریٰ جن کی کنیت اُم کلثوم بنت علیؑ ہے ان کی ہے جو شہر دمشق سے تقریباً ایک فرسخ کے فاصلے پر ہے۔

س بتایئے مصر میں وہ کون سلطان تھا جو مجلس حسینؑ کو مصر میں برپا کرتا تھا؟

ج معز الفاطمی بادشاہ۔

س کس ایوبی بادشاہ نے مصر میں شیعوں پر سختی کی اور مجلس امام حسینؑ برپا کرنے سے منع کیا؟

ج صلاح الدین ایوبی (اقناع الائم، ص ۳)

س بتایئے وہ کون سے حکمران تھے جنھوں نے مصر میں روزِ عاشورہ غم و حزن کی بجائے عید کا دن قرار دیا؟

ج بنی ایوب حکمرانوں نے۔

س بتایئے بنی امیہ و حجاج نے دسویں محرم کو کون سا روز قرار دیا تھا؟

ج روزِ عید قرار دیا تھا۔

س کس ایوبی بادشاہ نے دشمن اہل بیتؑ میں شیعوں کو جیل میں ڈال دیا تھا؟

ج صلاح الدین ایوبی نے۔

س بتایئے شیعان علیؑ کو شہید کس ظالم ایوبی بادشاہ نے کروایا؟

ج صلاح الدین ایوبی نے۔

س بتایئے امامؑ مظلوم کا سر مبارک کہاں دفن ہے؟

ج قاہرہ میں۔

س امام کے سر مبارک میں کیا اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس کی وضاحت کریں؟

ج امام شہید کے سر مبارک کے دفن پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثر مورخین کی رائے یہ ہے کہ فاطمیین کے زمانۂ حکومت میں عسقلان سے قاہرہ لے گئے تھے۔ لیکن سید احسن امین نے مجلّہ (ماہنامہ) العربی، شمارہ ۱۵۵، ہجری ۱۳۹۱ شعبان مطبع کویت میں بیان کیا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک اموی نے

سر مقدس کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن کیا تھا۔ لیکن دمشق میں نہیں بلکہ فلسطین (عسقلان) میں دفن کیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر شام میں دفن کیا جائے تو ایک نہ ایک دن امامؑ کے سر کا محل دفن ضرور شان و شوکت پیدا کرے گا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ شان و شوکت دمشق میں ظاہر ہو۔ لہٰذا اس نے اسے عسقلان تک دُور پہنچایا اور سال ۵۴۸ میں فاطمیین امامؑ کے سر مقدس کو محل دفن عسقلان سے قاہرہ لے گئے اور موجودہ جگہ پر دفن کیا۔

حسینؑ پر سب سے پہلے کس نے مرثیہ پڑھا؟

س: بتایئے حضرت امام حسین علیہ السلام اور باقی شہداء کربلا کو بنی اسد کے دفن کرنے کے بعد پہلا زائر کون ہے؟

ج: عبیداللہ ابن حر جعفی۔

س: بتایئے اس میں کوئی اختلاف تو نہیں ہے؟ وضاحت سے بتائیں۔

ج: زائر حسینؑ کا سب سے پہلے شرف حاصل کرنے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض عبیداللہ ابن حر جعفی اور بعض کے نزدیک سلیمان بن قتہ۔

س: بتایئے مختار ابن عبیداللہ ثقفی جب حج سے لوٹا تو حضرت امام حسینؑ کی قبر پر اس نے کون سا وعدہ کیا؟

ج: جب مختار ثقفی قبر حسینؑ پر پہنچا سلام کیا' قبر کو بوسہ دیا اور گریہ کیا۔ روتے ہوئے عرض کی اے میرے آقا' میرے سردار' مجھے تیرے نانا محمد مصطفیٰؐ' پدر و مادر' علی مرتضیٰؑ و فاطمۃ الزہراءؑ کی قسم اور تیرے اہل بیتؑ و تیرے شیعوں کے حق کی قسم' ان تمام ہستیوں کی قسم میں اس وقت تک اچھی غذائیں نہیں کھاؤں گا جب تک آپ کے اعوان و انصار کا انتقام نہ لے لوں۔

س: بتایئے کربلا میں ہاشمی کتنے شہید ہوئے؟

ج: سترہ (۱۷)

انگلستان میں عزاداری

س: بتایئے پہلی مرتبہ لندن میں عزاداری کس سال کو برپا ہوئی؟

ج: لندن میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی عزاداری ۱۷ جون ۱۹۲۹ء میلادی ۹ محرم ہجری ۱۳۴۸ کو ہوئی۔

س: بتایئے اس مجلس حسینؑ میں کس خطیب نے خطاب کیا؟

ج: ڈاکٹر عبداللہ سہروردی نے۔

س: بتایئے لندن میں کس شیعہ عالمِ دین کے گھر پہلی محرم سے ۱۰ محرم تک مجلس حسینؑ برپا ہوتی تھی؟

ج: ۱۳۹۴ ہجری میں علامہ سید محمد مشکاۃ کے گھر میں ہوتی تھی۔

س: بتایئے اندلس (ہسپانیہ) میں مراسم عزاداری کو کس اصطلاح سے تعبیر کرتے ہیں؟

ج: حسینیہ۔

س: بتایئے افریقہ کے کن شہروں میں مراسم عزا ادا کیے جاتے ہیں؟

ج: مکناس، فاس اور مراکش۔

س: بتایئے انڈونیشیا میں ماہِ محرم کو کیا کہتے ہیں؟

ج: ''سورا''۔

س: بتایئے انڈونیشیا کے جزیرہ (جاوا) میں عاشورہ کے دن کون سی غذا کھائی

جاتی ہے؟

ج: اس دن دو قسم کی غذا کھائی جاتی ہے: (۱) سفید (۲) سرخ۔

سرخ رنگ کا شوربا تیار کرتے ہیں، اپنے بیٹوں کو اکٹھا کر کے ان میں شوربا تقسیم کرتے ہیں۔ چھوٹے بڑے بچوں کو اکٹھا کر کے امام حسین علیہ السلام کے بچوں کے یتیم ہونے کی شبیہ بناتے ہیں۔ سرخ رنگ کی غذا شہادت کا خون بہنے کی نشانی ہے اور سفید رنگ کی غذا، خلوص اور قربانی کی علامت ہے۔

س: بتایئے سومطرہ کے شمال میں (آجیہ) شہر کے لوگ محرم کو کن کے ساتھ منسوب کرتے ہیں؟

ج: ماہ محرم کو امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا مہینے کہتے ہیں۔

س: بتایئے گورنمنٹ انڈونیشیا کس جزیرہ میں خصوصیت کے ساتھ عزاداری کو روکنا چاہتی ہے؟

ج: جاوا میں۔

س: کیا انڈونیشیا کے علاقہ (آجیہ) اور بقولین میں عزاداری ہوتی ہے؟

ج: ہاں۔

س: بتایئے بنکاک میں اس وقت شیعوں کی تعداد کتنی ہے؟

ج: تقریباً پچیس سو (۲۵۰۰) نفر ہے۔

س: کیا ترکستان، قفقاز، تبت اور چین میں عزاداری ہوتی ہے؟

ج: ہاں۔

س: بتایئے قفقاز کے کن شہروں میں بڑی شدومد سے عزاداری برپا ہوتی ہے؟

ج: اننذ، تجوان، ایروان، باکو، تعلیس وغیرہ میں۔

س: بتایئے ترکستان کے کن بڑے شہروں میں عزاداری ہوتی ہے؟

ج: اننذ، خیوۃ، عشق آباد، مرد، سمرقند، تاشقند اور بخارا میں۔

خاکِ کربلا

س: بتایئے افغانستان میں شیعانِ علیؑ کی کتنی تعداد ہے؟

ج: گیارہ لاکھ۔

س: زیادہ تعداد افغانستان کے کن شہروں میں ہے؟

ج: قندھار، ہرات، پشاور، کابل، مزار شریف اور جلال آباد۔

س: بتایئے افغانستان میں کس بادشاہ نے عزاداری کو زیادہ تقویت پہنچائی؟

ج: تیرھویں صدی میں سلطان محمود نے۔

س: بتایئے کس تاریخ کو زمین کا فرش بچھایا گیا؟

ج: ۲۵ ذیقعد کو۔

س: کیا مٹی کھانا حرام ہے؟

ج: ہاں! حرام ہے۔

س: کیا خاکِ کربلا کا کھانا بھی حرام ہے؟

ج: نہیں۔

س: خاکِ کربلا کتنی کھانی جائز ہے؟

ج: دورتی (الارض والتربة الحسينيه)

س: کیا شیعہ امامیہ کے عقیدے کے مطابق خاکِ کربلا سے شفاء ہوتی ہے؟

ج: جی ہاں۔

س: کیا خاکِ کربلا پر سجدہ کرنا جائز ہے؟

ج: ہاں۔ خاکِ کربلا پر سجدہ کرنا جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔

س: خاکِ کربلا کو بطور سجدہ گاہ میں استعمال کرنے کی عادت کب سے ہوئی؟

ج: جب جنگ اُحد میں جناب حمزہ ابن عبدالمطلب کو شہید کر دیا گیا تو سرور کائنات کے لیے یہ ایک عظیم سانحہ تھا۔ سرور کائنات نے اُمت مسلمہ کی مستورات کو جناب حمزہ کے گھر جا کر ماتم کرنے کا حکم دیا۔ جناب حمزہ کے احترام و عزت میں اتنا وسیع پیمانے پر جو اہتمام کیا گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے جنابِ حمزہ کے مزار سے مٹی لے کر تبرکاً اس پر اللہ کا سجدہ کرنا شروع کر دیا اور مزارِ حمزہ سے مٹی لے کر اس کی تسبیحیں تیار کرنے لگے۔ حتیٰ کہ بنت رسولؐ جنابِ فاطمہؑ نے حیاتِ نبیؐ ہی میں اس عمل کا آغاز کیا تھا اور پھر بعض دیگر مسلمانوں نے اس کی پیروی کی۔ جنابِ حمزہ کا لقب سید الشہداء معروف ہو گیا۔ سرور کونینؐ جناب حمزہ کو اسد اللہ اور اسد الرسول کے لقب سے پکارتے تھے۔

س: بتائیے خاکِ کربلا کو شہرت کیسے حاصل ہوئی؟

ج: جنابِ حمزہ سید الشہداء تھے۔ میدانِ احد میں دفن ہوئے۔ مسلمان سجدہ خالق جناب حمزہ کے مزار کی مٹی پر کیا کرتے تھے۔ جب نواسئہ رسولؐ میدانِ کربلا میں شہید ہوئے تو آپ سید الشہداء ہو گئے تو اس لیے لوگوں نے آپ کی مٹی کو بطور سجدہ گاہ استعمال کرنا شروع کر دیا۔ (الارض والتربہ الحسینیہ، ص ۹۳)

س: بتائیے خاکِ کربلا کا سب سے پہلے استعمال کس نے کیا؟

ج: خاکِ کربلا کا سب سے پہلے استعمال نواسئہ رسولؐ کے فرزند ارجمند امام چہارم

علی ابن حسین زین العابدین علیہ السلام نے کیا۔ جب آپ اپنے شہید والد' اپنے اقرباء واعزہ اور انصار کے دفن سے فارغ ہو چکے تو آپ نے ایک مٹھی بھر مٹی اس جگہ سے اٹھائی جہاں نواسہ رسولؐ کا تیروں' تلواروں' نیزوں اور پتھروں سے پارہ پارہ جسم اطہر رکھا ہوا تھا۔ آپ نے اس مٹی کو تھیلی میں رکھا۔ اس مٹی سے آپ نے ایک سجدہ گاہ اور ایک تسبیح بنائی۔ یہی وہ تسبیح تھی جو آپ ہاتھ میں لیے ہوئے دربارِ یزید میں پیش ہوئے اور تسبیح کو رسن بستہ ہاتھ میں گھمار ہے تھے تو یزید نے پوچھا کہ آپ ہاتھ میں کیا چیز گھمار ہے ہیں تو آپ نے جواب میں اپنے جدامجد سرورکونینؐ کی حدیث پڑھ کر سنائی۔

جو شخص صبح کے وقت تسبیح ہاتھ میں لے کر ایک مخصوص دعا پڑھ لے' تو بعد میں وہ شخص تسبیح نہ بھی کرے جب تک تسبیح اس کے ہاتھ میں رہے گی اس کے نامہ اعمال میں ثواب لکھا جائے گا۔

س بتائیے خاکِ کربلا پر سجدہ کرنے سے کتنے حجاب عبور ہوتے ہیں اور ان حجاب سے کیا مراد ہے؟

ج خاکِ کربلا پر سجدہ ہفت حجاب کو بھی عبور کر جاتا ہے۔ہفت حجاب سے مراد گندی خصلتیں اور بری عادات میں جو اجابت دعا میں مانع ہوتی رہتی ہیں اور جو نفسِ انسان کو نورِ حق کے اخذ کرنے میں رکاوٹ ہوتی ہیں اور وہ یہ ہیں:

نمبر ا کینہ' نمبر ۲ حسد' نمبر ۳ لالچ' نمبر ۴ غصب' نمبر ۵ حماقت' نمبر ۶ فریب' نمبر ۷ خود پسندی۔

س بتائیے خاکِ کربلا پر سجدہ کرنے سے کون سی چھ خصوصیات حاصل ہوتی ہیں؟

ج ا-دانش ۲-عزمِ صمیم ۳-بردباری ۴-نرم دلی ۵-شرافت طبع ۶-شرم وحیا

موتِ معاویہ اور یزید کی ولی عہدی

س: معاویہ کی وفات کب ہوئی؟

ج: رجب ۶۰ ھ دوسرے ہفتے میں۔

س: یزید نے حکومت کیسے سنبھالی؟

ج: باپ کی وصیّت کے مطابق اس کا بیٹا یزید سریرِ خلافت پر متمکن ہوا۔

س: بتائیے یزید نے اقتدار پر قبضہ کرنے کے بعد کون سا کام کیا؟

ج: اقتدار پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے پہلا کام یہ کیا کہ مدینہ کے حاکم ولید بن عتبہ کو ایک خط لکھا جس میں اپنے باپ کے مرنے کی خبر دی اور بیعت کا مطالبہ ان الفاظ میں کیا:

معاویہ کا انتقال ہوگیا ہے اور اس نے مجھے وصیّت کی ہے کہ آل ابوتراب کو ان کی جسارتوں اور خونریزیوں سے باز رکھوں...... لٰہذا جوں ہی میرا یہ خط تمہیں ملے تو تم فوراً تمام اہل مدینہ سے میرے لیے بیعت لے لو اور خاص طور پر حسینؑ بن علیؑ، عبداللہ بن عمر، عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور عبداللہ بن زبیر سے نہایت مضبوط طریقے سے بیعت لو۔ جس میں کسی قسم کی لچک اور اختیار ان کے لیے موجود نہ ہو، پس جو شخص ان میں سے انکار کرے تو اسے قتل کر دو اور اس کا سر میری طرف بھیج دو'۔

س: بتائیے ولید کا قاصد کون تھا جس نے ان مذکورہ بالا افراد کو ولید کا پیغام دیا؟

ج: عمرو بن عثمان تھا۔

س: بتائیے آپ کے ساتھ دربار ولید میں کتنے آدمی گئے تھے؟

ج: آپ ۳۰ افراد کے ساتھ دربارِ ولید میں پہنچے۔

س: جب حسین علیہ السلام اپنے انصار کے ساتھ دربارِ ولید میں پہنچے تو اس وقت ولید کے پاس کون بیٹھا تھا؟

ج: مروان۔

س: بتائیے جب ولید نے یزید کی بیعت کے لیے کہا تو حسین علیہ السلام نے یزید کو کون سا جواب دیا تھا؟

ج: آپ نے فرمایا: اے حاکمِ وقت مجھ جیسے شخص سے مخفی طور پر بیعت لینا مناسب نہیں بلکہ بہتر ہے کہ اعلانیہ طور پر اور تمام لوگوں کے سامنے یہ کام ہونا چاہیے تاکہ دوسروں کو بھی اس کا علم ہو جائے۔ پس کل صبح کو جب تم دوسرے لوگوں کو بلاؤ تو ہمیں بھی ساتھ بلا لینا تاکہ سارا کام ایک ہی مرتبہ ہو جائے۔

س: امامؑ کے الفاظ کے بعد ولید نے کیا کہا تھا؟

ج: اے فرزندِ رسولؐ، خدا کی قسم! آپ نے بہت ہی اچھی بات کہی ہے اور میں آپ کی رائے سے متفق ہوں' لہٰذا اب آپؑ تشریف لے جائیں اور دوسرے لوگوں کے ہمراہ ہمارے پاس آئیں۔

س: بتائیے ولید کے اس جواب پر مروان نے ولید کو کیا مشورہ دیا تھا؟

ج: اے ولید' اگر اس وقت حسینؑ بیعت کیے بغیر تمہارے ہاتھ سے نکل گئے تو پھر کبھی ایسا موقع حاصل نہ ہوگا۔ جب تک کہ طرفین سے بہت سے لوگ قتل نہ ہو جائیں۔ بہتر یہی ہے کہ ان کو ابھی گرفتار کر لو اور یہاں سے باہر نہ جانے دو' اگر بیعت نہ کریں تو انھیں قتل کر ڈالو۔

س: بتائیے امام حسینؑ نے مروان کے گستاخانہ الفاظ کے بعد مروان کو کیا کہا تھا؟

ج: یا ابن الزرقاء اے نیلی آنکھوں والی عورت کے بیٹے' تیری کیا مجال ہے کہ تو میرے قتل کا حکم دے۔ اگر تجھ میں جرأت ہے تو مرد بن کر سامنے آ' یہ کہہ کر

امام حسینؑ نے ولید کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

ایھا الامیر انا اھل بیت النبوۃ ومعدن الرسالۃ ومختلف الملائکہ ومھبط الرحمۃ بنافتح اللہ وبنا ختم اللہ ویزید رجل فاسق شارب الخمر قاتل النفس المحترمۃ معلق بالفسق ومثلی لا یبایع مثلہ ولکن نصبح وتصبحون وننظرون اینا احق بالخلافۃ والبیعتہ!

اے حاکم وقت...... ہم اہل بیت نبوت ہیں اور معدن رسالت بھی ہیں اور ہمارا گھر ملائکہ کی آمدورفت کا مرکز اور رحمت الٰہی کے نزول کا محل ہے' خالق نے ہم ہی سے تخلیق کائنات کا آغاز کیا ہے اور ہم ہی پر ختم کرے گا...... باقی رہا یزید کی بیعت کا مسئلہ......تو یزید ایک فاسق' شراب خور اور قاتل انسان ہے۔ بھلا مجھ جیسا شخص اس جیسے شخص کی بیعت کر سکتا ہے' لیکن پھر بھی صبح ہونے دو تا ہم سوچ لیتے ہیں اور تم بھی سوچ لو کہ ہم میں سے خلافت وبیعت کا زیادہ حق دار کون ہے؟

- س: بتایئے مروان نے امامؑ کو کون سا مشورہ دیا؟
- ج: تم یزید کی بیعت کر لو اس میں تمہارے لیے دین و دنیا کی بھلائی ہے۔
- س: بتایئے امامؑ نے اس کو کون سا جواب دیا؟
- ج: آپ نے فوراً یہ الفاظ ورد زبان کیے: انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ کلمہ استرجاع پڑھ کر امامؑ نے مروان کے جواب میں یوں فرمایا: **وعلی الاسلام السلام اذا بلیت اللامنہ براع مثل یزید**۔ یعنی جب اُمت پیغمبر یزید جیسے شخص کی سلطنت کا شکار ہو جائے تو پھر اسلام کا فاتحہ پڑھنا چاہیے۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے مروان سے خطاب کر کے فرمایا:

یامروان یزید رجل فاسق لقد قلت شططًا من القول وزیلًا ولا الومك فانك اللعین الذین لعنك رسول اللّٰہ وانت فی صلب ابیك الحكم بن العاص.

اے مروان! کیا تو مجھے یزید کی بیعت کرنے کی نصیحت کرتا ہے حالانکہ یزید فاسق و فاجر شخص ہے تو نے نہایت غلط اور گمراہ کن بات کی ہے۔ البتہ میں تجھے تیرے اس اندازِ فکر پر ملامت نہیں کرتا کیونکہ تو لعین شخص ہے جسے خود رسولؐ نے موردِ لعن و مذمت قرار دیا ہے حالانکہ تو اس وقت اپنے باپ "حکم بن عاص" کی صلب میں تھا۔

س: حسین علیہ السلام نے قبر رسولؐ پر کیا کہا تھا؟

ج: آپؑ نے عرض کیا:

السلام علیك یارسول اللّٰہ انا فرخك وابن فرختك فاطمه الزهراء

سلام ہو آپ پر اے رسولؐ خدا میں تمہاری لختِ جگر فاطمۃ الزہراؑ کا بیٹا حسینؑ ہوں۔

نانا! گواہ رہنا انھوں نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا ہے۔

س: بتایئے قبر رسولؐ کے بعد حسینؑ کس کی قبر پر پہنچے؟

ج: آپ قبرِ مادر پر آئے اور سلام کیا..... اماں میرا آخری سلام قبول فرمایئے۔

سلام کا جواب بی بی نے یوں دیا:

علیك السلام یامظلوم الام ویاشهید الام ویاغریب الام

تمہیں بھی میرا سلام پہنچے۔ اے ماں کے مظلوم و بے کس اور ماں کے شہید و

غریب بیٹے۔

س: بتایئے امام حسینؑ نے مدینہ سے روانگی کب کی تھی؟

ج: ۶۰ ہجری ماہ رجب' ۲۸ تاریخ کو۔

س: بتایئے حسینؑ کا نام کس نے تجویز کیا اور کس مناسبت سے رکھا؟

ج: حضرت جبریلؑ نے آ کر یہ پیام سنایا:

ان علیاً منك بمنزلة هارون من موسٰی فسمه یابن هارون

حضرت علیؑ کو آپ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون کو حضرت موسٰی سے تھی۔ لہٰذا ان کے بیٹے والا نام رکھوان کا نام ''شبیر'' تھا۔ آپ عربی میں ان کا نام ''حسین'' رکھیں۔ (امالی شیخ صدوق' ص۸۲)

س: بتایئے کتنے بچے چھ ماہ کے پیدا ہوئے اور زندہ رہے ہوں؟

ج: حضرت امام حسین علیہ السلام' حضرت عیسٰی بن مریمؑ' حضرت یحییٰ بن زکریا۔

س: بتایئے امام حسین علیہ السلام کی غذا کیا تھی؟

ج: آپؑ کو رسولؐ خدا اپنی زبانِ مبارک چوساتے تھے۔

س: بتایئے حضرت امام حسین علیہ السلام نے جنابِ سیدہؑ یا کسی اور مستور کا دودھ پیا؟

ج: آپ نے کسی کا بھی دودھ نہیں پیا (الدمعۃ الساکبہ' ص ۲۶۱' الکامی' ص۲۵۳' طبع ایران)

س: ولادتِ حسینؑ پر خداوند عالم نے کون سا حکم دیا تھا؟

ج: ولادتِ حسینؑ پر خداوند نے مالک داروغہ جہنم کو حکم دیا کہ اس مولود کی کرامت میں آتش جہنم کو آج خاموش کر دو اور رضوان جنت کو حکم دیا کہ جنت کی

آرائش کو دوبالا کر دو، حورالعین کو حکم دیا کہ اپنی آرائش جمال میں اضافہ کرد اور فرشتوں کو حکم دیا کہ مزید تسبیح و تقدیس کرو۔

س بتائیے ولادتِ حسینؑ پر رسولؐ خدا نے جناب زہراؑ سے تعزیت کی تھی؟

ج ہاں! **قصناها وعزاها فبكت فاطمة** ۔ اور اس مولود مسعود کی مبارک باد پیش کی اور تعزیت بھی ادا فرمائی جس پر جناب سیدہؑ رونے لگیں تو اس وقت جنابِ رسولؐ خدا نے لعن کی۔

لعن الله قوماهم قاتلوك يابني......

اے بیٹا خدا اس قوم پر لعنت کرے جو تجھے قتل کرے گی۔

نوٹ: جس مظلوم پر رسولؐ اکرم نے قتل شہادت بلکہ بوقت ولادت بھی گریہ و بکا کیا ہو بعداز شہادت اس کی مظلومیت پر اہل ایمان کیوں اشک غم نہ بہائیں۔

روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

س بتائیے جناب زہراؑ نے اپنے بیٹوں کو فضائل و کمائل وراثت میں دینے کے لیے رسولؐ خدا سے کہا تو آپ نے کون سے فضائل ودیعت فرمائے؟

ج آنحضرتؐ نے فرمایا: حسنؑ کے لیے میری ہیبت و سرداری ہے اور حسینؑ کے لیے میری جرأت و دلیری اور سخاوت ہے۔ یہ حسینی جرأت و بہادری کا ہی کرشمہ ہے کہ

سرداد نداد دست دردست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسینؑ

س **الحسن والحسين ريحانتاى من الدنيا** ''حسن اور حسین علیہم السلام

دنیا میں میرے دو پھول ہیں' یہ کس کا فرمان ہے؟

ج: یہ فرمان سرور کائناتؐ کا ہے۔

س: بتایئے جب حضورؐ نے امام حسینؑ کے رونے کی آواز سنی تو آپؐ نے کیا فرمایا تھا؟

ج: آپؐ نے جناب سیدہؑ سے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حسینؑ کے رونے سے مجھے اذیت ہوتی ہے۔

س: کیا آپؐ نے اپنے بیٹے ابراہیم کو امام حسینؑ پر قربان کیا' اس کی وضاحت کریں؟

ج: ہاں...... ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ میں بارگاہ رسالتؐ میں موجود تھا۔ آنحضرتؐ کا فرزند ابراہیم آپؐ کی بائیں ران پر اور نواسہ حسینؑ دائیں ران پر بیٹھا تھا۔ آپؐ کبھی اسے بوسے دیتے اور کبھی اسے۔ اسی اثنا میں جناب جبریل پروردگار عالم کی وحی لے کر نازل ہوئے۔ جب آنحضرتؐ کی حالت وحی ختم ہوئی۔ تو ارشاد فرمایا ابھی ابھی میرے پاس جبرئیلؑ میرے پروردگار کا یہ پیغام لے کر آئے ہیں کہ خدا' تحفہ درود وسلام کے بعد ارشاد فرماتا ہے کہ میں ان دونوں کو زندہ رکھنا نہیں چاہتا۔ لہٰذا ایک کو دوسرے پر قربان کیجیے۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے اپنے بیٹے ابراہیم کی طرف دیکھا اور رو کر فرمایا کہ ابراہیم کی ماں کنیز ہے۔ اگر یہ مرگیا تو اس پر مجھے ہی حزن و ملال ہوگا لیکن حسینؑ کی ماں فاطمہؑ اور باپ علیؑ ہے۔ جو میرا عم زاد اور میرا گوشت پوست ہے لہٰذا حسینؑ کی موت پر میری بیٹی' میرا بھائی اور میں خود سب سوگوار ہوں گے۔ اس لیے میں تنہا اپنے حزن کو ان دونوں کے رنج و الم پر ترجیح دیتا ہوں۔ پھر جبرئیل کو خطاب کر کے فرمایا۔ جبرئیلؑ! میں ابراہیم کو حسینؑ پر قربان

کرتا ہوں۔ چنانچہ اس واقعہ کے تین دن بعد ابراہیم کا انتقال ہو گیا۔
(الدمعۃ الساکبہ، ص۲۶۴، نفس المہموم، ص۱۲، ۱۳)

س بتائیے جب رسولؐ خدا نے وفات پائی حسینؑ کی عمر کتنی تھی؟

ج سات سال۔

س بتائیے امیرالمومنینؑ نے اپنے بیٹے کے سامنے اپنے کون سے فضائل پڑھے؟

ج اے حسینؑ! میں مومنوں کا امیر، صادقین کی زبان، وزیر مصطفیٰ، خازن علم خدا اور سابقین الی الجنۃ کا قائد ہوں۔ میں وہ ہوں جس کا چچا حضرت حمزہ سیدالشہداء جنت میں ہے۔ میں وہ ہوں جس کا بھائی جعفر طیار بھی جنت میں ہے۔ میں خدا کی حبل متین، میں خدا کی لسان ناطق، میں خلق خدا پر اس کی حجت میں خدا تک پہنچنے کا دروازہ، میں خدا کا وہ گھر ہوں کہ جو اس میں داخل ہو جائے (عذاب الٰہی سے) مامون ہو جاتا ہے۔ جو شخص میری ولایت و محبت کے دامن کے ساتھ متمسک ہوگا، آتش جہنم سے محفوظ رہے گا۔ میں بیعت توڑنے والوں (اصحاب جمل) حق سے منہ موڑنے والوں (اصحاب صفین) اور دین سے خارج ہونے والوں (اصحاب نہروان) ''ناکثین، قاسطین، مارقین'' سے جہاد کرنے والا ہوں۔ میں یتیموں کا سرپرست، میں بیواؤں کا ملجا، میں وہ ہوں جس کی ولایت کا قیامت کے دن لوگوں سے سوال ہوگا۔ میں نبا عظیم ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے ذریعہ خدا نے بروز غدیر خم اپنے دین کو کامل کیا تھا۔ میں آئمہ طاہرینؑ کا والد ہوں۔ میں وہ ہوں جس نے (حالت رکوع میں) انگوٹھی راہ خدا میں دی۔ میں وہ ہوں جس نے شب ہجرت، بستر رسولؐ پر سو کر اپنی جان نثاری کا ثبوت دیا۔ میں خدا کا ترجمان، میں علم خدا کا خازن اور میں قسیم جنت و نار ہوں۔

س: کیا اس کے بعد حسینؑ نے بھی اپنے فضائل پڑھے؟

ج: ہاں! اے بابا بزرگوار میں حسینؑ ہوں جو اس علی ابن ابی طالب کا بیٹا ہے (جس کے فضائل آپ نے خود فرمائے) میری ماں وہ فاطمہ زہراءؑ ہیں جو تمام عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں اور میرے نانا محمد مصطفیٰؐ ہیں جو بلاشک تمام بنی آدم کے سردار ہیں۔) بابا جان! میری مادر گرامی خدا اور تمام خلق کے نزدیک آپ کی والدہ سے افضل ہیں اور میرے نانا بزرگوار خلق خدا کے نزدیک آپؑ کے نانا سے افضل ہیں۔ اور میں وہ ہوں جس سے جھولے میں جبرئیلؑ نے باتیں کیں اور اسرافیلؑ نے ملاقات کی۔ بابا جان! آپ خدا کے نزدیک یقیناً مجھ سے افضل ہیں۔

اس کے بعد جناب امیرؑ نے دست شفقت بیٹے پر پھیرتے ہوئے فرمایا:
زَادَكَ اللّٰهُ شَرَفًا وَفَخرًا

اور علم و حلم میں اضافہ فرمائے۔ اور تمہارے اوپر ظلم کرنے والوں پر لعنت کرے۔ (القطرہ من بحار مناقب العترۃ، طبع نجف، ص ۱۷۵)

تجھ سے کروں موازنہ مجھ میں یہ دم نہیں
مولا تیرا حسینؑ بھی کچھ تجھ سے کم نہیں

حضرت امام حسینؑ کی ازواج اور اولاد

س: جناب بی بی شہر بانو کون تھیں؟

ج: آپ حضرت امام حسینؑ کی بیوی تھیں۔ عادل نوشیرواں کی پوتی تھیں۔ مشہور روایت یہی ہے کہ آپ خلیفہ دوم کے زمانہ میں قید ہوکر مدینہ آئیں۔ امام حسینؑ کی زوجیت کے شرف عظیم سے مشرف ہوئیں۔ لیکن شیخ مفید علیہ الرحمہ،

'ص ۸۰ سے پتا چلتا ہے کہ یہ بی بی حضرت امیر کی ظاہری خلافت کے دوران آئیں۔

س بتایئے ان کے بطن مبارک سے کون متولد ہوئے؟

ج آپ کے بطن مبارک سے چوتھے امام زین العابدینؑ پیدا ہوئے۔

س کیا یہ بی بی کربلا میں موجود تھی؟

ج اس بی بی کی واقعہ کربلا سے پہلے وفات ہوچکی تھی۔ (بحارالانوار' ج ۱۱' ص ۳)

س بتایئے ام لیلیٰ کے فرزند ارجمند کا نام کیا ہے؟

ج شہزادہ علی اکبرؑ۔

س کیا ام لیلیٰ کربلا میں موجود تھیں؟

ج ہاں! کربلا میں موجود تھیں۔

س بتایئے جناب رباب بن امراء القیس بن عدی الکلبیہ کون تھیں؟

ج آپ حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیوی تھیں اور حضرت سکینہ بنت الحسینؑ اور عبداللہ بن الحسین (مشہور نام علی اصغر) کی والدہ ماجدہ ہیں۔

س بتایئے جنابِ رباب کربلا میں موجود تھیں؟

ج آپ کربلا میں موجود تھیں۔

س بتایئے جنابِ رباب واقعہ کربلا کے بعد کتنی دیر زندہ رہیں؟

ج آپ شہادتِ حسینؑ کے بعد ایک سال تک زندہ رہیں۔

س آپ نے غمِ حسینؑ میں کون سا انوکھا کام کیا؟

ج آپ شہادتِ حسینؑ کے بعد کبھی بھی سایہ میں نہیں بیٹھیں (منتخب التواریخ' ص ۲۳۸)

س بتایئے محترمہ ام اسحاق بنت طلحہ بن عبداللہ المیمیہ کون تھیں؟

ج آپ حضرت امام حسینؑ کی زوجہ محترمہ ہیں اور فاطمہ بنت الحسینؑ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ ان کے والد طلحہ وہی ہیں جو برادران اسلامی کے نزدیک عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔ یہ محترمہ بی بی پہلے امام حسنؑ کی زوجیت میں تھیں۔ شہزادہ حسین بن حسنؑ اور طلحہ بن الحسنؑ انھی کے بطن سے متولد ہوئے۔

(منتخب التواریخ، ص ۲۳۸)

س بتایئے مکرمہ قضاعیہ کون تھیں؟

ج آپ زوجہ امام حسینؑ ہیں اور شہزادہ جعفر بن الحسینؑ کی والدہ ماجدہ ہیں۔

س بتایئے امام حسینؑ کے کتنے بیٹے اور بیٹیاں تھیں؟

ج آپ کے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں:

حضرت علی بن الحسین (امام زین العابدین)، شہزادہ علی اکبر، شہزادہ عبداللہ (علی اصغر)، شہزادہ جعفر بن الحسینؑ، جناب فاطمہؑ خاتون، جناب سکینہؑ خاتون (شیخ مفید، اعلام الوریٰ طبرسی، عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب، جلاء العیون مجلسی، منتہی الامال)

س بتایئے شہزادہ جعفر بھی کربلا میں موجود تھا؟

ج آپ مدینہ میں طبعی موت سے وفات پا چکے تھے اس لیے کربلا میں شہید نہیں ہوئے۔

س امام حسین علیہ السلام کی نسل کن سے بڑھی؟

ج آپ کی نسل چوتھے امام زین العابدینؑ سے بڑھی کیونکہ آپ کربلا میں شہید نہیں ہوئے تھے۔

س یزید پلید کے کتنے بیٹے تھے؟

ج یزید پلید کے چودہ بیٹے تھے۔

س بتایئے فاطمہ دختر حسینؑ کا عقد کن سے ہوا؟

ج آپ کا عقد شہزادہ حسنؑ مثنیٰ سے ہوا تھا اور ان کے بطن سے تین صاحبزادوں نے جنم لیا: ا-عبداللہ المحض، ۲۔ابراہیم الضمر، ۳-حسن المثلث۔

حیاتِ حسینؑ

س بتایئے امام حسینؑ کی عمر کتنی تھی؟

ج آپؑ کی عمر ستاون برس اور کچھ ماہ ہے۔

س آپؑ نے اپنے نانا کی زیارت کتنے سال کی؟

ج آپؑ سات برس کے تھے جب آپؑ کے شفیق نانا کا انتقال ہوگیا۔

س آپ نے اپنے بابا علیؑ کا دور کتنے سال دیکھا؟

ج آپ نے چھتیس (۳۶) سال بابا علیؑ کی رفاقت میں گزارے کہ آپؑ کے بابا نے شہادت کا جام نوش فرمایا۔

س کتنے برس اپنے برادر حسنؑ کی معیت میں گزارے؟

ج آپ نے چھیالیس (۴۶) سال امام حسنؑ کی معیت میں گزارے۔

س آپؑ کی ظاہری امامت کی مدت کتنے برس ہے؟

ج آپؑ کی ظاہری امامت کی مدت دس برس اور کچھ ماہ ہے۔

س جناب سرور کائناتؐ کی وفات کس سن ہجری کو ہوئی؟

ج آپؐ نے ۱۱ ہجری میں وفات پائی۔

س: بتائیے جب ایک وقت میں دو امام اکٹھے ہو جائیں تو حکم کس کا چلے گا؟

ج: جب ایک وقت میں دو امام اکٹھے ہو جائیں تو حکم اس کا چلے گا جو ظاہری امامت پر فائز ہو گا اور دوسرا ساکت و صامت رہے گا۔

س: بتائیے جب معاویہ اپنے بیٹے یزید کے لیے لوگوں سے بیعت لے رہا تھا تو اس وقت بی بی عائشہ نے معاویہ کو کیا کہا تھا؟

ج: معاویہ منبر رسولؐ پر بیٹھ کر لوگوں سے اپنے بیٹے یزید سے بیعت لے رہا تھا کہ جنابِ عائشہ نے اپنے حجرہ سے سر باہر کر کے کہا: خاموش، خاموش! کیا تم سے پہلے خلفاء نے بھی کبھی اپنے بیٹوں کے لیے بیعت لی تھی؟

معاویہ نے کہا: نہیں۔

جناب عائشہ نے کہا: پھر تم کس کی پیروی کر رہے ہو؟

یہ سن کر معاویہ شرمسار ہوا اور منبر سے نیچے اتر آیا۔

س: بتائیے بی بی عائشہ کی وفات کیسے ہوئی؟

ج: وبنی لها حفرة فوقعت فيها وماتت معاویہ نے بی بی عائشہ کے لیے ایک گڑھا کھدوایا جس میں گر کر وہ جان بحق ہو گئیں۔ (حبیب السیر، جلد اول، جزو ۳، ص ۸۵)

کامل السفینہ سے نقل کیا گیا ہے کہ ۵۸ھ میں معاویہ بن ابی سفیان اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لینے کی غرض سے مدینہ گیا اور حضرت امام حسینؑ، عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور عبداللہ بن زبیر کو پریشان کیا۔ جنابِ عائشہ نے اس کی سرزنش کی۔ معاویہ نے اپنی رہائش گاہ میں ایک کنواں کھدوایا اور اس کا دہانہ خس و خاشاک سے بند کر دیا اور اس پر آبنوس کی کرسی رکھ دی۔ اس کے بعد عائشہ کو کھانے کے بہانے سے طلب کیا۔ جب وہ آئیں تو ان کو اسی کرسی

پر بٹھایا۔ وہ فوراً کنوئیں میں گر گئیں۔ معاویہ نے چونہ سے اسے بند کرا دیا اور خود مکہ کی طرف چلا گیا۔

س: بتائیے معاویہ کا انتقال کس تاریخ کو ہوا؟

ج: امیر شام ۲۲ رجب ۶۰ ھ کو پورے چالیس سال بادشاہی کرنے کے بعد پچاس سال کی عمر میں اپنے اصلی مقام کی طرف انتقال کر گیا۔

س: بتائیے شہادت حسینؑ کے علل و اسباب (back ground) کیا تھے؟

ج: شہادتِ حسینؑ کے اسباب مندرجہ ذیل تھے:

۱- شہادتِ حسینؑ کا پہلا سبب واقعہ عقبہ ہے۔

۲- شہادتِ حسینؑ کا دوسرا سبب تبلیغ سورہ برأت ہے۔

۳- شہادتِ حسینؑ کا تیسرا سبب واقعہ غدیر خم ہے۔

۴- چوتھا سبب تخلف از جیش اسامہ ہے۔

۵- پانچواں سبب واقعہ قرطاس ہے۔

۶- شہادتِ حسینؑ کا چھٹا سبب جنازہ رسولؐ کی تاخیر سے تدفین اور صحابہ کرام کا میتِ رسولؐ پر حاضر نہ ہونا ہے۔

۷- شہادتِ حسینؑ کا ساتواں سبب سقیفہ بنی ساعدہ ہے۔

۸- شہادتِ حسینؑ کا آٹھواں سبب حضرت امیر کی گرفتاری ہے۔

۹- شہادتِ حسینؑ کا نواں سبب خانہ علیؑ و بتولؑ کو آگ لگانے کی حضرت عمر کی دھمکی ہے۔

۱۰- شہادتِ حسینؑ کا دسواں سبب جناب سیدہؑ کی محرومی اپنے باپ کی وراثت ہے۔

۱۱- شہادتِ حسینؑ کا گیارھواں سبب بنی امیہ کی اسلامی عہدوں پر تقرری ہے۔

۱۲- شہادتِ حسینؑ کا بارھواں سبب امیر شام معاویہ ہے۔

۱۳- شہادتِ حسین کا تیرھواں سبب شورای ہے۔

۱۴- شہادتِ حسینؑ کا چودھواں سبب خلافتِ عثمان ہے۔

۱۵- شہادتِ حسینؑ کا پندرھواں سبب حضرت عائشہ کا دامادِ رسولؐ سے جنگ کرنا۔

۱۶- شہادتِ حسینؑ کا سولھواں سبب خلافت یزید ہے۔

س: بتائیے وہ کون سی عالم تھے جو یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے؟

ج: ابن تیمیہ حرانی کہتا ہے (لا یجوز لعن یزید ولا تکفیره فانه من جملة المومنین) کہ یزید پر لعنت کرنا اور اس کی تکفیر کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ وہ مومنین میں سے ایک مومن ہے۔ (منہاج السنہ)

س: اہلسنت کے عالم ابن العربی نے یزید کی حمایت میں کون سی بات کہی؟

ج: لم یقتل یزید الحسینؑ الا لسیف جده

یزید نے حسینؑ کو قتل نہیں کیا...... مگر انہیں کے جد کی تلوار کے ساتھ۔

(مجاہد اعظم، ج ا، ص ۳)

س: بتائیے ملا علی قاری نے حسینؑ کے بدترین دشمن کے متعلق کیا کہا؟

ج: اہل سنت کے عالم ملا علی قاری کہتے ہیں: (ان الامر بقتل الحسینؑ بل قتله لیس موجبا للعنه علی مقتضی مذهب اهل السنة)

امام حسینؑ کے قتل کا حکم دینا بلکہ ان کو قتل کرنا بھی اہل سنت کے مذہب کے

مطابق کفر نہیں ہے۔ (شرح بدء الامالی)

یزید کون تھا؟

س: معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو کیا مشورہ دیا تھا؟

ج: **لا تفعل نهارًا لئلا تهون فی اعین الناس.**

بیٹا دن کو شراب نہ پیا کرو تا کہ لوگوں کی نگاہوں میں تمہاری قدر و منزلت نہ گر جائے۔

س: بتایئے اس فعل شراب پر یزید نے اپنے باپ کو کیا جواب دیا؟

ج: **فان حرمت یوما علی دین احمدؐ- فخذها علی دین مسیح بن مریم.**

اگر دین احمدؐ میں شراب نوشی حرام ہے تو پھر مسیح بن مریم کے دین پر پی لوں۔

ما قال ربك ويل للذى شربوا　　　بل قال ربك ويل للمصلين

خدا نے شراب خوروں کے متعلق ویل الشاربین کہیں نہیں کیا۔ البتہ نماز گزاروں کے متعلق قرآن میں ویل للمصلین موجود ہے۔ (روض الجنان)

س: بتایئے عبداللہ بن حنظلہ (غسیل الملائکہ) نے یزید کے متعلق کون سے ریمارکس دیئے؟

ج: خدا کی قسم ہم نے اس وقت تک یزید کے خلاف آواز بلند نہیں کی جب تک ہمیں یہ خوف دامن گیر نہیں ہوگیا کہ کہیں ہم پر آسمان سے پتھر نہ برسیں۔ کیونکہ وہ ایسا شخص تھا جو اپنی سوتیلی ماؤں اور اپنی بیٹیوں اور بہنوں تک کو نہ چھوڑتا تھا اور شراب علانیہ پیتا تھا اور نماز ترک کرتا تھا۔ (تاریخ الخلفاء سیوطی، ص ۲۰۸ تا ص ۲۰۶)

س: بتایئے مورخ جیل مسعودی نے یزید کے متعلق کیا کہا؟

ج: یزید بڑا عیش و عشرت پسند' شکاری جانوروں' کتوں' بندروں اور چیتوں کا دلدادہ تھا اور شراب خوری کی مجلس جماتا تھا۔

س: بتایئے واقعہ حرہ کیا ہے؟

ج: مدینہ طیبہ کے مشرق میں ایک مقام ہے جس کا نام حرہ ہے۔ یزید کے فوجیوں اور اہل مدینہ کے درمیان جنگ ہوئی۔ یزیدی لشکر کو کامیابی ہوئی۔ انھوں نے اس نتیجہ میں تین روز تک مدینہ کو تخت و تاراج کیا۔ دس ہزار عوام شہید کیے۔ ایک ہزار کنواری لڑکیوں کی عصمت دری کی گئی۔ مسجد نبویؐ میں خچر اور گدھے باندھے گئے۔ تین دن تک مسجد نبویؐ میں نماز و اذان نہ ہوئی۔ (تاریخ طبری)

س: بتایئے امام احمد بن حنبل' علامہ ابن جوزی' جلال الدین سیوطی' علامہ سعد الدین تفتازانی اور سید آلوسی کی یزید کے متعلق کیا رائے ہے؟

ج: اہل سنت کے یہ مایہ ناز علماء یزید کے کفر کے قائل ہیں اور سرے سے اسے مسلمان ہی نہیں مانتے۔ (شہادت حسینؑ' ص ۵۴)

س: بتایئے اہل سنت کے علماء یزید کے جنتی ہونے کی کون سی دلیل دیتے ہیں؟

ج: وہ بخاری کی حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا: (اول جیش من امتی یغزون مدینہ قیصر مغفور لھم) میری اُمت کا پہلا لشکر جو قیصر (بادشاہ روم کے) شہر قسطنطنیہ پر جہاد کرے گا وہ بخشا ہوا ہے۔

س: بتایئے یہ فوج کس کے حکم پر قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوئی؟

ج: ۴۹ھ میں معاویہ نے ایک فوج سفیان بن عوف کی کمان میں قسطنطنیہ بھیجی تھی چونکہ یزید اس لشکر میں شامل تھا۔ لہٰذا مبشر بالجنہ قرار پاتا ہے۔

س بتائیے اس حدیث پر شیعہ علماء کا اتفاق ہے؟

ج اس حدیث پر شیعہ علماء کا اتفاق نہیں ہے۔ کیونکہ اولاً یہ روایت سند کے اعتبار سے مجروح ہے کیونکہ اس کا راوی بدعقیدہ اور بدعملی کے لحاظ سے نا قابل ہے۔ اس سلسلہ کا پہلا راوی اسحاق ہے جو کہ علماء رجال کے نزدیک ضعیف ہے۔ دوسرا اس کا راوی یحیٰ ہے اس کے متعلق تہذیب التہذیب ا (ج ۱۱، ص ۲۰۰۰) میں لکھا ہے:

كان يرمى بالقدير روى عن ابن معين انه ' كان قدريا

اس پر قدری ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے اور ابی معین سے روایت ہے کہ یہ قدر تھا اور جناب رسولؐ خدا کا ارشاد ہے:

القدريه مجوس هذه الامة.

قدریہ میری اُمت کے مجوسی ہیں (شرح مقاصد)۔

تیسرا راوی ثور ہے۔ اس کے متعلق تہذیب (ج ۲، ص ۳۳) پر لکھا ہے کہ یہ شخص قدری المذہب تھا۔ اس کا دادا جنگِ صفین میں معاویہ کی معیت میں مارا گیا۔ لہٰذا جب کبھی وہ حضرت علیؑ کا ذکر کرتا تو کہتا تھا میں ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا جس نے میرے دادا کو قتل کیا ہے۔ اہل حمص نے اس کو قدری ہونے کی وجہ سے شہر بدر کر دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ شخص قدری ہونے کے ساتھ ساتھ دشمن اہل بیتؑ بھی تھا۔ اس لیے ایک قدری و ناصبی کی روایت کیونکر قابلِ قبول ہو سکتی ہے۔

چوتھا راوی اس روایت کا خالد بن معدان ہے۔ اس کے متعلق تہذیب میں ہے "یرسل کثیرًا" کہ یہ شخص روایت نقل کرنے میں ارسال سے بہت کام لیتا تھا۔ اس لحاظ سے بھی یہ نا قابلِ عمل ہو کر رہ جاتا ہے۔ علاوہ بریں ان تمام

راویوں کا دمشقی (شامی) اور حمصی ہونا بھی بری طرح کھٹکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان راویوں نے اپنی طرف سے یا حکومتِ وقت کے اشارے پر ایسی روایات وضع کر کے بلادِ اسلامیہ میں پھیلا دیں۔ جن سے سلاطین وقت کی خوشنودی حاصل ہو سکے۔ ان مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ یہ روایت بالکل وضعی اور جعلی ہے اور نا قابلِ استدلال ہے۔

س: ان مذکورہ بالا استدلال کے علاوہ بھی اس حدیث کے جھوٹے ہونے میں دلائل ہیں تو بیان کریں؟

ج: ہاں۔ فرض محال اسے صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو اس میں پہلے لشکر کی فضیلت وارد ہوتی ہے اور جس لشکر میں یزید شامل تھا وہ پہلا نہ تھا۔ یزید ۵۰ھ میں شامل ہوا حالانکہ اس سے پہلے ۴۲ھ میں ایک مہم مدینہ قیصر قسطنطنیہ کے خلاف روانہ کی جا چکی تھی۔

۲- معاویہ نے یزید کو شرکت کا حکم دیا مگر اس نے سستی سے کام لیا اور کوئی بہانہ بنا کر رہ گیا۔ ادھر لشکر میں بخار اور چیچک کی وباء پھوٹ پڑی۔ جب یزید کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے خوب بغلیں بجائیں۔ جب معاویہ کو پتہ چلا تو اس نے کہا بخدا میں اس کو بھیج کر رہوں گا۔ چنانچہ یزید کو مجبوراً جانا پڑا۔ ان حالات میں یزید کے لیے کیا فضیلت باقی رہ جاتی ہے؟ (کامل، ج ۲، ص ۲۲۷)

۳- اس (بخشش) والے عموم میں یزید کے داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دلیل خاص کے ذریعہ اس سے نکل نہ سکے۔ کیونکہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آنحضرتؐ کا یہ ارشاد کہ وہ (لشکر) بخشا ہوا ہے اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ شامل ہونے والا شخص مغفرت کی قابلیت بھی رکھتا ہے۔ لہٰذا اگر اس لشکر والوں میں سے کوئی شخص بعد میں مرتد ہو جائے تو وہ بالاتفاق اس

(بخشش) کے عموم میں داخل نہ ہوگا۔ (اور چونکہ یزید نے بعد میں وہ افعال قبیحہ کیے ہیں کہ اگر پہلے اس کا اسلام بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر اس کا ارتداد یقینی لازم آتا ہے) لہٰذا وہ اس عموم سے خارج متصور ہوگا۔

۴- شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ''جہاد ماضی کے گناہ دھوتا ہے۔ مستقبل کے گناہوں یا اعمال کو محو نہیں کرتا...... یزید سے بعد میں جو گناہ سرزد ہوئے ان کا حساب کتاب اور جزا و سزا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

۵- اہل سنت کے عالم سبط ابن جوزی نے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

قلنا فقد قال النبیؐ لعن اللّٰہ من اخاف مدیتی والاخر ینسخ الاول......

ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کا ایک ارشاد یہ بھی ہے کہ جو شخص میرے شہر مدینہ کے لوگوں کو خوف زدہ کرے اس پر خدا کی لعنت ہو (اور چونکہ غزوہ قسطنطنیہ کے بعد یزید نے اہل مدینہ کو واقعہ حرہ میں خوف زدہ کیا تھا لہٰذا آخری حدیث نے پہلی کو منسوخ کر دیا)۔

لہٰذا ان مندرجہ بالا استدلال سے اس حدیث کے جعلی ہونے کا پتہ چلتا ہے اور یزید کے جہنمی ہونے کو یہ جعلی حدیث بھی نہ بچا سکی۔

س: یزید کے جہنمی ہونے کے چیدہ چیدہ اسباب کیا ہیں؟

ج: یزید کے جہنمی ہونے کے بہت سارے اسباب ہیں لیکن چیدہ چیدہ یہ ہیں کہ فرزند رسولؐ کا قتل کرنا، شراب کو برسرِ عام پینا، وصی نبیؐ پر لعن وطعن کرنا، خانہ کعبہ کا گرانا، مسلمانوں کا خون بہانا، زنا کاری عام کرنا، خانہ کعبہ میں خچر اور گھوڑے بندھوانا، خانہ خدا میں آگ لگانا، منبر رسولؐ پر پیشاب کرنا۔

(صواعق محرقہ' ص۱۳۲)

س: یزید کے ان مشہور اشعار جس میں اس نے خاندان نبوتؑ (نعوذ باللہ) کی توہین کی ہے؟

ج: ۱- **لیت اشیاخی ببدر شهدوا جزع الخزرج من وقع الاسل.**

کاش میرے بدر والے وہ بزرگ جنہوں نے تیر کھا کر بنی خزرج کی جزع فزع اور اضطراب کو دیکھا تھا...... آج موجود ہوتے۔

۲- **قد قتلنا القوم من ساداتكم وعدلنا ميل بدر فاعتدل**

(اور دیکھئے کہ) ہم نے تمہارے سرداروں میں سے بڑے سردار امام حسینؑ کو قتل کر کے بدر والی کجی کو سیدھا کر دیا ہے۔

۳- **فاهلوا واستهلوا فرحًا ثم قالوا یا یزید لاتشل**

اس وقت خوشی کے مارے ضرور بآواز بلند پکار کر کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں۔

۴- **لست من خندف ان لم انتقم من بنی احمدؐ ما کان فعل**

میں اولادِ خندف سے نہیں ہوں۔ اگر اولادِ احمدؐ سے ان کے کیے کا بدلہ نہ لے لوں۔

۵- **لعبت بنوهاشم بالملك فلا خبر جاء ولا وحی نزل**

بنی ہاشم نے ملک گیری کے لیے ایک ڈھونگ رچایا تھا ورنہ نہ کوئی خبر آسمانی تھی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی تھی۔ (تذکرہ خواص الامۃ' سبط ابن جوزی' ص ۱۴۸)

قافلۂ حسینی کی روانگی

مدینہ منورہ......مکہ......کربلا

س: بتایئے حسینیؑ قافلہ کس تاریخ کو مدینہ سے روانہ ہوا؟

ج: حسینیؑ قافلہ شب ۲۸ رجب ۶۰ھ کو روانہ ہوا۔

س: کیا تمام اولاد ابوطالبؑ کربلا میں پہنچی؟

ج: ہاں۔

س: بتایئے محمد بن حنفیہ اس قافلہ حسینیؑ میں شامل تھا؟

ج: آپ قافلہ کے ہمراہ نہ تھے۔

س: بتایئے حسین علیہ السلام کو کس نے کربلا جانے سے روکا؟

ج: جناب محمد بن حنفیہ، عبداللہ بن عمر، حضرت ام سلمہ اور عبداللہ بن عباس نے۔

س: بتایئے ام سلمہ اور حسینؑ کے درمیان کون سا مکالمہ ہوا؟

ج: جناب ام سلمہ فرماتی ہیں: بیٹے حسینؑ سفر عراق کر کے مجھے غمناک نہ کرو۔ کیونکہ میں نے تمہارے جدامجد کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرا بیٹا عراق میں سرزمین کربلا کے اندر شہید کیا جائے گا اور آپؑ کی قتل گاہ کی مٹی ایک شیشی میں میرے پاس محفوظ ہے جو جناب رسولؐ خدا نے مجھے دی تھی۔

س: بتایئے امام حسینؑ نے اپنی نانی کو کیا جواب دیا؟

ج: امامؑ نے جواب میں فرمایا: اے مادر محترم! میں خود بھی جانتا ہوں کہ میں ظلم و جور سے شہید کیا جاؤں گا۔ مجھے اپنے قاتل اور جائے قتل، وقتِ قتل اور جائے دفن کا بھی علم ہے۔

س: کیا امام حسینؑ نے زمین کربلا کو باعجاز امامت بلند کیا اور اپنی مقتل کو بھی اپنی نانی کو دکھایا؟

ج: آپ نے باعجاز امامت جناب ام سلمہ کو اپنی قتل گاہ دکھائی اور ان کو خاک کربلا شیشی میں عنایت فرمائی۔

س: امامؑ مظلوم نے اپنی نانی کو اور کون سا جواب دیا؟

ج: نانی جان! خدا کی مشیت یہی ہے کہ وہ مجھے مقتول جور و جفا دیکھے اور میرے اہل وعیال کو وطن سے دُور اور اس طرح گرفتار بلا دیکھے کہ بعض ذبح ہوں اور بعض اس طرح قید وبلا میں مبتلا ہوں کہ جب آواز استغاثہ بلند کریں تو کوئی ناصر و مددگار جواب نہ دے۔ جناب ام سلمہ یہ سن کر بہت روئیں اور ان کا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا۔

س: بتایئے امام حسینؑ کی بیٹی جنابِ فاطمہؑ صغریٰ حسینیؑ قافلہ میں شامل ہوئیں؟

ج: آپ کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ علماء کہتے ہیں کہ آپ مدینہ میں ہی رہیں اور کچھ علماء کے نزدیک وہ امامؑ پاک کے ساتھ تھیں۔

س: بتایئے سید الشہداءؑ کی کتنی صاحبزادیاں تھیں؟

ج: آپ کی دو صاحبزادیاں تھیں: فاطمہؑ اور سکینہؑ۔

س: بتایئے ناسخ التواریخ کے مصنف نے اولادِ حسینؑ کے متعلق کیا کہا ہے؟

ج: فرماتے ہیں: میں نے بڑی محنت و مشقت کے بعد جو کچھ کتب سیر و تاریخ سے حاصل کر کے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلام کے چار بیٹے تھے علی اکبرؑ، علی اوسطؑ، علی اصغرؑ اور عبداللہؑ۔ ان میں سے تین شہزادے کربلا میں شہید ہوئے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ جناب فاطمہؑ اور جناب سکینہؑ۔ فرماتے ہیں: فاطمہؑ کو کبریٰ بھی کہا جاتا ہے اور صغریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

فاطمہؑ کبریٰ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ وہ جناب سکینہؑ سے بڑی ہیں۔ فاطمہؑ صغریٰ اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی جد مطہرہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا سے چھوٹی ہیں۔ (ناسخ التواریخ، ج ۶، ص ۴۹۸)

س علامہ محمد بن سلیمان تنکا ابنی کتاب اکلیل المصائب میں کیا فرماتے ہیں؟

ج "وایں کہ میگوئند فاطمۂ صغریٰ در مدینہ ماند وبیمار بود اصلے ندارد".

''یہ جو کہا جاتا ہے کہ جناب فاطمہؑ صغریٰ بیمار تھیں اور مدینہ میں رہ گئی تھیں اس کی کوئی اصلیت اور حقیقت نہیں ہے''۔

س بتایئے جو لوگ جناب صغریٰ کے مدینہ میں رہنے کے قائل ہیں ان کے پاس کون سی دلیل ہے؟

ج یہ لوگ ایک واقعہ کا سہارا لیتے ہیں جو علامہ نے بحار، ص ۲۳۶ میں لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ کی شہادت ہو چکی تو ایک کوا آیا اور اس نے اپنے پروبال کو آنجنابؑ کے خون میں رنگین کیا اور اُڑتا ہوا مدینہ میں فاطمہ صغریٰ دختر امام حسینؑ کی دیوار پر جا بیٹھا۔ جناب فاطمہؑ نے جب اس کی طرف دیکھا تو بہت روئیں......

س کیا علماء محقق اس روایت بالا کے قائل ہیں؟

ج نہیں۔

س بتایئے قافلہ حسینیؑ مکہ کس تاریخ کو پہنچا؟

ج قافلہ حسینیؑ منازل طے کرتا ہوا ۳ شعبان ۶۰ ھ کو مکہ پہنچا۔

س آپ نے مکہ میں کتنی دیر قیام کیا؟

ج: آپؑ اور آپؑ کے انصار تین شعبان سے لے کر آٹھویں ذی الحجہ تک برابر قریباً چار ماہ اور چھ دن تک مکہ میں مقیم رہے۔

س: اہل کوفہ کے چیدہ چیدہ افراد نے کس صحابی رسولؐ کے خانہ میں یزید کے خلاف اور امام حسینؑ کے کوفہ آنے کے سلسلہ میں میٹنگ کی؟

ج: جناب سلیمان بن صرد خزاعی صحابی رسولؐ کے گھر میں میٹنگ کی۔

س: بتائیے سلیمان بن صرد، میتب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد اور حبیب بن مظاہر نے کن قاصدوں کو اپنے خطوط دے کر امامؑ کی خدمت میں بھیجا؟

ج: عبداللہ بن مسمع ہمدانی اور عبداللہ بن وال تیمی۔

س: قاصد یہ خط لے کر کس تاریخ کو خدمتِ امامؑ میں پہنچے؟

ج: ۱۰ رمضان المبارک ۶۰ ھ کو خدمتِ امامؑ میں پہنچے۔

س: ان خطوط کی تعداد کتنی ہو گئی تھی؟

ج: ۱۲ ہزار۔

قاتلانِ حسینؑ کا مذہب کیا تھا؟

س: قتل حسینؑ کا اصل بانی کون تھا؟

ج: قتل حسینؑ کا اصل بانی یزید بن معاویہ تھا جس نے کفر و الحاد اور لامذہبی میراث میں پائی تھی۔

س: دوسرا ذمہ دار قاتل کون تھا؟

ج: عبیداللہ بن زیاد ہے۔

س: تیسرا شخص جو براہِ راست قتل حسینؑ کا ذمہ دار ہے وہ کون ہے؟

(ج) عمر بن سعد ہے۔

(س) کیا قاتلانِ حسینؑ مسلمان تھے؟

(ج) ہاں ظاہری طور پر مسلمان تھے۔

(س) بتائیے ان کا تعلق کس مذہب سے تھا؟

(ج) یہ سنی المذہب لوگ تھے۔

(س) قاتلانِ حسینؑ کے سنی المذہب ہونے کی دلیل کیا ہے؟

(ج) شیعان علیؑ رسولؐ کے بعد ان کے جانشین حق اہل بیتؑ کو مانتے ہیں اور ان کو خلیفہ رسولؐ سمجھتے ہیں لیکن اہل سنت' اہل بیتؑ اطہار کے علاوہ دوسرے لوگوں کو جانشین رسولؐ مانتے ہیں۔

(س) بتائیے اہل سنت کے علماء یزید اور معاویہ کو خلیفہ رسول مانتے ہیں؟

(ج) ہاں۔ صاحب تاریخ الخلفاء' ص ۹ پر معاویہ کے بعد یزید کو چھٹا خلیفہ شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

ثـم اجتـمـعوا على ولده يزيد ولم ينتظم للحسينؑ امر بل قتل قبل ذلك

معاویہ کے بعد اس کے بیٹے یزید کی خلافت پر اجماع ہوا۔ حسینؑ کے لیے امامت حاصل نہ ہوسکی بلکہ وہ اس سے قبل ہی قتل ہو گئے۔

(س) اہل سنت کے کس عالم نے اپنی کتاب میں یزید کو چھٹا خلیفہ تسلیم کیا ہے؟

(ج) ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر کے ص ۷۸ طبع لاہور میں یزید کو چھٹا خلیفہ تسلیم کیا ہے۔

(س) آپ قاتلانِ حسینؑ کے مذہب پر کوئی تاریخی شواہد پیش کر سکتے ہیں جس سے

پتہ چلے کہ وہ سنی العقیدہ تھے؟

ج ہاں۔ جب قاصد حسینؑ (جناب مسلم بن عقیل) کوفہ میں آ کر فرزندِ رسولؐ کی بیعت لے رہے تھے تو حاکمِ کوفہ نعمان بن بشیر اپنی فطری صلح پسندی کے باعث مصالحت میں مصروف تھا۔ عین اسی وقت یزید کا ایک خط جاتا ہے جس کی عبارت یہ ہے:

مسلم بن عقیل کوفہ آئے ہیں اور شیعوں نے ان کے ہاتھ پر حسینؑ ابن علیؑ کی بیعت کی ہے۔ اگر آپ کو کوفہ میں اپنی سلطنت قائم رکھنا ہے تو ایک طاقتور شخص کو یہاں مقرر کریں جو آپ کا حکم نافذ کرے۔

توجہ

حضرات قارئین! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ یزید اپنے خط میں تحریر کرتا ہے کہ مسلم بن عقیل کی شیعانِ علیؑ نے بیعت کر لی ہے۔ یزید یہ نہیں لکھتا کہ اہل سنت نے بیعت کر لی ہے۔ لہٰذا پتہ چلتا ہے کہ مسلم کے ماننے والے شیعہ تھے۔ یزید اور یزید کے نمک خواروں کے حامی اہل سنت تھے۔

س بتایئے اس وقت یزید نے اپنے کون سے گورنر کو معزول کیا اور کس کو یہ نیا عہدہ تفویض کیا؟

ج یزید نے نعمان بن بشیر کو معزول کیا اور ابن زیاد کو بصرہ کے علاوہ کوفہ کا گورنر بھی بنا دیا۔

س بتایئے جب فرزندِ رسولؐ کربلا میں پہنچے اور دشمنوں نے محاصرہ کر لیا۔ ساتویں تاریخ قاصد آتا ہے تو اس نے عمر سعد کو کون سا پیغام دیا؟

ج حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کا پانی اور ان کو ایک قطرہ چکھنے کو بھی نہ ملنے پائے۔

جیسا کہ زکی، تقی مظلوم امیرالمومنین حضرت عثمان بن عفان کے ساتھ سلوک کیا گیا تھا۔ (طبری، جلد ۶، ص ۲۳۴)

کہاں ہیں قاتلانِ حسینؑ کو شیعہ کہنے والے؟ اپنے امام اور حافظ محمد بن جریری طبری کی تحریر پر نظر ڈالیں اور پھر فیصلہ کریں۔ قاتلانِ حسینؑ کا مذہب کیا تھا؟ حضرت عثمان کی مظلومیت کا مرثیہ خواں کون ہوسکتا ہے؟ اور حضرت عثمان کو امیرالمومنین کون کہتا ہے؟

(س) بتایئے اصحاب حسینؑ میں سے نافع بن ہلال جملی جب جنگ کے لیے نکلے تو انھوں نے کون سا رجز پڑھا اور یزیدی فوج کا سپاہی مزاحم بن حریث میدانِ جنگ میں آیا تو اس نے کون سا رجز پڑھا؟

(ج) حسینیؑ سپاہی نے یہ رجز پڑھا (انا الجملی انا علی دین علیؑ) میں قبیلہ بنی جمل میں سے ہوں اور علیؑ کے مذہب پر ہوں۔ اس کے مقابلے میں یزیدی سپاہی نے رجز پڑھا: انا علی دین عثمان ''میں تو عثمان کے مذہب پر ہوں۔ حسینیؑ سپاہی نے کہا: انت علی دین شیطان۔ یہ کہہ کر حملہ کر دیا اور اسے قتل کر ڈالا۔ (طبری، ج ۶، ص ۲۴۹)

اس کے بعد قاتلانِ حسینؑ کے مذہب میں کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ وہ کس مذہب سے وابستہ تھے؟

(س) بتایئے جب اسیرانِ کربلا کو ابن زیاد کے دربار میں لایا گیا تو ابن زیاد نے کون سی تقریر کی؟

(ج) ابن زیاد کی تقریر: خدا کا شکر ہے جس نے حق اور اہل حق کو فتح عنایت کی اور خلیفہ وقت یزید بن معاویہ اور ان کے گروہ کی مدد فرمائی اور حسینؑ بن علیؑ کو ان کے شیعوں سمیت قتل کیا۔ (طبری، جلد ۶، ص ۲۶۳)

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہونے والی جماعت شیعہ تھی اور ان کے قتل کرنے والے اس جماعت سے تعلق نہ رکھتے تھے بلکہ وہ اسی مذہب کے نام لیوا تھے جسے ابن زیاد حق کہتے ہوئے فتح پر شکر ادا کر رہا تھا۔ وہ یزید کو امیر المومنین اور خلیفہ حق سمجھنے والی جماعت میں داخل تھا۔

س: شیعانِ کوفہ نے امامِ مظلومؑ کی مدد کیوں نہ کی؟ اس کے علل و اسباب بیان کریں؟

ج: پہلا سبب یہ کہ شیعانِ کوفہ نے امامؑ کی مدد کیوں نہ کی؟ وہ یہ ہے کہ کوفہ کی جماعت شیعہ جو امامِ حسینؑ کی ہمدرد ہو سکتی تھی ان کو قید کر لیا گیا تھا۔ ان قیدیوں میں محبِّ اہل بیتؑ مختار بن عبید اللہ ثقفی بھی تھا۔

دوسرا سبب یہ تھا کہ حدود کی ناکہ بندی کر دی گئی تھی۔ کوفہ کے وہ لوگ جو نصرت حسینؑ کرنا چاہتے تھے وہ مجبور ہو چکے تھے۔ اگر وہ آنا بھی چاہتے تھے ان کو نخلیہ میں جو کہ بالکل کوفہ کے نکڑ پر کربلا کے راستہ میں تھا...... گرفتار کر لیے جاتے یا آگے بڑھ کر قادسیہ وغیرہ کی منزل پر مڈبھیڑ ہو جاتی۔ چنانچہ قیس بن مہر صیداوی اور عبداللہ بن فرستادہ جو امام حسینؑ کی طرف سے اہل کوفہ کے خط لے جا رہے تھے۔ وہ اسی قادسیہ میں پہنچ کر حصین بن تمیم کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔

حسینؑ ماں کے مزار پر

اہل بیت اطہارؑ کو تیاری کا حکم فرما کر ''کربلا کا مسافر'' ماں کے مزار اقدس پر حاضر ہوتا ہے۔ رات بھیگتی جا رہی ہے' مدینہ منورہ کے لوگ چین اور آرام کی نیند سو رہے ہیں۔ جنت البقیع شریف کے قبرستان میں دل دہلا دینے والا پُر ہول سناٹا چھایا

ہوا ہے۔ ہر طرف ہُو کا عالم ہے۔

حسینؑ آتے ہیں اور ماں کی قبر پر دیوانہ وار گر جاتے ہیں اور انتہائی کرب کے عالم میں مزارِ اقدس پر باہیں پھیلا دیتے ہیں۔ سسکی بندھی ہوئی ہے اور ماں کے حضور میں فریاد کرتے ہیں۔

اے غریبوں' مسکینوں کے سوال پورے فرمانے والی بنت رسولؐ! اے خود بھوکی رہ کر دوسروں کو کھانا کھلانے والی مقدس ماں! آج تیرا حسینؑ تیرے دربار میں تیرا سوالی بن کر آیا ہے۔

اے میری تقدس ماب امی! تیرے نازوں کے پالے حسینؑ پر اُمت کے شریروں نے مدینہ کی زمین تنگ کر دی ہے۔

میری پیاری ماں! اپنے حسینؑ کا آخری سلام قبول کر لو۔ امی جان مجھے ایک بار الوداع تو کہہ دو۔

مقدس ماں! حسینؑ بزدل نہیں' حسینؑ نے تیرا دودھ پیا ہے۔ حسینؑ کی رگوں میں حیدر کرارؓ کا خون ہے۔ حسینؑ امام الانبیاءؐ کی زبانِ مبارک کو چوستا رہا ہے۔

میری پیاری امی! مجھے جان جانے کا غم نہیں۔ تیرا حسینؑ موت سے کبھی نہیں ڈر سکتا۔ امی جان! میں اس لیے روتا ہوں کہ نانا کا مدینہ چھوٹ رہا ہے' ماں کی قبر کی زیارت سے محروم ہو رہا ہوں' بھائی حسنؑ کے قدموں سے دُور جا رہا ہوں۔ میری شفیق ماں! میں فریادی بن کر آیا ہوں۔ میری فریاد سنو! میرا آخری سلام قبول کرو۔ مجھے الوداع کہو' مجھے تسلی دو' میرے لیے دعا فرماؤ کہ میں امتحان میں کامیاب ہو جاؤں!

میری تھکی ہوئی بانہوں میں جب تیرا معصوم علی اصغرؓ دم توڑ رہا ہو تو مجھے استقامت نصیب ہو۔

تیرے جوان اکبرؓ کا لاشہ دیکھ کر گھبرا نہ جاؤں۔ ماں! میرے لیے صبر و استقامت کی دعا کرو۔

پیاری امی! آپ نے کبھی کسی سائل کا سوال رد نہیں کیا۔ آج تیرا حسینؓ زیارت کا سوال کرتا ہے۔ آخری بار تیرے قدموں کو بوسہ دینا چاہتا ہے' اے شہزادی مصطفیٰ مجھے محروم نہ رکھنا' پیاری ماں! تیرے دربار سے تیرا حسینؓ مایوس نہ لوٹے۔

یہ الفاظ کہتے کہتے امامؑ عالی مقام کا گلا رندھ جاتا ہے' شدت جذبات سے مغلوب ہوکر آپؑ سسکیاں بھرنے لگتے ہیں۔

ادھر امامؑ عالی مقام کی یہ حالت ہے۔ ادھر شہزادی کونین خاتونِ جنت کی قبرانور کو لرزہ آجاتا ہے' زمین کانپنے لگتی ہے' آسمانوں پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے' ستارے تڑپنے لگتے ہیں' چاند کا دل ڈوب جاتا ہے' جنت البقیع کے تمام مزار کانپ جاتے ہیں' حوروں کی چیخیں نکل جاتی ہیں۔

شہزادی مصطفیٰ کے مزار اقدس سے درد میں ڈوبی ہوئی آواز آتی ہے۔ فضا کا سینہ چر جاتا ہے۔ ماں کا پیار کائنات عالم کو سوز والم کی تصویر بنا دیتا ہے' قبرانور سے آواز آتی ہے' میرے لال چپ ہو جاؤ' اب کچھ نہ کہنا میرے حسینؓ! اب کچھ نہ کہنا' ماں کا کلیجہ پھٹ جائے گا' نظام عالم تہہ و بالا ہو جائے گا۔

میرے بیٹے! تیری فریاد نے ماں کے سینے پر چھریاں چلا دی ہیں۔

میرے لال! دل یہی چاہتا ہے کہ قبر سے باہر آکر تجھے شہادت کا دولہا بناؤں! تیری پیشانی اور گردن کو چوموں' تجھے سینے سے لگاؤں اور خود اپنے ہاتھوں سے تجھے شہادت کا جوڑا پہناؤں۔

لیکن مجبوری ہے' میرے چاند! میں اس لیے مجبور ہوں کہ میرے اس طرح باہر آجانے سے بھی قیامت آجائے گی۔ زمین دھنس جائے گی' آسمان ٹوٹ پڑے گا' میرے نازوں کے پالے حسینؓ تیری درد انگیز گفتگو نے ماں کا دل ہلا دیا ہے۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک' میرے لال! تو ابھی بچہ ہی تھا کہ تیری جان کا سودا ہو گیا تھا۔ میرے بیٹے تجھے دنیا کے تمام شہیدوں کا قافلہ سالار بننا ہے۔

تمہیں ماں کے دودھ کی لاج رکھنا ہے!

تمہیں ذوالفقار حیدریؑ کی عصمت کا تحفظ کرنا ہے۔

تمہیں نانا کی اُمت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو سہارا دینا ہے۔ تمہیں اپنا سب کچھ قربان کر کے نانا کے دم توڑتے ہوئے دین کو زندگی دینا ہے۔

تمہارے لہو کے ہر قطرے میں فاطمہؑ کا دودھ رچا ہوا ہے۔ اس کی سرخی ہمیشہ قائم رہے گی۔

میرے چاند اُٹھو! اور باطل کی ہر قوت سے ٹکرا جاؤ۔ میرے لال! جب تمہارا خون تپتے ہوئے صحرا کے سینے پر گرے گا تو مجھے تمہارے نانا کے حضور میں سرخروئی حاصل ہو جائے گی۔

میں آؤں گی' میرے بیٹے میں آؤں گی! تیرے مقتل کو دیکھنے آؤں گی' تیری شہادت گاہ کا نظارہ کروں گی۔

دشت کربلا کی آگ اُگلتی ہوئی ریت کو اپنے آنسوؤں سے ٹھنڈا کروں گی۔

تیری گھوڑوں کے سموں سے کچلی ہوئی سر بریدہ لاش کے ٹکڑے اکٹھے کروں گی۔

میرے لال! میں تیری لاش کے ٹکڑوں پر اپنی چادر تطہیر کا سایہ کروں گی!

کربلا کی ریت پر بکھرے ہوئے کانٹوں کو سمیٹوں گی۔

اے شیر خدا کے شیر! تیری بہادری کے جوہر دیکھوں گی۔

اُم لیلیٰ کا صبر دیکھوں گی! زینبؑ کا پہرا دیکھوں گی' سکینہ کے خشک ہونٹوں کو چوموں گی۔

لوگ قبروں پر پانی چھڑکتے ہیں میں علی اصغرؑ کی قبر پر آنسوؤں کا چھڑکاؤ کروں گی!

میرے لال! تمہارے نانا بھی ساتھ ہوں گے' تیرے ابا بھی ساتھ آئیں گے'

تمہارا بھائی حسنؑ بھی آئے گا' ہم سب تمہارا امتحان دیکھیں گے' لوگ مرنے والے کے کفن پر مشک کافور ملتے ہیں لیکن جب تم شہادت کا جام نوش کرو گے تو تمہارے نانا کی عنبر فشاں زلفیں بکھر جائیں گی۔ کربلا کا ذرہ ذرہ مہک اُٹھے گا۔

جاؤ میرے چاند! میں تمہیں پورے اعتماد اور مکمل یقین کے ساتھ بھیج رہی ہوں تم یقیناً کامیاب رہو گے۔

اس کٹھن امتحان میں تمہارے سوا کوئی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ تم فاطمہؑ کے دودھ کی ضرور لاج رکھو گے۔

جاؤ خدا تمہاری حمایت و نصرت فرمائے! میری بیٹی زینبؑ کا خیال رکھنا' اس کے مشوروں کو قبول کرنا' اس کا دل نہ توڑنا۔

اس نے بھی فاطمہؑ کا دودھ پیا ہے۔ وہ بھی اس دردناک امتحان میں کامیاب وکامران رہے گی۔ وہ بھی تمہاری طرح صبر واستقامت کا پیکر بنی رہے گی۔

جاؤ میرے لال! ماں تجھے الوداع کہتی ہے۔ تمہارا سلام قبول کرتی ہے۔

میرے بیٹے! تیرا سلام قبول نہیں کروں گی تو اور کس کا کروں گی؟

میرے چاند! یہ جدائی عارضی ہے۔ ہم بہت جلد ملنے والے ہیں۔

میرے حسینؑ! بہت جلد ملاقات ہو گی۔

تیری گردن پر پھرنے والی ظلم واستبداد اور جور وجبر کی تلوار اس عارضی جدائی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دے گی!

جاؤ اور جان دے کر نانا کے دین کو زندگی بخشو۔ میرے لال تم ہمیشہ زندہ رہو گے۔ ہمیشہ زندہ' ابدی حیات کا مالک۔

بھائی حسنؑ سے ملاقات کر کے نانا کے حضور میں جاؤ اور الوداعی سلام کہہ کر اجازت حاصل کرو۔

خدا حافظ' میرے چاند خدا حافظ!

فضا پھر اسی طرح خاموش ہو جاتی ہے۔ وہی پُر ہول سناٹا چھا جاتا ہے۔

غمزدہ ساری فضا تھی فلک تھراتا رہا
غم کے آنسو صورِ شبنم میں برساتا رہا
پوچھے خاتونِ جنت کے دل دلگیر کو
الوداع کیسے کہا تھا آپؑ نے شبیرؑ کو
(صائم چشتی)

حسینؑ اُٹھے! ماں کی قبر انور کو قدموں کی جانب بوسہ دیا اور عالمِ بے خودی میں اُلٹے پاؤں یہ الفاظ کہتے ہوئے واپس لوٹے:

الوداع اے امی جاں الوداع
الوداع اے بنت رسولؐ الوداع
اے مالک ردائے تطہیر الوداع
الوداع خاتونِ قیامت الوداع
اے غریبوں مسکینوں کی فریاد رس الوداع
الوداع اے مرکز مہر و محبت الوداع
الوداع بنت نبیؐ، خاتونِ جنت الوداع
میری امی جان' میرے دل کی راحت الوداع
یاد رکھنا اب میرا وقت شہادت! الوداع
بھول نہ جانا کہیں امی میری فریاد کو
کربلا میں پہنچا' بہرِ خدا امداد کو
(صائم چشتی)

اسی عالم میں الوداع کہتے ہوئے امہات المومنین کے مزارات پر آئے۔ ان

تمام مقدس مزارات کو بوسے دیئے۔ جنت البقیع کے دیگر مکینوں کو سلام کہا اور پھر ابراہیم ابن رسولؐ اللہ کی ننھی سی قبر پر حاضر ہوئے اور قبرانور کو چوم کر فرمایا!

محترم ننھے ماموں جان! آج حسینؑ آپ کا بدلہ اتارنے کے لیے جا رہا ہے۔ ایک وقت تھا کہ میں اور آپ امام الانبیاءؑ کی گود میں کھیل رہے تھے۔ نانا کو دوہری خوشیاں حاصل تھیں۔ خداتعالیٰ نے ہم دونوں میں سے ایک کو مانگ لیا۔ ناناؐ نے مجھے رکھ لیا اور آپ کو موت کے حوالے کر دیا۔ میں آپ کا فدیہ ہو سکا لیکن آپ میرا فدیہ ہو گئے۔ ماموں جان مجھے معاف کر دینا میں آج آپ کا قرض اتارنے کے لیے جا رہا ہوں۔ میرے لیے دعا کرنا۔ آپ ابن رسولؐ ہیں، شہزادۂ مصطفیٰؐ ہیں۔

میرے ننھے ماموں جان! حسینؑ کا سلام قبول ہو' الوداع! پھر آپ ناناؐ کے حضور میں آ گئے۔

حسینؑ ناناؐ کے مزار پر

امام الانبیاءؑ کا دربارِ اقدس ہے۔ رات تیسرے پہر میں داخل ہو رہی ہے۔ ملائکہ کرام آسمان سے صف بہ صف سلامی و زیارت کے لیے نازل ہو رہے ہیں۔

ایک نور ہے جو زمین و آسمان کے درمیان خلاؤں اور فضاؤں کو منور کیے ہوئے ہے۔ یہ فیصلہ کرنا انتہائی مشکل ہے کہ یہ نور آسمان کی جانب پرواز کر رہا ہے یا آسمان سے زمین کی طرف نزول کر رہا ہے۔

اہل عرفان ہی اس حقیقت سے پردہ اُٹھا سکتے ہیں کیونکہ یہ مرکز نور کی بات ہے۔ انہی انوار و تجلیات کی برسات میں حسینؑ حاضر ہو کر مقدس نانا کے حضور میں صلواۃ وسلام کا ہدیہ پیش کرتے ہیں اور پھر عرض کرتے ہیں:

نانا تیرے کرم خزینے کی خیر ہو
دے بھیک مجھ کو تیرے مدینے کی خیر ہو
میں جا رہا ہوں چھوڑ کر آنکھوں کے چین کو
اُٹھکر گلے لگائیے اپنے حسینؑ کو

(صائم چشتی)

کون اندازہ کرسکتا ہے غم وآلام کے اس طوفان کا جو امام عالی مقام حسینؑ کے سینے میں موجزن تھا۔ آپ تصویر درد بنے ہوئے فریاد پر فریاد کرتے ہیں۔

اے میرے غمگسار و مہربان ناناؐ! تیرا حسینؑ حاضر ہے اور شرف بازیابی چاہتا ہے۔

نانا جان! آپؐ بولتے کیوں نہیں۔ میں آپؐ کا وہی حسینؑ ہوں جس کی آمد پر آپؐ خطبہ چھوڑ کر منبر سے اتر آتے تھے؟

ہاں میرے محترم جان! وہی حسینؑ جو حالت نماز میں آپؐ کی پشت پر سوار ہو جاتا تھا تو آپ اس وقت تک سجدہ سے سر نہ اُٹھاتے تھے جب تک میں خود نہ اتر آتا۔

نانا جان! آپؐ کا نازوں کا پالا ہوا حسینؑ آج تیرے قدموں سے دُور جا رہا ہے اس کو سہارا دیجیے۔

حضورؐ! میں آپؐ کا جمال جہاں آرا دیکھنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ میں واللیل زلفوں کے جھرمٹ میں والضحیٰ چہرے کی زیارت کو آیا ہوں۔ مجھے شرف زیارت بخشیے۔

نانا جانؐ! میری حالت زار پر رحم فرمائیے! مجھے میرے فرائض سے آگاہی بخشیے' میری رہنمائی کیجیے' میری مشکل کشائی فرمائیے

مجھ کو نانا دیکھئے میں آپؐ کی تصویر ہوں
جس کو کندھوں پر بٹھاتے تھے وہی شبیرؑ ہوں

نانا جانؐ! جب میں آپؐ کے کندھوں پر سوار تھا تو میں نے ایک آواز سنی کہ حسینؑ کو کتنی اچھی سواری میسر ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا تھا: سوار بھی تو بہت اچھا ہے۔

مقدس نانا! میں آپؐ کی عنبریں زلفوں کو تھام لیتا تھا کہ کہیں گر نہ جاؤں۔ آپؐ نے مجھے شہسوار بنایا ہے۔ نانا میں حق شہسواری ادا کروں گا۔

پیارے نانا جانؐ! میں اس وقت تک اپنے سینے میں نیزوں' بھالوں' تیروں اور تلواروں کے زخم کھاتا رہوں گا جب تک میری سواری کی کونچیں نہ کاٹ دی جائیں۔

نانا جانؐ! آپ کا سوار اس وقت زمین پر گرے گا جب سواری گر جائے گی۔

مگر میرے حضورؐ! آپؐ مجھے شہادت کی جن بلندیوں پر دیکھنا چاہتے ہیں وہ آپؐ کی دستگیری کے بغیر محال ہیں۔

اس مقام پر آپ ہی مجھے گرنے سے بچا سکتے ہیں۔ خدارا اپنے حسینؑ کو اس وقت تھام لینا' میرے نانا اس وقت مجھے ضرور سہارا دینا۔

نانا! میں آپؐ کی حرمت کے لیے جا رہا ہوں۔ میرا خیال رکھنا۔

پیارے نانا جان! آپؐ جواب کیوں نہیں دیتے؟ آپؐ تو حسینؑ کے لیے بے قرار ہو جاتے تھے۔ میرے بچپن میں جب آپؐ کو میری شہادت کی خبر دی گئی تو آپؐ زار و قطار روتے رہے تھے۔

اے میرے آقا و مولا! اے فریاد کرنے والوں کے فریاد رس! اے غریبوں اور بے کسوں کے ملجا و ماویٰ' اے ناداروں اور مسکینوں کو پناہ دینے والے مقدس رسول'

اے امام الانبیاءؑ اے رحمۃ للعالمینؐ اپنے حسینؑ کو ایک بار آغوش میں لے لو۔ میں آپؐ کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔ آپؐ مجھے بھائی حسنؑ کو آسمانوں کے گوشوارے فرماتے تھے۔

میرے پیارے نانا! مجھے زیارت کی بھیک عطا کرو۔ مجھے سینے سے لگا کر ایک بار پیار تو کرلو۔ مجھے سہارا دو۔ مجھے استقامت عطا فرماؤ۔ مجھے کربلا کا نظارہ کرا دو۔ مجھے میری قتل گاہ دکھا دو۔

میرے مولا! تیرا حسینؑ کب تک فریاد کرتا رہے گا۔

اسی طرح آہ وزاری کرتے ہوئے حسینؑ نانا کے مزار سے چمٹ جاتے ہیں۔ بادِ رحمت چلتی ہے' نیم خوابی کا عالم طاری ہو جاتا ہے۔ حسینؑ دیکھتے ہیں کہ انبیاء و ملائکہ کے جھرمٹ میں شب اسریٰ کے دولہا امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درد والم اورحزن وملال کی تصویر بنے ہوئے سامنے تشریف فرما ہیں۔

نانا کے حسرت ویاس میں ڈوبے ہوئے رخ والضحیٰ کی زیارت کر کے حسینؑ تھرا جاتے ہیں۔ نانا بڑھتے ہیں۔ نواسے کا سر اپنی گود میں لیتے ہیں اور اپنی نورانی انگلیوں سے حسینؑ کی زلفوں میں کنگھی کرتے ہیں۔

حسینؑ نانا کی آغوش میں سمٹ جاتے ہیں اور سسکیاں بھرتے ہوئے فریاد کرتے ہیں۔

نانا جانؐ! دنیا بدل چکی ہے۔ حسینؑ کا اب اس بے وفا دنیا میں رہنا مشکل ہوگیا ہے۔ میرے پیارے نانا جان! مجھے اب اپنے پاس رکھ لو۔ اپنے مقدس مزار میں تھوڑی جگہ دے دو۔

نانا! مجھے اپنی اسی آغوش رحمت میں میٹھی نیند کے مزے لینے دو۔ مجھے اب زندگی کی خواہش نہیں ہے۔

نانا میں آپ کے حجرہ میں رہنا چاہتا ہوں۔

نانا میں ماں کے حجرہ میں رہنا چاہتا ہوں۔ مجھے ماں کے حجرہ میں رہنے کی اجازت دی جائے۔

امام الانبیاءؐ بے قرار ہو جاتے ہیں اور فرماتے ہیں: حسینؑ! ایسی گفتگو نہ کرو۔ نانا کا دل نہ توڑو۔ میرے لال تمہیں تو میرے دین کو زندگی دینی ہے۔ تمہیں تو بہت بڑا امتحان دینا ہے۔

شیر خدا کے شیر! اپنے امتحان کی تیاری کرو۔

اے نوجوانان جنت کے سردار اور میرے گلشن کی بہار حسینؑ اِدھر دیکھو! وہ سامنے تمہاری قتل گاہ ہے۔ یہ تمہاری شہادت کی جگہ بھی ہے اور تمہاری امتحان گاہ بھی! یہاں تیرا امتحان ہوگا۔ عظیم امتحان۔

تو اسی مقام پر ہی تو فرائض ذبح عظیم کی تکمیل کرے گا۔ میرے حسینؑ اس بے آب و گیاہ اور تپتے ہوئے صحرا اور کرب و بلا کی زمین کو تیرے خون سے آبیاری کے بعد کربلا معلیٰ کا نام دیا جائے گا۔

حسینؑ! یہ فرات ہے لیکن تجھے اس کا پانی نہیں ملے گا! تیرے ننھے علی اصغرؑ کا حلق سوکھ کر کانٹا ہو جائے گا۔

تیری معصوم سکینہؑ کو پیاس کی شدت بے تاب کر دے گی۔

تیری تمام اہل بیت اطہارؑ شدتِ پیاس سے تڑپ رہی ہوں گی۔ لیکن اے میرے حسینؑ! تجھے اس نہر سے پانی نہیں ملے گا۔

تیرے دشمنوں کے جانور تک پانی پیتے ہوں گے۔ مگر میرے لال تجھے اس کے استعمال سے محروم کر دیا جائے گا اس لیے کہ تیرا امتحان ہے تجھے پیاسے ہی کو امتحان دینا ہے۔

میرے لال حسینؑ ! تیرا ان صدمات کو قبول کرنا اختیاری ہوگا تو اگر چاہے تو ان تپتے ہوئے صحراء اور چٹیل میدان کو سمندر بن جانے کا حکم دے کر تمام ریگزاروں کو پانی میں تبدیل کر سکتا ہے۔

لیکن میرے حسینؑ ! تجھے پیاسے رہ کر امتحان دینا ہے۔

تجھے سید زادیوں کے خشک ہونٹوں اور سوکھے ہوئے حلقوں کو دیکھ کر صبر کرنا ہے۔ یہی تو تیرا امتحان ہے کہ دنیا بھر کی تمام مصیبتیں جمع کر کے تم پر ڈال دی جائیں اور پھر بھی تو صبر واستقامت کی تصویر بن کر شکر خداوندی کرتا رہے۔ اور یوں پیکر تسلیم ورضا بن کر اللہ رب العزت کی خوشنودی حاصل کرے۔

حسینؑ ! تیرا نانا قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے حضور میں تیری قربانیاں پیش کر کے اُمت کی بخشش طلب کرے گا۔

میرے حسینؑ ! تیری شہادت میری نبوت کا کمال ہے اسے تمام شہادتوں سے عظیم اور ارفع ہونا چاہیے۔

حسینؑ ! تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ تیری شہادت میری شہادت ہے' تیری مصیبت میری مصیبت ہے' تیرا امتحان میرا امتحان ہے۔ کربلا کی تپتی ہوئی زمین پر تیری گردن سے میرا خون بہے گا۔

حسینؑ ! تیرا خون میرا خون ہے۔ تیرا گوشت میرا گوشت ہے۔ تیرا نور میرا نور ہے۔ حسینؑ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

حسینؑ ! تیرا نانا تجھ سے دُور نہیں ہوگا۔ وہ ہر مقام پر تیرے ساتھ ہوگا۔ تیری رہنمائی کرے گا' تیرے امتحان کا مشاہدہ کرے گا اور تیری شہادت کو اس ارفع مقام تک پہنچا دے گا جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں۔

میرے لال حسینؑ ! تیرے نانا کا ہر منصب کائنات سے بلند و بالا ہے اور

یہ منصب شہادت جو ہمیں تیری طرف سے ہو کر ملے گا یہ بھی تمام کائنات سے عظیم ہوگا۔

میرے پیارے حسینؑ! ایک بار میدان کربلا کا پھر اچھی طرح نظارہ کرلو۔

اتھے تیرے اکبر اتے ورھن گیاں شمشیراں
اتھے تیرے قاسم تائیں کرناں ای قتل شریراں
اتھے جسم تیرے وچ آ کے کھبھناں ای زہری تیراں
اتھے صائم وقت جمعے دے ہونیاں کل اخیراں

اتھے اتھے خیمے لاویں اے پردیسی میرے
گود تیری وچ تیر ہے کھانا اتھے اصغر تیرے
ایس طرف تھیں خیمیاں تائیں ظالماں آن جلاناں
اتھے اصغر دے جھولے دیاں ڈوریاں نے جل جاناں

(صائم چشتی)

(ترجمہ) حسینؑ! خوب اچھی طرح دیکھ لو! یہاں تیرے علی اکبر کو ذبح کیا جائے گا۔ اس مقام پر حسنؑ کی نشانی قاسم کی جوانی ٹوٹے گی۔ اور یہ وہ دردناک مقام ہے جہاں تیرے معصوم علی اصغرؑ کے نازک گلے میں زہر سے بجھا ہوا تیر پیوست کر دیا جائے گا اور وہ تیری گود میں حسرت زدہ نگاہوں سے تیری طرف دیکھ کر دم توڑ دے گا۔

یہ وہ جگہ ہے جہاں میری بیٹی کی بیٹی زینب شہیدانِ وفا کی لاشوں کے ٹکڑے جمع کرے گی۔ اور یہ وہ جگہ ہے جہاں اُم لیلیٰ کا سارا گھر اُجڑ جانے کے بعد تیری شہادت کا نظارہ کرے گی۔ اپنا لٹتا ہوا سہاگ دیکھے گی۔ اپنی امنگوں اور

آرزوؤں کا جنازہ نکلتے دیکھے گی۔

امام عالی مقامؑ ایک ایک کر کے کربلا کے تمام مناظر کا مشاہدہ فرماتے جا رہے ہیں اور آغوش رسولؐ میں خواب راحت کا مزہ لے رہے ہیں۔ لیکن یہ سکون و راحت بھی عارضی ثابت ہوئے۔ امام الانبیاءؑ نے رخ انور کو بوسہ دے کر فرمایا:

میرے مظلوم حسینؑ! اب جاؤ۔ اہل بیتؑ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ میرے پردیسی اور غریب الوطن ہونے والے حسینؑ! اٹھو اور اپنی منزل کی جانب روانہ ہو جاؤ اور جان کی بازی لگا کر سر اُٹھاتی ہوئی ابلیس کی طاغوتی طاقتوں کو فنا کر دو۔

میرے لال! اٹھو اور باطل کی سر اُبھارتی ہوئی قوتوں کو کچل کر رکھ دو۔

کذب و افترا کی بنیادوں پر قائم کی ہوئی سلطنت سے ٹکرا جاؤ۔ خود فنا ہو کر بقا حاصل کرو لیکن باطل کے خونی عفریت کو اس کے پنجے گاڑنے سے پہلے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فنا کر دو۔

میرے حسینؑ! میری اُمت کی کشتی امارت کے چڑھے ہوئے طوفانوں کے تھپیڑے کھا رہی ہے۔ اٹھو اور اپنی جان دے کر اسے کنارے پر لگا دو۔ میرے مقدس دین کو ظلم و جبر کی طاقتیں ختم کر دینا چاہتی ہیں۔ اٹھو اور میرے دین کو ہمیشگی کی زندگی دے دو۔

میرے حسینؑ! تم بہت بڑے امتحان کے لیے جا رہے ہو۔ اللہ تمہیں کامیاب کرے۔ جاؤ میرے شہزادے اللہ تعالیٰ حامی و ناصر ہو۔

نانا کے دل کے ٹکڑے تم جہاں کہیں بھی ہو گے ہم تمہارے ساتھ ہوں گے۔

خدا حافظ!

حسینؑ! اس نیم بیداری میں آنکھیں کھول دیتے ہیں۔ خواب میں دیکھا ہوا کربلا کا تمام منظر آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ آپؑ اٹھتے ہیں، نانا کی قبر کو والہانہ

طور پر بار بار چومتے ہیں اور سلام عرض کر کے حجرۂ رسولؐ سے حجرہ بتولؑ میں آ جاتے ہیں۔

حضرت مسلم بن عقیلؑ کوفہ میں

س: بتایئے قاصد حسینؑ مسلم بن عقیل کس تاریخ کو کوفہ کی طرف روانہ ہوئے اور آپ کے ہمراہ کوفہ کے کون مشہور لوگ تھے؟

ج: آپ ماہِ رمضان المبارک ۶۰ ھ کو قیس بن مسہر صیداوی، عمارہ بن عبداللہ سلولی اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ کے ہمراہ کوفہ روانہ ہوئے۔

س: بتایئے جناب مسلمؑ کوفہ میں کس تاریخ کو وارد ہوئے؟

ج: آپ سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے منازلِ سفر طے کرتے ہوئے ۵ شوال کو کوفہ میں وارد ہوئے۔ (مروج الذہب، ج ۳، ص ۴)

س: آپ نے کس کے گھر میں قیام کیا؟

ج: اس میں اختلاف ہے۔ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے اپنا مسکن مختار کے گھر کو بنایا اور بعض روایات میں ہے کہ آپ نے جناب عوسجہ کے گھر میں قیام کیا لیکن پہلا قول زیادہ مناسب ہے۔

س: بتایئے حضرت مسلم کے ہاتھ پر امام حسینؑ کے لیے کتنے لوگوں نے بیعت کی؟

ج: حضرت مسلم کے ہاتھ پر پچیس ہزار کوفیوں نے بیعت کی۔

س: بتایئے یزید کو کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر کے متعلق کس نے خط لکھا کہ جناب یہ مسلم کے ساتھ نرمی اختیار کر رہے ہیں؟

ج: عبداللہ بن مسلم، عمر بن سعد اور عمارہ بن عتبہ نے۔

س: کیا نعمان بن بشیر کو گورنری سے معزول کر دیا گیا؟

ج: نعمان بن بشیر کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا گیا۔ اسی طرح ولید بن عتبہ کی رواداارانہ روش کی وجہ سے معزول کر کے اس کی جگہ عمرو بن سعید الاشدق کو حاکمِ مدینہ مقرر کر دیا گیا۔ حکومت کی اس روش سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خاندانِ نبوت کو ختم کرنے کے لیے سخت سے سخت ظالم و سفاک لوگوں کی تلاش میں سرگردان تھی اور صلح جو اور روادار قسم کے لوگوں کی ان کی نظر میں کوئی وقعت نہ تھی۔ بہرحال جب ابن زیاد کو یہ حکم نامہ پہنچا تو اس نے اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو بصرہ میں اپنا قائم مقام مقرر کر کے فوری کوفہ جانے کی تیاری شروع کر دی۔ جس رات کی صبح ابن زیاد بصرہ سے روانہ ہونے والا تھا اسی رات امام علیہ السلام کے قاصد سلیمان کو پکڑ کر اس کے پاس لایا گیا جسے اس نے قتل کرا دیا۔

س: بتائیے جب جناب مسلم کو ابن زیاد کے آنے کی خبر ملی تو مختار کے گھر سے کس کے گھر میں منتقل ہوئے؟

ج: آپ نمازِ عشاء کے بعد ہانی بن عروہ کے گھر منتقل ہو گئے تھے۔

س: ابن زیاد نے جناب مسلم کے حالات معلوم کرنے کے لیے کون سا طریقہ اپنایا؟

ج: اس نے اپنے غلام معقل کو تین ہزار درہم دے کر بھیجا کہ جاؤ مسلم اور ان کے ساتھیوں کے حالات معلوم کرو اور پھر یہ ظاہر کرو کہ میں آپ لوگوں کا ہم خیال ہوں۔ یہ رقم ان کو دے دو۔ چنانچہ معقل نے ایسا ہی کیا۔ جامع مسجد میں گیا۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے، پوچھا یہی شخص امام حسینؑ کے لیے بیعت لے رہا ہے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو معقل نے کہا کہ میں شام کا رہنے والا

ذوالکلاع کا غلام ہوں۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ دختر رسولؐ کے خانوادہ سے کوئی شخص یہیں آیا ہے۔ یہ تین ہزار درہم لے لو اور مجھے ان کی زیارت کروا دو۔ جناب مسلم بن عوسجہ ان کی باتوں میں آ گئے اور ان سے بیعت لی اور ساتھ وعدہ بھی لیا کہ تم ہماری باتوں کو صیغہ راز میں رکھو گے۔ اس کے بعد جناب مسلم بن عقیل کی خدمت میں پیش کیا اور آپ نے ابوثمامہ صیداوی کو رقم وصول کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اس کا وطیرہ بن گیا کہ بارگاہِ مسلم میں آتا، حالات کا جائزہ لیتا۔ بعد میں یہ ساری رپورٹ ابن زیاد کو پہنچاتا۔ ابن زیاد پورے حالات سے واقف ہو گیا تھا۔

س: بتایئے جناب مسلم کا میزبان ہانی کون تھا؟

ج: ہانی قبیلہ مراد و مذحج کا سردار تھا۔ جب کسی مہم کے لیے نکلتا تھا تو چار ہزار زرہ پوش سوار اور آٹھ ہزار پیادہ آدمی ہمراہ ہوتے اور جب بنی کندہ کے حلیف بھی شامل ہو جاتے تو تیس ہزار ہو جاتے۔ ہانی حضرت امیر علیہ السلام کے خواص اصحاب میں سے تھا اور آپ کی تینوں جنگوں (صفین، جمل اور نہروان) میں آپؑ کے ہمرکاب تھا۔

س: بتایئے محب اہل بیتؑ ہانی کیسے شہید ہوا؟

ج: ابن زیاد نے اسماء بن خارجہ، محمد بن اشعث اور عمر بن حجاج کو بلایا اور ان سے جناب ہانی کے دربار میں نہ آنے کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہا بیماری کی وجہ سے حاضر نہیں ہوتے۔ ابن زیاد نے کہا مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ ہر شب اپنے دروازہ پر بیٹھتا ہے اور لوگوں سے ملتا ہے۔ یہ لوگ ہانی کے پاس گئے اور ان پر زور دیا کہ وہ ضرور ابن زیاد کو ملیں۔ جناب ہانی ان کے ہمراہ چلنے پر آمادہ ہو گئے۔ چونکہ وہ حالات سے بے خبر تھے اس لیے اپنے آدمیوں کے

بغیر چلے۔ دربار ابن زیاد میں پہنچے۔ ابن زیاد نے برہمی کی کہ تم میرے دشمنوں کو پناہ دیتے ہو۔ جناب ہانی نے لیت ولعل سے کام لیا تو اس وقت ابن زیاد نے جاسوس معقل کو بلا لیا اور اس نے ہانی کے منہ پر سب کچھ کہہ دیا۔ تو اس وقت جناب ہانی نے کہا کہ میں نے مسلم کو نہ بلایا ہے اور نہ ہی مجھے ان کے حالات کی خبر ہے۔ ابن زیاد نے کہا جب تک مسلم کو یہاں حاضر نہ کرو تم کہیں نہیں جا سکتے۔ جناب ہانی نے کہا نہیں بخدا میں ان کو ہرگز پیش نہیں کروں گا۔ میں اپنے مہمان کو تمہارے سامنے اس لیے پیش کروں تا کہ تم اسے قتل کر ڈالو؟ اس کے بعد ظالم ابن زیاد نے چھڑی سے جناب ہانی کے منہ کو پیٹا اور جناب ہانی کے ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی۔

(س) بتایئے جناب مسلم کو کس کے گھر سے قید کیا گیا؟

(ج) طوعہ نامی عورت کے گھر سے۔

(س) بتایئے جب طوعہ کے گھر میں ابن زیاد کی فوج حضرت مسلم کو گرفتار کرنے کے لیے آئی اور آپ کی ان سے مڈبھیڑ ہوئی تو پہلے حملے میں آپ نے یزیدی قوم کے کتنے سپاہی مارے؟

(ج) آپ نے ۱۴۱ یزیدی سپاہی مارے (مناقب شہر ابن آشوب، ج ۴، ص ۹۰)

(س) بتایئے جب اشعث نے ابن زیاد کو فوج بھیجنے کے متعلق درخواست کی تو اس نے اس کو کون سی چال چلنے کے لیے کہا؟

(ج) ابن زیاد نے کہا یہ ہاشمی نوجوان ہے۔ تمہارے قبضہ میں نہیں آئے گا البتہ اسے تم امان کا دھوکہ دے دو۔

(س) بتایئے جب جناب مسلم کو گرفتار کر لیا گیا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تو اس وقت عبداللہ بن عباس سلمی نے کہا: تم جیسا شخص جو ایسے کام کے

لیے کھڑا ہو اس پر جب ایسے حالات ظاہر ہوں تو اسے رونا نہیں چاہیے۔
جناب مسلم نے اس کو کون سا جواب دیا تھا؟

ج: جناب مسلم نے اس کے جواب میں کہا: اے سلمی! میں اپنی جان کے لیے نہیں رو رہا اور نہ ہی قتل سے خوف زدہ ہوں میں تو اپنے اہل وعیال کے لیے رو رہا ہوں جو ادھر آ رہے ہیں اپنے آقا حسینؑ کے لیے رو رہا ہوں۔

س: جب سپاہی نے جناب مسلم کو کہا کہ آپ امیر پر سلام کیوں نہیں کرتے تو آپ نے اس سپاہی کے جواب میں کیا کہا؟

ج: آپ نے فرمایا: ''واللہ مالی امیر غیر الحسینؑ بن علی'' میرا امیر حسین علیہ السلام ہے۔

س: کیا دربار ابن زیاد میں عمر بن سعد کو قاصدِ حسینؑ نے کون سی وصیتیں کیں؟

ج: ۱- جب سے میں کوفہ میں آیا ہوں سات سو درہم کا مقروض ہو چکا ہوں۔ یہ میری زرہ اور تلوار فروخت کر کے میرا قرض ادا کر دینا۔

۲- جب میں قتل ہو جاؤں تو ابن زیاد سے میری لاش لے کر دفن کر دینا۔

۳- کسی آدمی کو میرے آقا حسینؑ کی طرف بھیجنا کہ یہاں آپ تشریف نہ لائیں کیونکہ حالات سازگار نہیں ہیں۔

س: بتائیے جب عمر نے یہ ساری وصیتیں ابن زیاد کو بتائیں تو ابن زیاد نے عمر کو کیا کہا؟

ج: ابن زیاد نے جناب مسلم کے رازوں کو بتانے پر برہمی کا اظہار کیا اور اس وقت اس ضرب المثل کو زبان پر جاری کیا (لا یخونك الامین ولکن قد یوتمن الخائن) امین کبھی خیانت نہیں کرتا مگر کبھی غلطی سے خیانت کار امانت دار سمجھ لیا جاتا ہے۔

س: بتایئے حمران الاحمری نے آپ کو کیسے شہید کیا؟

ج: آپ کو دارالامارہ کی چھت پر لے جایا گیا اور احمری نے آپ پر ایسا وار کیا کہ آپ کا سر کٹ کر نیچے آ گیا اور اس کے بعد اس نے آپ کا دھڑ بھی نیچے پھینک دیا۔

س: جناب مسلم کس تاریخ کو شہید ہوئے؟

ج: آپ چہارشنبہ ۹ ذی الحجہ ۶۰ھ کو شہید ہوئے۔

س: بتایئے ہانی کو جناب مسلم سے پہلے شہید کیا گیا تھا؟

ج: ہانی کو قید کیا گیا تھا اور آپ کی شہادت کے بعد اس کو شہید کیا گیا۔

س: بتایئے شہادت کے بعد مسلم اور ہانی کی لاشوں کے ساتھ کون سا سلوک کیا گیا؟

ج: دونوں بزرگواروں کے پاؤں میں رسیاں باندھ کر کوفہ کے بازاروں میں گھسیٹا گیا اور بعد میں باب الکناسہ پر ان کو الٹا لٹکا دیا گیا اور ان کے سرہائے مقدس کو کوفہ میں بھیج دیا گیا۔

مکہ سے کربلا روانگی

س: بتایئے رسولؐ کے نواسہ نے پیدل چل کر کتنے حج کیے؟

ج: آپؑ نے پیدل ۲۵ حج کیے۔

س: آپؑ نے حج کے احرام کس تاریخ کو توڑے؟

ج: آپؑ نے ۸ ذی الحجہ کو احرامِ حج توڑے۔

س: بتایئے امام حسینؑ نے اتنی عجلت کیوں کی کہ آپؑ نے فریضہ حج کو بھی پورا نہ کیا؟

ج: کیونکہ یزید نے تیس آدمیوں کو حاجیوں کے لباس میں بھیجا تھا کہ یونہی موقع ملے امامؑ کی شمعِ حیات کو گل کر دو۔

س: آپ کربلا میں بھی شہید ہوئے۔ اگر مکہ میں شہید ہو جاتے تو اس سے کیا حرج لازم آتا؟

ج: احرام توڑنے کی دو وجہیں تھیں:

۱- آپؑ کے قتل سے خانہ کعبہ کی ہتک ہوتی جو امن کی جگہ ہے۔ آپؑ نے عبداللہ بن زبیر کے مکہ چھوڑنے کی وجہ دریافت کرنے پر فرمایا تھا:

اے عبداللہ اگر میں مکہ سے ایک بالشت بھی باہر قتل کیا جاؤں تو یہ امر مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ مکہ کے اندر قتل ہووؤں۔

۲- اس طرح یزیدی ٹولہ قتل حسینؑ پر بڑی آسانی سے پردہ ڈال سکتا تھا۔ قتلِ حسینؑ سے بچنے کے لیے لوگوں کے اژدھام میں گم ہونے میں کامیاب ہو جاتے۔ ان حالات میں کس کو پتہ چلتا کہ اصل قاتل یزید ہے یا اس کے حواری۔ آپ نے اس لیے احرام توڑا تاکہ آپؑ کی شہادت کو ناگہانی واقعہ نہ کہا جائے۔ حسینؑ سے یزید کی نفسیات کو بھانپا اور اس کا عقل سے حل سوچا تاکہ دنیا کو پتہ چلے کہ وارث شریعت نے حج کیوں نہیں کیا؟ باقی تو صرف دو دن ہیں؟

حسینؑ کیوں اور کہاں جا رہے ہیں؟ ہر آدمی کو سوچنے پر مجبور کر دیا کہ وہ سوچے کہ وہ کون سے حالات تھے جنہوں نے حرمِ خدا میں بھی حسینؑ کو آرام واطمینان کا سانس نہ لینے دیا؟؟ اور ان حالات کا ذمہ دار کون ہے؟؟

مکہ سے کربلا تک منازلِ سفر

س: بتائیے پہلی منزل تنعیم مکہ سے کتنے فاصلے پر ہے؟

ج: مکہ سے روانگی کے بعد پہلی منزل تنعیم ہے جو مکہ سے آٹھ فرسخ پر ہے۔

س: بتائیے منزل تنعیم میں حضرت عبداللہ بن جعفر کے صاحبزادے عون و محمد نے اپنے باپ کو کون سا رقعہ خدمت حسینؑ میں پیش کیا؟

ج: خدارا جب میرا یہ مکتوب پڑھیں تو اس سفر سے باز آ جائیں کیونکہ مجھے اس سفر میں آپؑ کی اور آپؑ کے خانوادہ کی ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ اور اگر آپؑ کی موت واقع ہوگئی تو زمین کا نور بجھ جائے گا۔ کیونکہ آپؑ ہی ہدایت حاصل کرنے والوں کے نشانِ راہ اور اہل ایمان کی امیدگاہ ہیں۔ چلنے میں جلدی نہ کریں کیونکہ میں خود بھی اس مکتوب کے بعد آ رہا ہوں۔ (عاشر بحار' ص ۱۸۴)

س: کیا جب حسین علیہ السلام نے مکہ سے کوچ کیا تو اس وقت جناب عبداللہ مکہ میں تھے؟

ج: قافلہ حسینیؑ کی روانگی کے وقت جناب عبداللہ مدینہ سے مکہ نہیں پہنچے تھے۔

س: بتائیے جناب عبداللہ نے اس قافلہ کے ساتھ کربلا کا سفر بھی کیا؟

ج: آپ نے اپنے دونوں شہزادوں عون و محمد کو خدمتِ امامؑ میں حاضر رہنے اور بوقت ضرورت جہاد کرنے کا حکم دے کر واپس چلے گئے اور کچھ مجبوریوں کی وجہ سے اس سفر میں ساتھ نہ جا سکے۔ (شہید انسانیت' ص ۲۹۶)

س: بتائیے مظلومِ کربلا کی دوسری منزل صفاح پر کس شاعر سے گفتگو ہوئی؟

ج: آپ کی مکہ سے دوسری منزل صفاح پر شاعر فرزدق سے ملاقات ہوئی جو اپنی والدہ کے ہمراہ حج کرنے کے لیے کوفہ سے آ رہا تھا۔

س: بتایئے جب امام علیہ السلام نے اہلِ کوفہ کے حالات دریافت کیے تو اس وقت فرزدق نے کیا تجزیہ کیا؟

ج: آقا لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور ان کی تلواریں آپ کے خلاف ہیں۔ قضا آسمان سے نازل ہوئی ہے اور خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔

س: بتایئے تیسری منزل ذات عرق کے مقام پر بشر بن غالب سے ملاقات ہوئی تو امامؑ کے سوال پر اس نے کون سا جواب دیا؟

ج: مکہ سے تیسری منزل ذات عرق پر جب حسینؑ قافلہ پہنچا تو اس وقت عراق سے آتے ہوئے بشر بن غالب سے آپؑ کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے اہلِ عراق کے حالات کے متعلق پوچھا۔ تو بشر بن غالب نے کہا آقا! **قلوب الناس معک والسیوف مع بنی امیہ**۔ لوگوں کے دل آپؑ کے ساتھ ہیں اور ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔

س: بتایئے امام علیہ السلام نے کس منزل سے قیس بن مسہر صیداوی کے ہاتھ اہلِ کوفہ کو خط بھیجا؟

ج: چوتھی منزل بطن رمہ سے۔

س: قاصدِ حسینؑ قیس کو کس یزیدی افسر نے گرفتار کیا تھا؟

ج: قادسیہ کے مقام پر یزیدی پولیس افسر حصین بن نمیر نے قیس کو گرفتار کیا تھا۔

س: جب قیس کو گرفتار کیا گیا تو اس نے کون سا کام کیا؟

ج: جب یزیدی کمانڈر نے قیس (قاصدِ حسینؑ) کی تلاشی لینا چاہی تو قیس نے افشائے راز کے اندیشہ سے حسینؑ کے خط کو پھاڑ ڈالا۔

س: جب قیس کو ابن زیاد کے دربار میں پیش کیا گیا۔ ابن زیاد نے قیس سے اس

خط کے متعلق پوچھا تو آپ نے کون سا جواب دیا؟

ج: اے ابن زیاد میں نے اس خط کو اس لیے پھاڑا ہے تا کہ تم اس خط سے واقف نہ ہو

س: بتائیے جب ابن زیاد نے اصرار کیا کہ بتاؤ اس میں کیا لکھا تھا اور کن کن اشخاص کے نام پر لکھا گیا تھا؟ مگر جنابِ قیس نے بتانے سے انکار کر دیا۔ ابن زیاد نے کہا اچھا ایسا نہیں کرتے تو پھر منبر پر چڑھ کر حسین بن علیؑ پر سب و شتم کرو۔

کیا قیس نے حسینؑ پر سب وستم کیا؟

ج: نہیں۔ آپ منبر پر گئے۔ خدا کی حمد وثنا اور پیغمبر اسلام پر درود بھیجنے کے بعد کہا: اے لوگو! حسینؑ بن علیؑ جو دختر رسولؐ فاطمہ زہراؑ کے فرزند ہیں۔ بہترین اللہ کی مخلوق ہیں۔ میں ان کا قاصد ہوں۔ تم پر لازم ہے کہ ان کی آواز پر لبیک کہو۔ اس کے بعد جناب امیر علیہ السلام پر درود بھیجا اور ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی۔

س: بتائیے ابن زیاد نے غصہ سے اس پر کون سا حملہ کروایا؟

ج: ابن زیاد نے غصہ سے آگ بگولہ ہو کر کہا: ان کو قصر پر لے کر نیچے گرا دیا جائے۔ (اناللّٰہ وانا الیہ راجعون)

س: بتائیے عبداللہ بن مطیع عدوی سے امام حسینؑ کی کس مقام پر ملاقات ہوئی؟

ج: آپؑ کی مکہ سے دور پانچویں منزل بعض العیون پر ملاقات ہوئی۔

س: چھٹی منزل خزیمیہ پر جناب زینبؑ عالیہ نے خدمت امامؑ میں حاضر ہو کر بتایا کہ رات کے وقت میں کسی کام کے لیے باہر نکلی تو سنا کہ کوئی ہاتف غیبی شعر پڑھ رہا تھا وہ شعر کون سے تھے؟

ج الایا عین فاحتفلی بجهد   ومن یبکی علی الشهدا بعدی

اے آنکھ پوری کوشش سے آنسو بہا اور بھلا میرے بعد شہدا پر اور کون روئے گا؟

علے قوم تسوقهم المنایا   بمقدار یلے انجاز وعد

(میرے بعد کون روئے گا) اس گروہ پر جن کو موتیں ایفاء عہد کے لیے ہانک کر لے جا رہی ہیں۔

س بتایئے ساتویں منزل زرود پر حسینؑ قافلہ کی کس سے ملاقات ہوئی؟

ج سید الشہداء کی مکہ سے ساتویں منزل پر جناب زہیر بن القین بجلی سے ملاقات ہوئی۔

س امامؑ سے ملاقات ہوئی تو زہیر میں کون سی تبدیلی آئی؟

ج امامؑ کی زہیر سے اس وقت زرود کے مقام پر ملاقات ہوئی جب زہیر کا قبیلہ بھی زرود کے چشمہ پر جمع تھا۔ امامؑ نے اپنے قاصد کو ملاقات کے لیے زہیر کی طرف بھیجا۔ زہیر ملاقات امامؑ سے لیت ولعل سے کام لے رہا تھا مگر ان کی زوجہ (دہم بنت عمر) نے ان کو آڑے ہاتھوں لیا اور کہا کس قدر مقامِ افسوس ہے کہ فرزندِ رسولؐ آپ کو بلائیں اور آپ ان کے پاس نہ جائیں۔ آخر جانے میں کیا حرج ہے؟ جائیں اور ان کی بات سنیں۔ زہیر خدمتِ امامؑ میں حاضر ہوئے۔ پلٹ کر واپس آئے تو امامؑ نے ان کی کایا کو ہی پلٹ دیا تھا۔ واپس آ کر اس نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تمہیں گزند پہنچے۔ (ارشاد ص ۲۳۹)

س بتایئے کس منزل پر سید الشہداؑ کو ہانی اور مسلم کی شہادت کی خبر موصول ہوئی؟

ج آٹھویں منزل ثعلبیہ پر۔

س: بتایئے نویں منزل زبالہ پر مظلوم کو کس کی شہادت کی خبر موصول ہوئی؟

ج: قیس بن مسہر صیداوی کی۔

س: بتایئے دسویں منزل بطن عقبہ پر مظلومِ کربلا نے کون سا خواب دیکھا؟

ج: امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے منزلِ عقبہ پر اپنے ساتھیوں سے فرمایا: میں ضرور شہید کیا جاؤں گا۔ اصحاب نے عرض کیا: یاابا عبداللہ کیا بات ہے؟ فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ کچھ کتے مجھے کاٹ رہے ہیں اور ان میں سے زیادہ کاٹنے والا ایک سفید داغوں والا کتا ہے (شمر بن ذی الجوشن ملعون مراد ہے جو کہ کوڑھی تھا)

س: بتایئے مکہ سے گیارھویں منزل کون سی ہے؟

ج: منزلِ شراف ہے۔

س: بتایئے بارھویں منزل ذوحسم سے آپؑ کی کس سے ملاقات ہوئی؟

ج: بارھویں منزل ذوحسم پر حُر بن زیاد ریاحی جو ایک ہزار فوج کا دستہ لے کر پہنچا تھا مظلومِ کربلا کی ملاقات ہوئی۔

س: بتایئے امامؑ نے حُر کی فوج کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟

ج: آپؑ نے حُر کی فوج سے پہلے ذوحم کے مقام پر ڈیرے ڈال دیئے تھے۔ حُر اور اس کی فوج اور ان کے گھوڑے پیاس سے نڈھال ہو رہے تھے۔ امامؑ نے حسینیؑ لشکر کے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ان کو پانی پلاؤ۔

س: بتایئے ذوحسم کے مقام پر حسینؑ کے حکم پر کس نے اذان دی؟

ج: آپؑ کے حکم پر ایک روایت کے مطابق حجاج بن مسروق جعفی نے اذان دی اور دوسری روایت کے مطابق شہزادہ علی اکبرؑ نے اذان دی۔ (تمقام، ص ۲۹۶)

س بتایئے چودھویں منزل عدیب الہجانات پر آپ کی کس سے ملاقات ہوئی اور اس نے آپ کو کون سا مشورہ دیا؟

ج آپ کی طرماح بن عدی سے ملاقات ہوئی۔ اس نے آپؑ کو کوفہ کے حالات سے آگاہ کیا اور آپؑ کو مشورہ دیا کہ آپؑ ''پہاڑ آجا'' پر ہمارے ساتھ آجاؤ۔

س بتایئے طرماح بن عدی نے کون سی مہلت مانگی؟

ج جب طرماح نے آپؑ کو کوفہ جانے سے منع کیا اور آپؑ نہ رکے تو عدی نے اس قدر مہلت طلب کی کہ وہ گھر جا کر اپنے اہل وعیال کو خرچ خوراک پہنچا آئیں۔ پھر جلدی آپؑ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔ چنانچہ امام علیہ السلام نے ان کو اجازت دی۔ اگرچہ حسب وعدہ طرماح بہت جلدی اپنے اہل وعیال کو خرچ پہنچا کر واپس آئے مگر جب وہ اسی مقام غذیب الہجانات پر پہنچے تو ان کو اطلاع ملی کہ حضرت امام حسینؑ شہید کر دیئے گئے ہیں اس لیے واپس چلے گئے۔

س مقام قصر بنی مقاتل پر علیؑ اکبر نے کون سا سید الشہدا سے سوال کیا؟

ج رات کے آخری حصہ میں بنی مقاتل سے حسینیؑ قافلہ نے کوچ کیا۔ راستہ میں سید الشہدا نے **انا للہ وانا الیہ راجعون والحمدللہ رب العالمین** پڑھا۔ شہزادہ علی اکبرؑ گھوڑے پر سوار تھے۔ آگے بڑھ کر پوچھا: بابا ان کلمات کے پڑھنے کا سبب کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: (ابھی ابھی گھوڑے پر) آنکھ لگ گئی تھی۔ میں نے عالم خواب میں ایک سوار کو دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا کہ یہ لوگ چل رہے ہیں اور موت ان کی طرف آ رہی ہے۔ یہ سن کر شہزادہ نے عرض کی: اے پدر

بزرگوار! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: ہم حق پر ہیں۔ شہزادہ علی اکبرؑ نے کہا کہ ہمیں کوئی اندیشہ نہیں کہ حق پر ہمیں موت آ جائے۔

س بتایئے مکہ سے سولہویں منزل کا نام کیا ہے؟

ج نینوا اور شقوق۔

س بتایئے مظلومِ کربلا نے اپنی مقتل (خاکِ کربلا) کو کیسے پہچانا؟

ج مظلومِ حسینؑ منزلیں طے کرتے ہوئے جب کربلا کی زمین پر پہنچے۔ امامؑ نے دریافت کیا:

مااسم هذه الارض ''اس جگہ کا نام کیا ہے؟''

عرض کیا گیا: اسے کربلا کہتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: هذه موضع کرب و بلا ''یہ رنج والم کا مقام ہے''۔

اس کے بعد حکم دیا: یہی ہماری سواریاں بٹھانے کی جگہ ہے۔ یہی ہمارے خون بہائے جانے کا مقام ہے۔ یہی ہماری قبروں کا محل ہے۔ میرے جد نامدار جناب رسولؐ خدا نے مجھے اسی جگہ کی اطلاع دی تھی (نفس المہموم، ص ۱۱۱)

س بتایئے آپؑ کربلا کس تاریخ کو وارد ہوئے؟

ج حسینیؑ لشکر ۲ محرم ۶۱ھ بروز جمعرات کو کربلا میں وارد ہوا۔

دو محرم سے شبِ عاشور تک

س بتایئے عمر بن سعد چار ہزار لشکر کے ساتھ کربلا میں کس تاریخ کو پہنچا؟

ج ۳ محرم الحرام کو۔

س بتایئے چوتھی محرم کو کتنی یزیدی فوج کن کن جرنیلوں کے ساتھ کربلا میں پہنچی؟

ج چوتھی محرم کو شمر بن ذی الجوشن کو چار ہزار، یزید بن رکاب کلبی کو دو ہزار اور حصین بن نمیر کوفی کو چار ہزار کا لشکر جرار دے کر روانہ کیا۔ اسی طرح یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ صحیح روایت کی بنا پر نویں محرم کو کربلا میں سپاہ مخالف کی تعداد تیس ہزار کو پہنچ گئی۔

س تمام یزیدی فوج کے سپہ سالاروں کے نام تعداد کے ساتھ بتائیے؟

ج (۱) حُر ایک ہزار (۲) عمر بن سعد چار ہزار (۳) کعب بن طلحہ (تین ہزار) (۴) شمر بن ذی الجوشن چار ہزار (۵) یزید بن رکاب کلبی دو ہزار (۶) حصین بن نمیر چار ہزار (۷) مضایر بن رہینہ مازنی تین ہزار (۸) نصر بن حرشہ تین ہزار (۹) شیث بن ربعی ایک ہزار (۱۰) حجار بن ابجر ایک ہزار

(مقتل الحسین للمقرم، ص ۲۱۸)

س یہ تو یزیدی فوج کی کل تعداد پچیس ہزار بنتی ہے۔ تیس ہزار کس نے بتائی؟

ج حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قوم اشقیاء کی تعداد تیس ہزار تھی۔ (عاشر بحار، ص ۱۶۷)

س بتائیے کس تاریخ کو حسینؑ کے بچوں کا پانی بند ہوا؟

ج ساتویں محرم کو حسینؑ کا پانی بند کر دیا گیا تھا۔

س بتائیے نہر فرات پر کتنے فوجیوں کے ساتھ کس کو متعین کیا گیا کہ حسینؑ خیام تک پانی کا ایک قطرہ بھی نہ پہنچنے پائے؟

ج عمرو بن حجاج زبیدی کو پانچ سو سواروں کے ساتھ نہر فرات پر بطور پہرہ دار متعین کیا گیا تھا۔

س بتائیے یزیدی بھیڑیے عمرو بن الحجاج زبیدی نے حسینؑ کو کیا کہا؟

ج: اس کمینے انسان نے مظلومِ کربلا کو کہا اے ساقی کوثر کے نواسہ حسینؑ یہ نہر فرات کا پانی ہے جسے کتے اور بیابان کے سور اور بھیڑیئے بھی پی رہے ہیں لیکن تم اس کا ایک قطرہ بھی نہیں پی سکتے۔

س: بتایئے امامؑ نے یہ بددعا (پروردگار! اس ملعون کو پیاس سے قتل کر اور اسے کبھی نہ بخش) کس کو کیوں اور کیسی دی؟

ج: آپؑ نے یہ بددعا عبداللہ بن حصین ازدی کو دی تھی جب اس نے حسینؑ کو مخاطب ہو کر کہا تھا کہ تو اس پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں لے سکتا۔

آپؑ نے اس کے جواب میں کہا تھا: پروردگار! اس ملعون کو پیاس سے قتل کر اور اس کو کبھی بھی نہ بخش۔

س: کیا امامؑ کی بددعا کا اثر ہوا؟

ج: ہاں! حمید بن مسلم روایت کرتا ہے: میں اس شخص کی بیمار پرسی کرنے گیا۔ اس خدا کی قسم جس کے بغیر کوئی معبود برحق نہیں کہ میں نے دیکھا کہ وہ پیاس کی شدت سے اس قدر پانی پیتا تھا کہ پانی حلق تک پہنچ جاتا تھا پھر تے کرتا تھا اور بدستور العطش العطش پکارنے لگتا حتیٰ کہ اسی حالت میں واصل جہنم ہو گیا۔ (وقائع الایام محرم، ص ۲۷۰)

س: سرکار سید الشہداؑ نے قومِ اشقیاء سے ایک رات کی مہلت کیوں طلب کی؟

ج: اس کی چند وجوہات ہیں:

وجہ اول: تاکہ آج کی آخری رات دل کھول کر خداوند کریم کی عبادت کر سکیں اور بکثرت دعا و استغفار کر لیں۔

زمین جگمگا اُٹھی، وہ دل سے کیں عبادتیں

وجہ دوم: آپ اپنے ہمراہیوں کو تاریکی میں رکھنا نہیں چاہتے تھے بلکہ صورت حال کو واضح کر کے ان کو اپنے عزم وارادہ کا امتحان لینے کا موقع دینا چاہتے تھے تا کہ جو جانا چاہے وہ ابھی چلا جائے اور جو باقی ساتھ دے وہ بھی علی وجہ البصیرت ایسا کرے۔

س: کیا حسینؑ نے شبِ عاشورا اپنے صحابہ وانصار کو ان کا جنت میں ٹھکانا دکھایا؟

ج: ہاں! امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ جب شب عاشورہ امامؑ نے اصحاب سے بیعت اٹھا لی اور ان کو جانے کی اجازت دے دی مگر انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو مظلوم فرماتے ہیں کہ تم سب کے سب کل شہید کر دیئے جاؤ گے۔ اور تم میں سے کوئی شخص بھی زندہ نہیں بچے گا۔ اس وقت صحابہ نے کہا: خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں آپؑ کی مصیبت میں جان قربان کرنے کا شرف عطا فرمایا ہے۔ اس کے بعد امامؑ نے فرمایا: آسمان کی طرف سر بلند کرو اور دیکھو اس وقت حجاب ہٹ گئے اور انہوں نے جنت الفردوس میں اپنے اپنے منازل دیکھ لیے۔ امامؑ ایک ایک صحابی کو اس کی منزل دکھاتے اور فرماتے اے فلاں یہ تیرا مقام ہے اے فلاں یہ تیری منزل ہے۔ یہی وجہ تھی کہ روزِ عاشور شمع حسینیؑ کے جانباز پروانے دیوانہ وار نیزے' تیر اور تلواریں اپنے ہاتھوں اور سینوں پر کھاتے تھے تا کہ جلد از جلد جنت کے اندر اپنی منزل میں پہنچ جائیں۔

وجہ سوئم: یہ بھی ممکن ہے کہ امامؑ چاہتے ہوں کہ مخالف ایک رات اور مزید سوچ و بچار کر لیں تا کہ دین و دنیا میں جسے چاہیں اختیار کر لیں۔ یہی وجہ ہے کہ جنابِ حُر کا فوج مخالف سے کٹ کر خدمتِ امامؑ میں تائب ہو کر حاضر ہونا اور نصرتِ امامؑ میں جامِ شہادت نوش کرنا ہے۔ سید ابن طاؤس کے بیان کے

مطابق شب عاشورہ ۳۲ آدمی لشکرِ مخالف سے چھٹ کر امامؑ کے قدموں میں آ گئے اور اصحابِ حسینؑ میں داخل ہو گئے۔ (لہوف، ص ۸۳)

روزِ عاشورہ

س: بتایئے عاشور کی صبح امامؑ نے کیسے نماز پڑھی؟

ج: شب عاشورہ اپنی تمام تر کیفیتوں سمیت ختم ہوئی اور سپیدۂ سحر نمودار ہوئی۔ حضرت امام حسینؑ نے اصحاب و اقربا کے ساتھ نمازِ صبح باجماعت ادا کی۔ وہ نماز جس کی تعقیبات میں کربلا کا جہاد تھا۔

س: بتایئے آٹھویں امام علی رضاؑ نے عاشورہ کے دن کو کون سا دن قرار دیا؟

ج: امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: ہماری آنکھوں کو زخمی کر دیا ہے اور ہمارے آنسوؤں کو بہا دیا اور زمین کربلا میں ہمارے دادا اور عزیزوں کو شہید کر کے قیامت تک ہمیں حزن و ملال دے دیا۔ رونے والوں کو حسینؑ جیسے مظلوم امامؑ پر رونا چاہیے۔ کیونکہ ان پر رونا بڑے بڑے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ پھر فرمایا جب چاند محرم نمودار ہو جاتا تھا تو میرے والد کو کوئی شخص ہنستے ہوئے نہیں دیکھتا تھا اور (روزِ عاشورہ) تو ان کے لیے خاص گریہ و بکا کا دن ہوتا تھا۔

س: بتایئے لشکر یزیدی کی تعداد کتنی تھی؟

ج: اس میں علماء کے درمیان اختلاف ہے (تیس ہزار، پینتیس ہزار، پچاس ہزار، اکاون ہزار، اسی ہزار، دو لاکھ، نو لاکھ، آقائے دربندی کے نزدیک چھ لاکھ سوار اور دو کروڑ پیادے لکھی ہے) لیکن اس میں صحیح قول امام زین العابدینؑ کا ہے جس میں آپ نے تیس ہزار لکھی ہے۔ (عاشر بحار، ص ۱۹۳، ناسخ جلد ۶،

ص۲۲۴، منتخب التواریخ)

س حسینیؑ سپاہ کی تعداد کتنی تھی؟

ج حسینیؑ لشکر میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ کل تعداد ۷۲ تھی۔
(۱) تفصیل ۳۲ سوار اور ۴۰ پیادے (۲) کل تعداد ۷۷ یا ۶۰۔ (۳) ۸۲
(۴) ۳۳ سوار، ۸۲ پیادے (۴) پینتالیس سوار سو پیادے کل ۱۴۵۔

س بتایئے کربلا کے حسینیؑ لشکر کی تعداد امام محمد باقرؑ نے کتنی بتائی؟

ج آپؑ نے حسینیؑ لشکر کی تعداد ۱۴۵ بتائی ہے۔ (عاشر بحار، ص۱۹۲۔ لہوف، ص۸۸۔ نفس المہموم، ص۱۲۶)

س امام حسین علیہ السلام کا روز عاشورہ کا خطبہ بیان کریں جس میں امامؑ نے اپنا اور خاندان کا تعارف کروایا؟

ج اے لوگو! میرے حسب ونسب پر غور کرو اور دیکھو میں کون ہوں؟ پھر اپنے آپ کو ملامت کرو اور سوچو کہ آیا تمہارے لیے میرا قتل کرنا اور میری ہتک حرمت کرنا روا ہے؟ کیا میں تمہارے پیغمبرؐ کا فرزند نہیں ہوں! اور کیا میں تمہارے پیغمبر کے وصی، ان کے ابن عم اور سب سے پہلے تصدیق نبوت و رسالت کرنے والے بزرگوار کا فرزند نہیں ہوں؟ کیا جناب حمزہ سیدالشہداء میرے والد کا چچا نہیں ہے؟ کیا جعفرطیار میرا چچا نہیں ہے؟ کیا جناب رسولؐ خدا کا یہ ارشاد تمہارے گوش گزار نہیں ہوا جو انہوں نے میرے اور میرے بھائی حسنؑ کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں؟ اگر تم اس بات میں میری تصدیق کرتے ہو جو کہ بالکل برحق ہے کیونکہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تو فبہا ورنہ ابھی وہ آدمی زندہ موجود ہیں جن سے اس کی تصدیق کی جاسکتی ہے۔

بتایئے رسولؐ نے حسینؑ کو جو گھوڑا دیا تھا اس کا نام کیا تھا؟

مرتجز۔

حضرت حُر اور مظلومِ حسینؑ کی گفتگو پر روشنی ڈالیں؟

حُر نے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور خیامِ حسینؑ میں پہنچا۔ عرض کی: اے فرزند رسولؐ! میں وہی ہوں جس نے آپ کا راستہ روکا اور کربلا تک راستہ میں آپ کے ساتھ چلتا رہا اور بالآخر اس لق و دق صحراء میں آپؑ کو اترنے پر مجبُور کیا۔ مجھے یہ امید نہ تھی کہ آپؑ کی مصالحانہ کوششوں کو یہ رد کر دیں گے۔ خدا کی قسم! اگر مجھے معلوم ہوتا یہ لوگ ایسا سلوک آپؑ کے ساتھ کریں گے تو میں کبھی بھی یہ رویہ اختیار نہ کرتا۔ بہرحال اب میں بارگاہِ ایزدی میں توبہ کرتا ہوں۔ میری توبہ قبول ہوسکتی ہے؟

امامؑ عالی مقام نے فرمایا! ہاں بے شک خداوند عالم تیری توبہ قبول فرمائے گا۔ پھر فرمایا! گھوڑے سے نیچے اتر آؤ۔ حُر نے عرض کیا: میرا نصرت حق میں گھوڑے پر سوار رہنا اترنے سے بہتر ہے۔ ان لوگوں سے کچھ دیر جنگ کرلو اور بالآخر (شہید ہوکر) نیچے اترنا ہی ہے؟ امامؑ نے فرمایا جو جی چاہے کرو خدا تم پر رحم فرمائے۔

بتایئے کربلا کی جنگ کی ابتدا کیسے ہوئی؟

جناب حُر کی تقریر کے بعد ابن سعد نے جنگ کو تاخیر کرنے بر خلاف مصلحت سمجھتے ہوئے اس طرح جنگ کا آغاز کیا کہ اپنے غلام ورید کو (جو کہ علمبردار لشکر تھا) حکم دیا اے ورید علم لشکر قریب لاؤ۔ چنانچہ اس نے علم قریب کیا۔ پھر پسر سعد نے اپنے تیر چلہ کمان پر چڑھایا اور زور سے جماعت حسینؑ کی طرف چھوڑا اور ساتھ ہی فوجِ اشقیاء سے کہا: تم گواہ رہنا کہ وہ شخص جس نے سب

سے پہلے تیر مارا ہے وہ میں ہوں۔ ابن سعد کا تیر چلانا تھا کہ یکا یک ہزاروں تیروں کی بارش ہونے لگی۔

س بتایئے شہید کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے کتنی خوبیوں سے نوازا گیا ہے؟

ج شہید کو من جانب اللہ سات خوبیوں سے نوازا گیا ہے:

۱- اس کا ایک قطرہ خون گرتے ہی اس کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۲- اس کا سر حورانِ جنت میں دو زوجاؤں کی گود میں ہوتا ہے جو اس کے چہرہ سے غبار صاف کرتے ہوئے اس کو خوش آمدید کہتی ہیں اور وہ ان کو خوش آمدید کہتا ہے۔

۳- اس کو جنتی لباس زیب تن کرایا جاتا ہے۔

۴- خازنانِ جنت ہر اچھی خوشبو لے کر اس کے پاس آتے ہیں تا کہ جسے پسند کرے ہمراہ لے جائے۔

۵- وہ جنت میں اپنے مکان کو دیکھ لیتا ہے۔

۶- اس کی روح کو کہا جاتا ہے جنت میں جہاں جی چاہے سیر وتفریح کر۔

۷- پروردگار کی عظمت وجلالت کے جمال با کمال کا مشاہدہ کرے گا۔

س بتایئے عربوں میں جنگ کے کتنے طریقے رائج تھے؟

ج عربوں میں جنگ کے دو طریقے رائج تھے: ۱- مبارزت طلبی ۲- جنگِ مغلوبہ۔

س بتایئے جنگ مبارزت طلبی کسے کہتے تھے؟

ج ایک ایک جوان کارزار میں نکل کر دادِ شجاعت دیتا تھا اس کو مبارزت طلبی کہتے تھے۔

س عرب جنگ مغلوبہ کسے کہتے تھے؟

ج: ایک فریق سارے کا سارا یا اس کا کثیر حصہ دوسرے فریق پر یک بارگی دھاوا بول دیتا اور فریقین گتھم گتھا ہو جاتے اسے جنگ مغلوبہ کہتے تھے۔

مبارزت طلبی میں شہید ہونے والے شہداء کے حالاتِ زندگی

س: بتایئے عبداللہ بن عمیر کلبی کون تھے؟

ج: یہ کربلا کے شہید ہیں۔

س: بتایئے جناب عبداللہ اپنی بیوی کے ساتھ خدمت امامؑ میں کربلا میں کس تاریخ کو پہنچا؟

ج: جناب عبداللہ بن عمیر کلبی اپنی زوجہ اُم وھب کے ہمراہ آٹھویں محرم کی شب کو پہنچ گیا۔

س: کیا عبداللہ کی بیوی ام وھب کربلا میں میدانِ جنگ میں گئی تھی؟

ج: جناب عبداللہ نے میدانِ جہاد میں جز پڑھے تو ام وھب زوجہ عبداللہ نے جب یہ اشعار سنے تو جہاد کے لیے میدان میں پہنچیں' عبداللہ نے واپس بھیجنے کی کوشش کی مگر اس نے عبداللہ کا کپڑا پکڑ کر کہنا شروع کیا۔ میں اس وقت تم سے جدا نہ ہوں گی جب تک تمہارے ساتھ جامِ شہادت نوش نہ کروں گی۔ اس حالت کو دیکھ کر امامؑ نے فرمایا خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ عورتوں کی طرف واپس پلٹ آوَ۔ خدا تم پر رحم کرے ان کے ساتھ بیٹھ جاوَ۔ کیونکہ عورتوں پر جہاد نہیں ہے۔ حکم امامؑ سن کر وہ مومنہ واپس لوٹ آئی۔

س: بتایئے جناب عبداللہ کلبی کی شہادت کس کے ہاتھ سے ہوئی؟

ج: ہانی بن ثبیت حضرمی اور بکیر بن حی تیمی کے ہاتھوں۔

س: بتایئے عبداللہ کلبی کی زوجہ ام وھب کربلا میں کیسے شہید ہوئی؟

میدان کارزار میں پہنچ کر اپنے عزیز شوہر کے چہرہ سے گردوغبار صاف کرنا شروع کیا اور ساتھ یہ بھی کہتی تھی کہ اے عبداللہ! اللہ نے آپ کو شہادت نصیب فرمائی۔ اس سے دعا کرو مجھے بھی تمہارے ساتھ بلا لے۔ شمر نے اپنے غلام رستم سے کہا کہ اس کے سر پر گرز مار کر اس کا کام تمام کر دو۔ چنانچہ اس ملعون نے اس مظلومہ کو شہید کر دیا۔

بتایئے جناب حُر نے کتنے یزیدی فوجی مارے؟

جنابِ حُر نے ۸۰ یزیدی فوجیوں کو واصل جہنم کیا۔

بتایئے جنابِ حُر کی لاش کو اُٹھا کر خدمت امامؑ میں لایا گیا تو حسینؑ نے آپ کی شہادت کو کون سی شہادت قرار دیا؟

آپؑ نے فرمایا: "قتلة" مثل قتلة النبین وال النبین۔ حُر کا قتل انبیاء اور اولادِ انبیاء کی طرح ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے آپ کو کس لقب سے نوازا؟

آپؑ نے فرمایا: انت الحر کماسمتك امك وانت الحر فی الدنیا والاخرة واقعاً تم حُر (آزاد) ہو جیسا کہ تمہاری ماں نے تمہارا نام رکھا تھا۔ تم دنیا و آخرت میں حُر (آزاد) ہو۔

مسلم بن عوسجہ اسدی کون تھے اور اس نے امامؑ کی شب عاشور والی تقریر میں کیا جواب دیا تھا؟

یہ جناب امیر کے خاص اصحاب میں سے تھا۔ اس نے تینوں جنگوں (جمل، صفین اور نہروان) میں شرکت فرمائی تھی۔ یہ وہی صحابی حسینؑ ہیں کہ جب شب عاشور سید الشہداؑ نے اپنے تاریخی خطبے میں اپنے اصحاب کو چلے جانے کی اجازت دی تھی تو انہوں نے عرض کیا تھا بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم آپ کو

تنہا چھوڑ کر چلے جائیں؟ اگر ایسا کریں تو کل قیامت کے روز آپ کے جد نامدار کو کیا جواب دیں گے؟ بخدا اگر مجھے یقین ہوتا کہ قوم جفا کار مجھے قتل کرے گی پھر زندہ ہو جاؤں گا وہ پھر مجھے قتل کر دے گی اور لاش کو جلا کر اس کی راکھ ہوا میں اڑا دے گی۔ اسی طرح اگر ستر بار بھی مجھ سے یہ سلوک کیا جائے تب بھی آپؑ کی تائید ونصرت سے دست برداری اختیار نہ کروں گا حالانکہ مجھے یقین ہے کہ صرف ایک بار ہی شہید ہونا ہے۔

س: بتایئے امامؑ مظلوم نے عوسجہ کی لاش پر کون سی آیت تلاوت فرمائی؟

ج: منهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا.

''کچھ جانے والے جا چکے اور کچھ منتظر بیٹھے ہیں کسی نے بھی عہد و پیمان میں تبدیلی نہیں کی۔

س: حضرت بریر بن خضیر ہمدانی کون تھے؟

ج: حضرت بریر بن خضیر الہمدانی المشرقی خاندان ہمدان کے قبیلہ بنی مشرق کے اشراف واکابر میں سے تھے؟

س: کیا بریر ہمدانی اور یزیدی سپاہی یزید بن معقل کے درمیان میدانِ جنگ میں کوئی مباہلہ ہوا؟

ج: جب بریر ہمدانی نے تین یزیدوں کو واصل جہنم کیا۔ اسی اثناء میں یزیدی فوج سے یزید بن معقل نکلا۔ ادھر حسینیؑ لشکر سے جناب بریر نکلے۔ یزید نے کہا اے بریر! خدا نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟

جناب بریر نے جواب دیا بخدا خدا نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہے۔ ہاں البتہ تیرے ساتھ برا سلوک کیا ہے!

یزید نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو حالانکہ تم اس سے پہلے جھوٹ نہیں بولتے تھے!

پھر کہا بریر: کیا وہ وقت بھی یاد ہے کہ جب ہم تم بنی لوذات کے محلہ سے گزر رہے تھے اور تم کہتے تھے کہ عثمان بن عفان اپنے نفس پر ظلم کرنے والے معاویہ بن ابی سفیان جو خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے تھے اور امامؑ برحق صرف علیؑ بن ابی طالب ہیں۔

جناب بریر نے کہا ہاں مجھے اچھی طرح یاد ہے اور اب بھی میں گواہی دیتا ہوں کہ تم گمراہوں میں سے ہو۔

بریر نے فرمایا اگر خیال ہے تو آیئے میں تم سے مباہلہ کرتا ہوں اور دونوں بارگاہ قدرت میں دعا کریں ہم میں سے جو جھوٹا ہوگا اللہ اس پر لعنت کرے اور سچے کے ہاتھوں جھوٹے کو قتل کرے۔ چنانچہ دونوں نے ہاتھ بلند کر کے دعا کی:

ان یلعن الکاذب و ان یقل المحق المبطل

اس کے بعد مقابلہ کے لیے آگے بڑھے۔ یزید بن معقل نے بریر پر وار کیا۔ تلوار اچٹتی ہوئی لگی اور بریر کو کوئی خاص گزند نہ پہنچا۔ اس کے بعد جناب بریر نے ایک ایسا بھرپور وار کیا کہ تلوار خود کو کاٹتی ہوئی یزید کے دماغ تک پہنچ گئی۔ یزید فوراً گھوڑے کی زین سے زمین پر گرا۔ اس حالت میں بھی جناب بریر کی تلوار اس کے سر میں گڑی ہوئی تھی۔

س: بتایئے بریر ہمدانی کو کس نے شہید کیا؟

ج: کعب نے۔

س: بتایئے وھب کلبی کس مذہب سے تعلق رکھتا تھا اور کس کے دست حق پر اسلام لائے؟

ج: وھب کلبی نصرانی المذہب تھا۔ وہ اپنی والدہ اور بیوی کے ساتھ سرکار

سید الشہداؑ کے دست حق پر اسلام لائے تھے۔

س: بتائیے وھب کی شادی کو شہادت کے دن کتنے دن گزرے تھے؟

ج: سترہ روز۔ (نفس المہموم)

س: بتائیے وھب کی بیوی نے امام کو کون سی دو شرطیں پیش کی تھیں؟

ج: ا- وھب کی زوجہ اس کو بارگاہ امام میں لائی اور عرض کیا: فرزند رسولؐ دو باتیں عرض کرنا چاہتی ہوں۔ ایک تو یہ کہ میرا شوہر تو عنقریب نیزہ وتلوار کے وار سے جنت کا مسافر ہو جائے گا اور میرا چونکہ یہاں کوئی مونس وغمگسار نہیں ہے اس لیے مجھے اپنے اہل حرم کے حوالہ کر دیجیے تا کہ وہ میرے نگران حال رہیں۔

۲- دوسرا یہ کہ وھب سے وعدہ لیجیے کہ کل قیامت کے روز مجھے فراموش نہ کریں۔ امامؑ اس معظّمہ کی دونوں باتوں سے متاثر ہوئے اور گریہ کرتے ہوئے فرمایا! تیری ہر دو باتیں منظور ہیں۔

س: وھب کلبی نے کتنے یزیدی فوجی مارے؟

ج: وھب کلبی نے ۲۴ سواروں اور ۱۲ پیادوں کو واصل جہنم کیا۔

س: بتائیے جب وھب کلبی کی بیوی میدان میں آئی تو وھب نے اسے کیا کہا؟

ج: وھب نے کہا کیا تو بھی میدان میں حسینؑ کا سپاہی بن کر آ گئی؟ کہنے لگی: مجھ سے آل رسولؐ کی مظلومیت دیکھی نہیں جاتی۔

س: کیا وھب کے استغاثہ پر امامؑ اس کو جنگ کے میدان سے واپس لے گئے تھے؟

ج: جب وھب کی زوجہ شوقِ شہادت میں سرشار تھی تو اس وقت وھب نے امامؑ

سے استغاثہ کیا۔ امامؑ آئے اور اسے واپس خیمہ میں سمجھا بجھا کر لے گئے۔

س: بتایئے وھب کی زوجہ کی شہادت کیسے ہوئی؟

ج: وھب کی شہادت کے بعد ان کی زوجہ اس کی لاش پر پہنچی اور ان کے چہرہ سے گرد و خاک صاف کرنا شروع کی۔ اس اثنا میں شمر بن ذی الجوشن کے غلام نے اس کے حکم سے اسے گرز مار کر شہید کر دیا۔ (بحار' جلد ۱۰' ص ۱۹۶)

س: بتایئے وھب کی شہادت کے بعد جب وھب کے سر کو سپاہ حسینیؑ کی طرف پھینک دیا گیا تو اس کی والدہ کا اس وقت جذبۂ جہاد کیسا تھا؟

ج: جب وھب کے سر کو سپاہ حسینیؑ کی طرف پھینک دیا گیا تو وھب کی والدہ نے وہ سر اٹھایا' اسے بوسہ دیا اور پھر یہ سمجھ کر جو چیز راہِ خدا میں دے دی جائے وہ واپس نہیں لی جاتی۔ اسے اٹھا کر لشکر ابن سعد کی طرف زور سے پھینک دیا۔ اتفاق سے وہ ایک شریر کو لگا (وہی وھب کا قاتل تھا) اور وہ اسی وقت واصل جہنم ہو گیا۔ پھر گرز لے کر میدان جنگ میں نکل پڑی اور دو سپاہیوں کو جہنم رسید کیا۔

س: بتایئے جناب نافع بن ہلال کی شہادت کس وقت ہوئی؟

ج: روز عاشورہ نمازِ ظہر کے بعد ہوئی۔

س: بتایئے قرضۃ الانصاری صحابی علیؑ کے وہ کون سے دو بیٹے تھے۔ ان میں سے ایک یزیدی فوج میں شامل تھا جب کہ دوسرا حسینیؑ لشکر میں شامل تھا۔

ج: اس کے دو بیٹے تھے عمر اور علی۔ عمر معرکہ کربلا میں جناب سید الشہداء کے لشکر میں تھے اور علی یزیدی فوج میں تھا۔

حضرت جون بن حوی مولی ابی ذرؓ

س: آپ جون کے متعلق جانتے ہیں؟

ج: جون حبشی النسل سیاہ رنگ کے غلام تھے۔

س: جون کس کے غلام تھے؟

ج: فضل بن عباس بن عبدالمطلب کے۔

س: جنابِ جون کو کس نے آزاد کرایا؟

ج: جناب امیر نے ڈیڑھ سو اشرفی میں خرید کر جناب ابوذر کو عطا فرمایا۔

س: بتایئے وہ کون صحابی رسولؐ تھے جس کو حضرت عثمان نے ربزہ کی طرف جلاوطن کر دیا اور جنابِ جون بھی ان کے ساتھ گئے تھے؟

ج: حضرت ابوذرؓ۔

س: حضرت جون مدینہ کب واپس آئے؟

ج: آپ حضرت ابوذرؓ کی وفات جو ۳۱ھ یا ۳۲ کو ہوئی کے بعد واپس مدینہ آئے۔

س: امام حسینؑ نے جب جون کو کربلا سے کسی اور مقام پر جانے کے لیے اجازت دی تو جون نے کیا کہا تھا؟

ج: آپ نے فرمایا تھا اے نواسۂ رسولؐ! کیا یہ ممکن ہے کہ آرام کے دنوں میں تو آپ کی کاسہ لیسی کروں اور شدت و تنگی کے وقت آپ کو چھوڑ کر چلا جاؤں؟؟

س: جون کی شہادت پر مظلومِ حسینؑ نے کیا دعا دی تھی؟

ج: پروردگار! اس کے چہرہ کو روشن کر دے۔ اس کی بد بو کو خوشبو سے بدل دے۔

س: بتایئے امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے بابا (امام زین العابدینؑ) کی دعا کے متعلق کون سے ریمارکس دیئے؟

ج: آپ اپنے بابا حضرت زین العابدینؑ سے روایت کرتے ہیں کہ:
جب بنی اسد نے شہدائے کربلا کی لاشیں دفن کیں تو اتفاقاً جناب جون کی لاش دفن ہونے سے رہ گئی۔ دس دن کے بعد جب ان کی لاش مبارک ملی تو دیکھا گیا کہ اس سے مشک وعنبر کی خوشبو آ رہی تھی۔ (ذخیرہ، ص ۲۱۸)

س: بتایئے امام جعفر صادق علیہ السلام نے جون کو زیارت شہداء میں کیسے یاد فرمایا؟

ج: امام صادق علیہ السلام زیارت شہدا میں فرماتے ہیں: بـابـی ' انتم وامی میرے ماں باپ تم پر نثار ہوں۔

س: کیا صحابی امام حسینؑ شبیب بن عبداللہ النہشلی نے بھی کربلا میں شہادت پائی؟

ج: ہاں۔

س: وہ شہید کربلا کون تھا جو راستے میں حسینؑ لشکر میں شامل ہوا؟

ج: ابوالشعثاء الکندی۔

س: جب فوجِ یزید کو دست بدست نقصان پہنچا تو انھوں نے کون سی پلاننگ کی؟

ج: مخالف چاہتا تھا کہ مٹھی بھر فوج کو چاروں طرف گھیر لے۔ مگر موجودہ صورت میں ایسا کرنا ممکن نہیں تھا کیونکہ دوسری جانب خیام تھے۔ جو امامؑ نے شب عاشورا اپنے حسن تدبر سے باہم ملا دیے تھے۔

س: جب عمر سعد نے خیموں کی طنابیں کاٹنے کے لیے کہا تو ادھر حسینؑ سپاہیوں نے

کون سی پلاننگ کی؟

ج: جب یزیدی فوجی طنابیں کاٹنے کے لیے دوڑے ادھر حسینؑ لشکر ایک ایک' دو دو چار چار کر کے خیموں میں گھس گئے۔ یونہی کوئی یزیدی طنابیں کاٹتا اسے قتل کر دیتے اور اس کی نجس لاش کو باہر پھینک دیتے۔

س: نمازِ ظہر کا وقت اور جماعت کی خواہش کس شہید نے یاد دلائی؟

ج: ابوثمامہ نے کہا میری خواہش ہے کہ جب خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو یہ آخری نماز جس کا وقت قریب ہے آپؑ کے ساتھ پڑھ لوں۔

حبیب بن مظاہر

س: حبیب بن مظاہر کس کے صحابی تھے؟

ج: آپ حضرت امیرالمومنینؑ کے صحابی تھے۔

س: وہ کون سے صحابی تھے جن کی مجلس بنی اسد میں ملاقات ہوئی؟

ج: جناب میثم تمار اور حبیب بن مظاہر کی۔

س: جناب حبیب نے کیا کہا تھا؟

ج: میں ایک عمر رسیدہ شخص کو دیکھ رہا ہوں جس کے سر کے اگلے حصے میں بال نہیں ہیں۔ پیٹ بڑا ہے اور دارالرزق کے پاس خربوزے بیچتا ہے۔ اسے محبت اہل بیتؑ کے جرم کی پاداش میں سولی پر لٹکا دیا گیا ہے۔

س: بتائیے جناب میثم نے کون سا جواب دیا؟

ج: میں بھی ایک ایسے شخص کو پہچانتا ہوں جس کا رنگ سرخ و سفید ہے اور سر پر دو گیسو ہیں جو اپنے رسولؐ کی دختر کے فرزند کی نصرت کے لیے نکلے گا اور قتل کر

دیا جائے گا اور پھر اس کے سر کو کوفہ کے بازاروں میں پھیرایا جائے گا۔

س: کیا دونوں صحابیوں کی باتیں صحیح ثابت ہوئیں؟

ج: ہاں! کوفہ کے بازار میں جناب میثم کو سولی پر لٹکایا گیا اور حبیب بن مظاہر کے سر کو کوفہ کے بازاروں میں پھرایا گیا۔

س: بتائیے حبیب کربلا میں خدمتِ امامؑ میں کس تاریخ کو حاضر ہوئے؟

ج: آٹھویں شب محرم کو۔

س: وہ کون صحابی حسینؑ تھے جو نمازِ ظہر کے وقت سامنے سے تیر کھا رہے تھے؟

ج: امامؑ نے نمازِ ظہر ادا کرنے کے لیے زہیر بن القین اور سعید بن عبداللہ کو حکم دیا کہ تم سامنے کھڑے ہو جاؤ۔ جدھر سے بھی تیر، تلوار یا نیزہ کا کوئی وار ہوتا تھا یہ آگے بڑھ کر اپنے سینے پر لے لیتے تھے۔ اتنے زیادہ تیر ان حسینیؑ مجاہدوں کو لگے کہ آخر زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے ان کی روح قفس عنصری سے جنت الفردوس کی طرف پرواز کر گئی۔

اصحابِ حسینؑ میں اصحاب رسولؐ

س: بتائیے اصحاب حسینؑ میں کتنے اصحاب رسولؐ بھی تھے؟

ج: آٹھ۔ مسلم بن عوسجہ، زاہر بن عمرو اسلمی کندی، مثیب بن عبداللہ مولی ہمدان، عبدالرحمٰن بن عبدرب انصاری خزرجی، عمار بن ابی سلامہ والاتی، مسلم بن کثیر، حبیب بن مظاہر، انس بن حارث اسدی۔

س: وفات رسولؐ سے واقعہ کربلا تک کتنے برس گزر چکے تھے؟

ج: پچاس برس۔

اصحابِ حسینؑ میں تابعین

س اصحاب حسینؑ میں تابعین کتنے تھے؟

ج ۲۱ اصحاب: عبداللہ بن عمیر کلبی' مجمع بن عبداللہ مذحجی' جنادہ بن حارث سلمانی' جندب بن حجر کندی' امیہ بن سعد طائی' جبلہ بن علی شیبانی' حارث بن بنہان' حلاس بن عمرو ازدی' شبیب بن عبداللہ نہشلی' قاسط بن زہیر تغلبی' کردوس بن زہیر تغلبی' مقسط بن سزیر تغلبی' نعمان بن عمرو ازدی' نعیم بن عجلان انصاری' ابوثمامہ صیداوی' شوذب بن عبداللہ' جون غلام ابوذر غفاری' حجاج بن مسروق جعفی' سعد بن حارث' یزید بن مغفل جعفی' عمر بن جندب جعفی۔

حسینیؑ جماعت میں حفاظِ قرآن

س حسینیؑ لشکر میں حافظ قران کون کون تھے؟

ج ۶ حفاظ تھے: بریر بن خضیر ہمدانی جو سیدالقراء کے لقب سے ملقب تھے۔ عبدالرحمٰن بن عبدرب انصاری' کنانہ بن حقیق تغلبی' نافع بن ہلال جملی' حنظلہ بن اسعد شامی' غلام ترکی۔

اصحابِ حسینؑ میں علماء ابرار و روایان اخبار

س بتائیے اصحاب حسینؑ میں علماء اور روایان حدیث کتنے تھے؟

ج کل ۹ اصحاب تھے: مسلم بن عوسجہ' حبشہ بن قیس نہمی' زاہر بن عمرو اسلمی' سوار بن ابی عمیر نہمی' عبدالرحمٰن بن عبدرب انصاری' حبیب بن مظاہر اسدی' نافع بن ہلال جملی' شوذب بن عبداللہ' انس بن حارث اسدی۔

حسینیؑ جماعت میں شجاعان روزگار

س وہ کتنے صحابی شجاعان تھے جن کی لڑائیوں کے کارنامے لوگوں کی زبانوں پر تھے؟

ج ۱۰ اصحاب تھے: حُر بن یزید ریاحی، مسلم بن عوسجہ اسدی، حارث بن امرء القیس کندی، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کدن ارحبی، سعید بن عبداللہ حنفی، مسعود بن حجاج تیمی، زہیر بن قین بجلی، عابس بن ابی شبیب شاکری، زیاد بن عریب ہمدانی، سوید بن عمرو بن ابی المطاع خثعمی۔

کربلا میں بنی ہاشم کی قربانیاں

س بتایئے کربلا میں امام حسینؑ کے علاوہ شہداء بنی ہاشم کی تعداد کتنی ہے؟

ج اٹھارہ۔

س بتایئے خاندانِ نبوت میں سے پہلا شخص کون شہید ہوا؟

ج اس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض ارباب مقاتل کا خیال کہ جناب عبداللہ بن مسلم بن عقیل شہید ہوئے۔ لیکن اکثر کے نزدیک شہزادہ علی اکبرؑ شہید ہوئے۔

شہزادہ علی اکبرؑ

س شہزادہ علی اکبر کون تھے؟

ج شہزادہ کا اسم گرامی ''علی'' لقب ''اکبر'' اور کنیت ''ابوالحسنؑ'' تھی۔

س آپ کے والد اور والدہ کون ہیں؟

ج: والد حضرت امام حسین علیہ السلام اور والدہ جناب ام لیلیٰ ہیں۔

س: شہزادہ علی اکبر کے متعلق معاویہ نے کون سے ریمارکس دیئے؟

ج: ایک بار معاویہ نے حاضرین دربار سے استفسار کیا۔ من احق بهذا الامر؟ امر خلافت کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ سب نے کہا: انت۔ معاویہ نے کہا: لا۔ یہ درست نہیں ہے۔ پھر خود ہی کہا: اولی الناس بهذا الامر علی بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب جده رسول اللّٰه و فیه شجاعته بنی هاشم و سخاء بنی امیه و زهو بنی ثقیف۔

امر خلافت کے سب سے زیادہ حقدار علیؑ بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہیں جن کے جد رسولؐ خدا ہیں جن میں بنی ہاشم کی شجاعت، بنو اُمیہ کی سخاوت اور بنی ثقیف کا حسن و جمال اور فخر و مباہات موجود ہے۔ (مقاتل الطالبین، ص ۵۶، طبع النجف)

س: شہزادہ علی اکبرؑ کی صورت کن سے ملتی تھی؟

ج: رسولؐ خدا سے۔

س: بتایئے شہزادہ علی اکبر نے بے موسم انگوروں کی خواہش کس سے کی تھی؟

ج: علی اکبرؑ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر تھے کہ شہزادہ علی اکبرؑ نے آپؑ سے انگوروں کی خواہش کی حالانکہ اس وقت انگوروں کا موسم نہ تھا۔ امامؑ نے ستونِ مسجد کی طرف ہاتھ بلند کر کے انگوروں کا گچھا شہزادہ کے ہاتھ میں دیتے ہوئے فرمایا جو کچھ خدائے عزوجل کے پاس اپنے اولیاء کے لیے ہے وہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ (مدینۃ المعاجز، ص ۲۳۹)

س: جب امامؑ نے قصر بن مقاتل سے روانگی کے وقت کلمہ استرجاع پڑھا تو اس وقت شہزادہ علی اکبرؑ نے کون سا سوال کیا اور جواب کیا پایا؟

جب امام حسینؑ منزلِ قصر بنی مقاتل سے روانہ ہوئے۔ امام نے اپنا سرمبارک زین کے قربوس پر رکھا اور تھوڑی سی آنکھ لگ گئی۔ جب آنکھ کھلی تو ادھرادھر دیکھنے کے بعد سر بلند کر کے دو تین بار کہا: انا للّٰہ وانا الیہ راجعون والحمدللّٰہ رب العالمین۔ شہزادہ علی اکبرؑ نے امامؑ کی یہ کیفیت دیکھ کر اپنے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور فوراً والد ماجد کی خدمت میں پہنچے اور کلمہ استرجاع پڑھنے کا سبب دریافت کیا۔ امامؑ نے فرمایا کہ ابھی میری آنکھ لگ گئی تھی کہ میں نے اسی عالم میں ایک سوار کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ یہ لوگ جا رہے ہیں اور موت ان کی طرف آ رہی ہے۔ یہ سن کر شہزادہ نے عرض کیا: بابا جان! کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ امامؑ نے فرمایا! ہاں بیٹا ہم حق پر ہیں۔ شہزادہ نے کہا پھر ہمیں موت کی کیا پرواہ ہے؟ شہزادہ کا جواب سن کر سید الشہداء نے ان کو دعائے خیر دی۔

شہزادہ علی اکبرؑ کی شہادت کے وقت عمر کیا تھی؟

شہزادہ علی اکبرؑ کی شہادت کے وقت عمر میں اختلاف پایا جاتا ہے جو درج ذیل ہے:

۱- شیخ مفید نے ان کی عمر انیس برس لکھی ہے (ارشاد، ص ۲۶۰)

۲- جناب ابن شہر آشوب نے اٹھارہ برس لکھی ہے۔ (مناقب، ج ۴، ص ۹۷)

۳- جناب شیخ ابن غاصلی نے پچیس برس لکھی ہے (مقتل ابن غاص)

۴- فاضل مقرم نجفی نے ستائیس برس لکھی ہے۔ (مقتل الحسینؑ مقرم، ص ۲۹۴)

بتایئے ان مذکورہ اقوال میں سے علماء زیادہ کس قول کو ترجیح دیتے ہیں؟

اٹھائیس سال کو۔

شہزادہ علی اکبرؑ کی ولادت کس تاریخ کو ہوئی؟

گیارہ شعبان ۳۳ھ (مقاتل الطالبین' ص ۵۶)

بتایئے واقعہ کربلا کے وقت امام زین العابدینؑ کی عمر کتنی تھی؟

۲۳ سال (عمدۃ الطالب فی انساب آلِ ابی طالب' ص ۱۷۲)

کربلا میں امام محمد باقر علیہ السلام کی عمر کتنی تھی؟

تین سال۔

شہزادہ علی اکبر نے جو بوڑھے باپ سے اذن جہاد طلب کیا تو اس وقت حسینؑ کی کیا کیفیت تھی؟

جب شہزادہ نے اذن جہاد طلب کیا: نظر الیه نظر ائیس منه وارضی علیه السلام عینیه بکی۔

امام نے اپنے فرزند پر ایک مایوسانہ نظر ڈالی اور پھر رو پڑے۔ اپنے ہاتھ مبارک سے شہزادہ کو اسلحہ جنگ پہنایا۔ حضرت امیر علیہ السلام سے جو ''خود'' ورثہ میں ملی وہ سر پر رکھی' زرہ جسم پر اڑھائی۔ کمر بند سے کمر مضبوط باندھی' تلوار پہلو میں لٹکائی اور عقاب نامی گھوڑے پر سوار کر کے میدانِ جنگ کی طرف روانہ کیا۔

فاضل شہرستانی نے الھفتہ الحسینیہ ص ۱۰۴ پر کیا لکھا ہے؟

شہزادہ اس شان کے ساتھ قوم اشقیاء کے سامنے آیا کہ چہرہ تھا تو رسولؐ خدا کا' عمامہ تھا تو رسولؐ خدا کا۔ اسلحہ جنگ تھا تو جناب رسولؐ خدا کا۔ سواری کا گھوڑا تھا تو جناب رسولؐ خدا کا اور گفتار تھی تو جناب رسولؐ خدا کی۔

س جب شہزادہ میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہوا اس وقت حسینؑ نے آسمان کی طرف منہ کر کے کون سا جملہ کہا؟

ج سرکار سید الشہداءؑ نے اشک بھری آنکھوں کے ساتھ آسمان کی طرف منہ کر کے بارگاہ ایزدی میں یوں عرض کیا:

بارالٰہا! اس قوم یزید کے ظلم و جور پر گواہ رہنا۔ اب ان کی طرف وہ نوجوان جا رہا ہے جو شکل وصورت اور سیرت و کردار میں سب لوگوں سے زیادہ تیرے نبیؐ کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ جب ہم تیرے رسولؐ کی زیارت کے مشتاق ہوتے تھے تو ان کے چہرہ پر نگاہ کر لیتے تھے۔

س شہزادہ جنگ کی طرف بڑھا تو امامؑ نے کون سی آیت تلاوت فرمائی؟

ج اِنَّ اللّٰہَ اصطَفٰی اٰدَمَ وَنُوحًا وَآلَ اِبرَاهِیمَ وَآلَ عِمرَانَ عَلٰی العَالَمِینَ ذُرِّیَّةً بَعضُهَا مِن بَعضٍ وَاللّٰهُ سَمِیعٌ عَلِیمٌ۔

س پہلے حملے میں شہزادہ نے کتنے یزیدی مارے؟

ج ایک سو بیس۔

س جب شہزادہ علی اکبرؑ نے بارگاہِ امامؑ میں حاضر ہو کر پانی کا سوال کیا تو امامؑ نے اپنی کون سی مجبوری بیان کی؟

ج بیٹا! حضرت محمد مصطفیٰ و علی مرتضیٰ پر یہ بات بہت شاق ہے کہ تم ان کو پکارو اور وہ تمہیں جواب نہ دیں۔ بیٹا اپنی زبان میرے منہ میں دے دو نیز اپنی ایک انگشتری ان کو عنایت کی اور فرمایا چوسو۔ اس سے کچھ تسکین ہو جائے گی۔

س شہزادہ نے کل کتنے یزیدی فوجی مارے؟

ج دو سو۔

س: شہزادہ علی اکبرؑ کو کس یزیدی سپاہی نے تلوار یا نیزہ مارا؟

ج: نومرہ بن منقذ عبدی نے۔

س: بتایئے جب جوان بیٹے کی لاش پر بوڑھے امامؑ پہنچے تو امامؑ نے کون سے بین کیے؟

ج: امامؑ نے اپنے رخسار اپنے بیٹے کے رخسار پر رکھ دیے اور زار و قطار روتے ہوئے فرمایا: بیٹا علی اکبرؑ! تیرے بعد اب زندگانی دنیا پر خاک ہے۔ پھر فرمایا: بیٹا! تم تو دنیا کے ہم وغم سے نجات پا گئے لیکن تمہارا باپ یکہ وتنہا رہ گیا۔

جناب عبداللہ بن مسلمؑ بن عقیل بن ابی طالبؑ کی شہادت

س: جناب عبداللہ کون تھے؟

ج: جناب عبداللہ کے والد مسلم بن عقیل ہیں اور والدہ جناب رقیہ بنت امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔

س: جناب عبداللہ کا سید الشہداء سے کیا رشتہ تھا؟

ج: آپ سید الشہداء کے چچازاد بھائی کے فرزند ہونے کے ساتھ آپ کے بھانجے بھی ہیں۔

س: بتایئے جب جناب عبداللہ نے اذن جہاد طلب کیا تو شہنشاہ حسینؑ نے کیا جواب دیا؟

ج: سید فرماتے ہیں تمہارے لیے تمہارے باپ مسلمؑ کی شہادت ہی کافی ہے۔

س: آپ نے کتنے یزیدی مارے؟

ج: اٹھانوے (۹۸)۔

محمد بن مسلم بن عقیل بن ابی طالبؑ کی شہادت

- بتایئے محمد بن مسلم کون تھے؟
- آپ مسلم کے فرزند تھے۔آپ کی والدہ ماجدہ ام ولد تھیں۔
- شہادت کے وقت محمد کی عمر کتنی تھی؟
- بارہ یا تیرہ برس۔
- آپ کے قاتل کا نام کیا ہے؟
- ابومرہم ازدی اور لقیط بن ایاس جہنی۔
- بتایئے جناب مسلمؑ کے کتنے بیٹے کربلا میں شہید ہوئے؟
- دو۔عبداللہؑ اور محمدؑ۔

جعفر بن عقیل بن ابی طالب کی شہادت

- بتایئے جناب جعفرؑ کون تھے؟
- جناب جعفر حضرت عقیلؑ کے چشم و چراغ تھے۔
- آپ کی والدہ کا نام کیا تھا؟
- خوصا۔
- آپ نے کتنے یزیدی فوجی مارے؟
- پندرہ۔
- آپ کے قاتل کا نام کیا ہے؟
- عروہ بن عبداللہ خثعمی۔

عبدالرحمٰن بن عقیل بن ابی طالبؓ کی شہادت

- جناب عبدالرحمٰن کے والد کون ہیں؟
- عقیلؓ۔
- آپ کی والدہ کا نام کیا ہے؟
- اُم ولد۔
- کتنے یزیدی فوجی آپ نے مارے؟
- سترہ۔

محمد بن ابی سعید بن عقیل بن ابی طالبؓ کی شہادت

- کیا محمد بن ابی سعید بن عقیل واقعہ کربلا میں بالغ تھے؟
- نہیں۔
- آپ کے قاتل کا نام کیا ہے؟
- لقیط بن ایاس جہنمی

اولادِ جعفر طیار کی قربانیاں

محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار کی شہادت

- محمد بن عبداللہ کا امامِ مظلومؑ کے ساتھ کیا رشتہ ہے؟
- آپ امام علیہ السلام کے چچازاد بھائی جناب عبداللہ بن جعفر کے چشم و چراغ ہیں۔

س: آپ کے والد کا اسم گرامی کیا ہے؟

ج: جناب عبداللہ۔

س: آپ کی والدہ کون تھیں؟

ج: جناب زینبؑ بنت امیرالمومنینؑ۔

س: آپ کا جناب عونؑ کے ساتھ کیا رشتہ ہے؟

ج: آپؑ عون کے سگے بھائی ہیں۔

س: آپؑ نے کتنے یزیدی فوجی مارے؟

ج: دس۔

س: آپؑ کے قاتل کا نام کیا ہے؟

ج: عامر بن نہشل تمیمی۔

عون بن عبداللہ بن جعفر طیار کی شہادت

س: جنابِ عون کے والد کا نام کیا ہے؟

ج: عبداللہ۔

س: آپ کی والدہ کا نام کیا ہے؟

ج: زینبؑ بنت علیؑ۔

س: آپؑ کے دادا کا نام کیا ہے؟

ج: جعفر طیارؑ۔

س: آپ کا امام حسینؑ کے ساتھ کیا رشتہ ہے؟

ج: آپ امام حسینؑ کے بھانجے ہیں۔

س: جنابِ زینبؑ کی جوڑی جو کربلا میں شہید ہوئی ان کے نام کیا ہیں؟

ج: عون و محمد۔

س: جنابِ عون نے کتنے یزیدی فوجی مارے؟

ج: اٹھارہ۔

س: آپ کے قاتل کا نام کیا ہے؟

ج: عبداللہ بن قطبہ طائی۔

س: جناب عبداللہ کے کتنے بیٹے کربلا میں شہید ہوئے؟

ج: دو: عون و محمد

اولادِ امام حسنؑ کی قربانیاں

شہزادہ قاسمؑ بن حسنؑ بن علیؑ کی شہادت

س: شہزادہ قاسم کے والد کا نام کیا ہے؟

ج: امام حسن علیہ السلام۔

س: آپؑ کے دادا کا نام کیا ہے؟

ج: جناب حضرت علی علیہ السلام۔

س: وقت شہادت آپ کی عمر کتنی تھی؟

ج: تیرہ سال (ناسخ جلد نمبر ۶، ص ۲۷۳)

س: کیا شہزادہ قاسم کی کربلا میں شادی ہوئی؟

ج: نہیں۔ (ناسخ جلد نمبر ۶، ص ۲۷۱)

آپ کی شادی کی نسبت امام حسینؑ کی کس بیٹی سے دیتے ہیں؟

فاطمہؑ کبریٰ سے۔

اس سلسلہ میں صاحب ناسخ التواریخ نے کیا لکھا ہے؟

دامادی قاسم در کربلا و تزویج کردن حسین علیہ السلام فاطمہ را باداز اکاذیب روات است و حسین علیہ السلام راز دو دختران افزون نبود۔ یکے فاطمہ زوجہ حسن مثنی و آن دیگرے سکینہ بود۔

جناب قاسمؑ کی دامادی کا قصہ یعنی یہ کہ امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں جنابِ قاسمؑ کی اپنی دختر فاطمہ کے ساتھ تزویج کی تھی بالکل جھوٹی روایت ہے۔ کیونکہ امام حسین علیہ السلام کی صرف دو ہی صاحبزادیاں تھیں۔ ایک فاطمہؑ جو حسن مثنی کی زوجیت سے تھیں اور دوسری سکینہ۔

کیا حسنؑ مثنی کربلا میں موجود تھے؟

ہاں۔

کیا عقلاً کربلا میں شادی کرنا ممکن تھا؟

نہیں۔ یہ ایک افسانہ ہے وگرنہ کربلا کے حالات شادی کے منافی ہیں اور یہ ممکن بھی نہیں۔[1]

اولادِ حسنؑ میں سے سب سے پہلے کس کی شہادت ہوئی؟

حضرت قاسم بن حسنؑ کی۔

قاسم نے کتنے یزیدی فوجی مارے؟

ستر (۷۰)۔

آپ کے قاتل کا نام کیا ہے؟

ابن نفیل۔

ابوبکر بن حسن علی بن ابی طالبؑ کی شہادت

ابوبکرؑ کون تھے؟

یہ کربلا کے شہید حسنؑ کے بیٹے ہیں۔

آپ کے دادا کا نام کیا ہے؟

جناب علی علیہ السلام۔

آپ کے بھائی کا نام کیا ہے؟

قاسمؑ۔

بتایئے آپؑ نے کتنے یزیدی فوجی مارے؟

چودہ۔

آپ کے قاتل کا نام کیا ہے؟

حرملہ بن کاہل۔

عبداللہ (اصغر) بن الحسنؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ کی شہادت

جناب عبداللہ کے والد کا نام بتایئے؟

امام حسنؑ۔

آپ کی والدہ کا نام کیا ہے؟

رملہ بنت شلیل بن عبداللہ البجلی۔

شلیل صحابی رسولؐ کا جناب عبداللہ کے ساتھ کیا رشتہ تھا؟

ج: جنابِ عبداللہ کے نانا تھے۔

س: شہادت کے وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟

ج: گیارہ سال۔

س: بتایئے آپ کی شہادت کیسے ہوئی؟

ج: جب مظلومِ کربلا ہر طرح سے نرغہ اعداء میں گھر گئے اور امامؑ نے استغاثہ بلند کیا۔ استغاثہ کا سننا تھا کہ شہزادہ مخدرات عصمت کے خیمہ سے دوڑتا ہوا باہر نکلا۔ جناب زینبؑ نے ان کو پکڑنے کی کوشش کی۔ امامؑ نے یہ منظر دیکھ کر آواز دی: بہن اسے روک لو۔ مگر شہزادہ نہ رکا اور کہا: خدا کی قسم میں اپنے بزرگوار سے جدا نہیں ہوں گا۔ بالآخر خدمت امامؑ میں پہنچ کر آپؑ کے پہلو میں کھڑے ہو گئے۔ اسی اثنا میں ابجر بن کعب تلوار لے کر شہادتِ امامؑ کے قصد سے آگے بڑھا۔ شہزادہ نے چلاّ کر کہا: افسوس ہے تجھ پر اے زن خبیثہ کے بیٹے کیا تو میرے چچا کو شہید کرتا ہے؟ یہ سن کر اس ملعون کو طیش آ گیا کہ جناب عبداللہ پر وار کیا۔ جنابِ عبداللہ نے ہاتھ پر روکا جس سے ان کا بازو کٹ گیا۔ شہزادہ نے صدائے استغاثہ بلند کی یا عماہ! سیدالشہداء نے شہزادہ کو گلے لگا لیا اور دلاسہ دیتے ہوئے فرمایا: اے بھتیجے! اس مصیبت پر شکر کرو اور خیر ثواب کی توقع رکھو۔ خداوند تمہیں اپنے آباء و اجداد صالحین کے ساتھ ملحق کرے گا۔ پھر دست دعا بلند کر کے بارگاہ ایزدی میں یوں عرض کیا:

اے پروردگار! قومِ اشقیاء نے ہم کو بلا کر دھوکہ دیا ہے۔ اسی حالت میں کہ شہزادہ امامؑ کی گود میں استراحت کر رہا تھا حرملہ بن کاہل اسدی ملعون نے تیر مارا جس سے شہزادہ نے تڑپ کر دم توڑ دیا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر کے جنت الفردوس میں شہداء کے ساتھ ملحق ہوگئی۔

(س) بتایئے کربلا میں امام حسنؑ کے کتنے فرزند شہید ہوئے؟

(ج) تین فرزند شہید ہوئے: شہزادہ قاسمؑ، ابوبکرؑ، عبداللہؑ۔

اولاد امیر المومنینؑ کی قربانیاں

ابوبکر بن علیؑ بن ابی طالب کی شہادت

س: آپ کے والد کا نام کیا بتایئے؟

ج: حضرت علی علیہ السلام۔

س: آپؑ نے کتنے یزیدی فوجی مارے؟

ج: اکیس (۲۱)۔

س: کیا حضرت علیؑ نے اپنے فرزند کا نام ابوبکر حضرت ابوبکر خلیفہ اول کے نام پر رکھا تھا؟

ج: نہیں کیونکہ عرب میں اس وقت ابوبکر بے شمار تھے اور نام بذات خود نہ اچھا ہوتا ہے اور نہ ہی برا ہوتا ہے۔ صاحب نام اگر اچھا ہوتو پھر وہ نام بھی اچھا لگتا ہے یا وہ لوگ جنہوں نے اہل بیتؑ کے ساتھ اچھا سلوک کیا وہ اچھے لگتے ہیں اور ان کا نام بھی اچھا لگتا ہے۔ اور اگر کسی کا نام بذاتِ خود اچھا بھی ہو لیکن اس نے اہل بیتؑ کے ساتھ وفا نہ کی ہوتو پھر وہ نام اور صاحب نام برے لگتے ہیں۔

س: آپ کی شہادت کا مقام کیا ہے؟

ج: کربلا۔

محمدؑ بن علیؑ بن ابی طالب الاصغر کی شہادت

س: بتایئے محمدؑ کے والد کا نام کیا تھا؟

علی علیہ السلام۔

آپ کی والدہ کا نام کیا تھا؟

ام ولد۔

آپؑ کو اصغر کیوں کہا جاتا ہے؟

چونکہ آپ محمد بن حنفیہ سے چھوٹے تھے۔

کیا آپؑ کربلا میں شہید ہوئے۔

ہاں۔

عبداللہ بن علی علیہ السلام کی شہادت

جناب عبداللہ کے والد کا نام کیا ہے؟

حضرت علی علیہ السلام۔

آپ کی والدہ کا نام کیا ہے؟

اُم البنین ۔

کیا جناب عبداللہ حضرت عباس سے چھوٹے تھے؟

ہاں۔

کیا اپنے دونوں بھائیوں (جعفر بن علیؑ اور عثمان بن علیؑ) سے بڑے تھے؟

ہاں۔

بتائیے جب اولاد اُم البنین کی شہادت کی باری آئی تو قمر بنی ہاشم نے بھائیوں کو کون سی بات کہی؟

جب اولاد اُم البنین کی شہادت کی باری آئی تو قمر بنی ہاشمؑ نے اپنے تینوں

بھائیوں کو جمع کر کے فرمایا:

میری ماں کے بیٹو! آگے بڑھو تا کہ تمہاری جاں نثاری کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں کیونکہ تمہاری اولاد نہیں ہے۔ (فرسان، ج ۲، ص ۵۵)

س: بتایئے جناب عبداللہ کی شہادت کے وقت عمر کتنی تھی؟

ج: پچیس سال۔

س: آپ کے قاتل کا نام کیا ہے؟

ج: ہبیت حضرمی

عثمان بن علیؑ کی شہادت

س: عثمانؑ کون تھے؟

ج: آپؑ حضرت علیؑ کے فرزند تھے۔ آپ حضرت عباسؑ کے دوسرے سگے بھائی ہیں جو جناب عبداللہؑ سے چھوٹے تھے اور جعفرؑ سے بڑے تھے۔

س: بتایئے جناب امیر نے ان کا نام عثمان کیوں رکھا؟

ج: جناب امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کا نام اپنے دینی بھائی عثمان بن مظعون کے نام پر رکھا ہے (ذخیرۃ الدارین، ص ۱۴۷)

س: بوقت شہادت آپ کی کتنی عمر تھی؟

ج: تیئس (۲۳) سال۔

س: بتایئے حضرت عثمان اپنے بھائی عبداللہ سے کتنے چھوٹے تھے؟

ج: دو برس۔

س: آپؑ اپنے والد کے زیر سایہ کتنے سال رہے؟

ج: چار سال۔

س: اپنے بھائی حسنؑ کے ساتھ کتنے سال زندگی گزاری؟

ج: چودہ سال۔

س: آپ نے بھائی حسینؑ کے ساتھ زندگی کے کتنے سال گزارے؟

ج: ۲۴ سال۔

س: کیا آپؑ بھی کربلا کے شہید ہیں؟

ج: ہاں۔

جعفر بن علیؑ کی شہادت

س: بتایئے جناب جعفرؑ کے والد کا نام کیا ہے؟

ج: علی علیہ السلام۔

س: کیا آپؑ بھی حضرت عباسؑ کے بھائی تھے؟

ج: آپؑ حضرت عباسؑ کے سب سے چھوٹے تیسرے پدری و مادری بھائی ہیں۔

س: آپؑ کی کل عمر کتنی ہے؟

ج: ۲۱ سال۔

س: بتایئے جناب امیرؑ نے ان کا نام جعفرؑ کیوں رکھا؟

ج: جناب امیرؑ نے اپنے بھائی جعفر طیار کے نام پر ان کا نام جعفر رکھا تھا۔

س: کیا آپؑ کی شہادت عثمان بن علیؑ کے بعد ہوئی؟

ج: ہاں۔

قمر بنی ہاشم عباسؑ بن علیؑ کی شہادت

بتایئے حضرت عباسؑ کے والد کا نام کیا ہے؟

حضرت علی علیہ السلام۔

آپؑ کی والدہ کا نام کیا ہے؟

اُم البنین۔

آپ کی ولادت باسعادت کب ہوئی؟

۴ شعبان ۲۶ھ میں۔

آپؑ نے امام حسنؑ کے ساتھ کتنے سال گزارے؟

دس سال۔

امام حسینؑ کے ساتھ شہادت امام حسنؑ کے بعد کتنے سال گزارے؟

دس سال۔

بتایئے شہادت کے وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟

۳۴ سال۔

بتایئے حضرت عباسؑ کی مشہور کنیت کون سی ہے؟

ابوالفضل۔

جناب جابر بن عبداللہ انصاری نے زیارت میں آپ کی کون سی کنیتیں بیان کی ہیں؟

۱- ابوالقاسم ۲- ابوالقربہ۔

آپ کے مشہور القاب کون سے ہیں؟

ج: قمر بنی ہاشم۔ سقائے اہل بیت، باب الحوائج، الشہید، العبد، الصالح اور صاحب اللواء۔

س: جناب عباسؑ کو قمر بنی ہاشم کیوں کہا جاتا ہے؟

ج: آپؑ کے حسن و جمال کی وجہ سے آپؑ کو قمر بنی ہاشم کہا جاتا ہے۔

س: وہ کون سا واقعہ ہے جو جناب امیرؑ نے حضرت عباسؑ اور جناب زینبؑ سے سوال کیے اور انھوں نے جواب دیئے؟

ج: ایک مرتبہ قمر بنی ہاشم حضرت عباسؑ اور عقیلہ بنی ہاشم جنابِ زینبؑ اپنے عظیم والد جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے۔ شہزادہ دائیں جانب اور شہزادی بائیں طرف۔ امیر علیہ السلام نے شہزادہ سے فرمایا: قل واحد کہو ایک شہزادہ نے کہا واحد۔ پھر فرمایا: ''قل اثنان'' کہہ دو۔ شہزادہ نے عرض کیا: جس زبان سے ایک بار ایک کہہ دیا ہے اب اس سے دو کہتے ہوئے حیا دامن گیر ہوتی ہے۔ جناب امیرؑ نے شہزادہ کا یہ موحدانہ جواب سن کر ان کی آنکھوں پر بوسہ دیا۔

پھر آپؑ جنابِ زینبؑ کی طرف متوجہ ہوئے۔ بی بی نے معصومانہ انداز میں سوال کیا: بابا جان! کیا آپؑ ہم سے محبت کرتے ہیں؟ فرمایا: ہاں بیٹی! ہماری اولاد ہمارے جگر کا ٹکڑا ہے۔ بی بی نے عرض کیا: بابا جان! بھلا مومن کے دل میں خدا اور اولاد دونوں کی محبت کیونکر جمع ہو سکتی ہے؟ پھر جناب امیر کے جواب ارشاد فرمانے سے پہلے باپ کی زینت بیٹی نے خود ہی یہ عقدہ یوں حل کر دیا: ''بابا جان! آپ کا مطلب یہ ہوگا کہ ''شفقت ہمارے لیے'' اور ''محبت خالصتاً خدا کے لیے''۔ جناب امیر علیہ السلام اپنے شہزادے اور شہزادی کا یہ کلام حقائق ترجمان سن کر بہت خوش ہوئے اور شفقت پدری میں

اضافہ ہو گیا۔

س حضرت عباسؑ کی زوجہ کا نام بتائیے؟

ج لبابہ بنت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب تھیں۔

س بتائیے حضرت عباسؑ کے کتنے بیٹے تھے؟

ج جنابِ عباسؑ کے دو صاحبزادے تھے: ۱۔فضل ۲۔عبیداللہ۔

س جنابِ عباسؑ کا سلسلہ نسب کس بیٹے سے آگے بڑھا؟

ج جنابِ عبیداللہ سے۔

س کیا آپ کی اولاد کی تعداد میں اختلاف پایا ہے؟

ج ہاں بعض نے چھ عدد اولاد لکھی ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ فضل ۲۔ عبیداللہ ۳۔ حسن ۴۔ قاسم ۵۔ دختر جس کا نام نہیں لکھا ۶۔محمد۔

س بتائیے ان میں صحیح قول کون سا ہے؟

ج پہلا ۱۔فضل اور عبیداللہ والا۔

س شمر بن ذی الجوشن نے جب ابوالفضل عباسؑ کو جنگ سے بچنے کے لیے ابن زیاد سے امان دلوانے کی کوشش کی تو آپ نے اس کو کون سا جواب دیا؟

ج جب شمر بن ذی الجوشن (جو ماں کی طرف سے آپ کا رشتہ دار تھا) ابن زیاد سے جنابِ شہزادہ اور ان کے تینوں بھائیوں کے لیے امان لکھوا کر لایا تھا۔ اور پھر قیامِ حسینیؑ کے قریب آ کر بآواز بلند کہا۔ ہماری بہن کے بیٹے کہاں ہیں؟؟ شہزادوں نے سنا مگر کوئی جواب نہ دیا!! امام حسینؑ نے فرمایا: جواب دو اگرچہ فاسق و فاجر ہے لیکن پھر بھی تمہارا دور کا ماموں ہے۔ اس وقت

جناب ابوالفضلؑ نے باہر نکل کر دریافت کیا۔ کیا بات ہے؟ شمر نے کہا: اے میری بہن کے بیٹو! تمہیں امان ہے۔ تم خواہ مخواہ اپنے بھائی حسینؑ کے ہمراہ اپنی جانیں ضائع نہ کرو بلکہ امیر یزید کی اطاعت کرلو۔ سنتے ہی جناب عباسؑ نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ فرمایا: تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں' اور خدا کے دشمن! تو کس قدر برا امان نامہ لایا ہے؟ کیا تو کہتا ہے کہ ہم اپنے بھائی اور سردار حسین بن فاطمہؑ کو چھوڑ دیں اور لعین بن لعین کی اطاعت قبول کرلیں۔

یہ جواب سن کر شمر غیظ وغضب سے بڑبڑاتا ہوا واپس چلا گیا۔

اسلام کے وقار کی اونچی چٹان پر
عباسؑ کی وفا کے ہیں جھنڈے گڑے ہوئے

س: بتایئے جب حضرت عباسؑ نے اذنِ جہاد طلب کیا تو امامؑ نے کون سا جواب دیا؟

ج: جب امامؑ کے تمام کے تمام اصحاب و اعوان شہادت کا جام نوش کر چکے اور جناب قمر بنی ہاشم نے سیدالشہدا کی بے کسی اور تنہائی دیکھی تو خدمت امامؑ میں حاضر ہوکر عرض کیا: مولا! کیا آپ مجھے جہاد کی اجازت فرماتے ہیں؟ یہ سن کر بَکی الحُسَینُ بُکَاءً شَدِیداً۔ جناب امام حسینؑ نے سخت گریہ وبکاء کیا۔ پھر فرمایا: یَا اَخِی اَنتَ صَاحِبُ لِوَائِی۔ بھائی عباسؑ تم تو میرے علمدار ہو۔ عباس عرض کرتے ہیں: مولا وہ لشکر ہی کہاں جس کا میں علمدار ہوں؟؟

امامؑ سے عرض کرتے ہیں مولا! حالات کو دیکھ کر میرا سینہ تنگ ہو چکا ہے اور زندگانی دنیا سے دل تنگ ہوگیا ہے۔ اس لیے اب چاہتا ہوں کہ ان منافقوں سے انتقام لوں۔

س: جب خیامِ حسینؑ سے بچوں کی ''صدائے العطش العطش'' بلند ہوئی تو کیا سقائے اہل بیتؑ نے پانی لانے کی کوشش کی؟

ج: جب مالک ارض و سماء کے بچّے پانی سے بلکنے لگے تو اس وقت عباسؑ صبر نہ کر سکے۔ آسمان کی طرف منہ کر کے بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا: خداوندا! میں چاہتا ہوں اپنی امکانی کوشش کو بروئے کار لاتے ہوئے ان بچوں کے لیے پانی کا ایک مشکیزہ بھر لاؤں۔ اس کے بعد مشکیزہ و تلوار ہاتھ میں لے کر گھوڑے پر سوار ہو کر نہر فرات کی طرف روانہ ہوئے۔

لشکر کفار کی صفوں کو چیرتے ہوئے نہر فرات کی طرف بڑھے۔ ادھر جب سپاہ ابن سعد کو فرزندِ حیدر کرارؑ کے عزم و ارادہ کا علم ہوا تو چار ہزار کا لشکر جو نہر فرات پر متعین تھا' حرکت میں آ گیا۔ یہ حالت دیکھ کر شجاعت علویہؑ کے وارث نے تلوار نیام سے نکال لی اور قمر بنی ہاشم نے اسی اثنا میں اسّی (۸۰) ناریوں کو واصل جہنم کیا۔ شجاعت ہاشمیہ کے مالک کا یہ محیر العقول کارنامہ دیکھ کر سپاہ نے پسپائی اختیار کی اور راستہ چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ جناب نے اپنا گھوڑا نہر فرات میں ڈال دیا۔ چونکہ شدت پیاس سے قلب و جگر کباب ہو رہے تھے۔ قمر بنی ہاشم نے پانی کا چلّو بھرا اور پینے کا ارادہ کیا کہ پھر پیاسی سکینہ کی پیاس یاد آ گئی۔ چلّو سے پانی انڈیل دیا۔ اس کے بعد مشکیزہ پانی سے پُر کیا۔

س: کیا عباسؑ خیمہ حسینؑ میں پانی لے آئے؟

ج: عباسؑ کی پوری کوشش تھی کہ پانی خیمہ حسینؑ میں کسی طرح پہنچ جائے اور ادھر یزیدی فوج کی پوری کوشش تھی کہ پانی خیام تک نہ پہنچے۔ چنانچہ فوج نے شہزادہ کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا' تیروں کی بارش ہونے لگی۔

مگر شیر خدا کا بیٹا حملے پر حملہ کر کے سپاہ ابن سعد کو پسپا کر رہا تھا کہ اچانک کمین گاہ سے چھپ کر ایک کمینہ نوفل ارزق نے جناب کے دائیں بازو پر ایسا وار کیا کہ بازو قلم ہو کر زمین پر گر پڑا۔ شہزادہ نے مشکیزہ کو بائیں کاندھے پر ڈالا اسی اثنا میں ملعون نے پھر وار کر کے آپ کا بایاں بازو بھی قلم کر دیا۔ شہزادہ کے دونوں بازو بھی قلم ہو چکے کہ اب لڑنے کے قابل نہ رہے۔ اب آپؑ نے مشکیزہ کو دانتوں میں لیا۔ آپ کی پوری کوشش تھی کہ کسی نہ کسی طرح پانی خیمہ حسینؑ میں پہنچ جائے۔ ہائے افسوس سقائے آل محمدؐ کی امیدوں اور آرزوؤں پر اس وقت پانی پھر گیا۔ ایک تیر آ کر مشکیزہ پر لگا اور سارا پانی زمین پر بہہ گیا۔ اسی اثناء میں ایک دوسرا تیر شہزادہ کے سینہ اقدس پر لگا کہ آپ گھوڑے کی زین پر نہ سنبھل سکے۔

س: بتایئے مظلوم جب بھائی کی لاش پر پہنچے تو آپؑ نے کون سا حسرت بھرا جملہ کہا؟

ج: مظلومِ کربلا جب بھائی کی لاش پر پہنچے کہ پیکرِ وفا بھائی کی لاش کو دیکھا کہ بازو ساتھ نہیں۔ سر شگافتہ ہے۔ بدن زخموں سے چھلنی ہے تو مظلوم نے روتے ہوئے فرمایا: (اَلآن اِنكَسَرَ ظَهرِي وَقَلَّت حِيلَتِي) عباسؑ تیری موت نے میری کمر توڑ دی ہے اور رشتہ تدبیر وقوت کمزور ہو گیا۔

س: بتایئے جب گنج شہداء میں صرف علَم آیا یا ساتھ علمدار بھی آیا؟

ج: مظلوم نے بھائی کی لاش کو نہیں اٹھایا اس لیے صرف علَم تو آیا لیکن علمدار نہیں آیا۔

س: بتایئے اولادِ علیؑ میں کربلا میں کون کون شہید ہوا؟

ج: ابوبکر، محمد، عبداللہ، عثمان، جعفر، قمر بنی ہاشم حضرت عباس، حضرت امام

حسین علیہم السلام۔

س بتایئے جناب امیرؑ کی شادی (والدہ حضرت عباسؑ) کس خاندان میں ہوئی اور شادی کا انتظام کس نے کیا؟

ج عباسؑ کی والدہ اُم البنین قبیلہ بنی کلاب سے تھیں اور آپؑ کی شادی کا انتظام آپؑ کے بھائی حضرت عقیلؑ نے کیا۔

سرکار سید الشہداء حضرت امام حسینؑ کی شہادت

س بتایئے کربلا میں امامؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر کتنے ہزار فرشتوں نے اپنی خدمات کی پیش کش کی؟

ج چار ہزار۔

س کیا امامؑ نے ان کی خدمات کو قبول بھی کیا؟

ج نہیں۔ (کامل الزیارۃ، ص ۸۳)

س کیا جنات نے بھی اپنی خدمات امامؑ کی خدمت میں پیش کیں؟

ج ہاں!

س آپ نے جنات کی خدمات کو قبول فرمایا؟

ج نہیں۔

س جب بیمارِ کربلا نے اپنے بابا کا استغاثہ سنا اور بیماری کی حالت میں میدان کی جانب چل پڑے تو اس وقت امام نے کس بی بی کو سجادؑ کے پکڑنے کے لیے کہا؟

ج جناب اُم کلثوم کو۔

س: امامؑ نے بی بی کو کون سے الفاظ کہے؟

ج: بہن! ان کو روک لو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ زمین آل رسولؐ کی نسل سے خالی ہو جائے۔

س: امامؑ نے خیام سے رخصت ہوتے وقت زینبؑ سے کون سا لباس طلب کیا؟

ج: آپؑ نے جنابِ زینبؑ سے فرمایا: بہن زینب! مجھے ایسا پرانا پراھن لا کر دو جس میں کوئی بھی رغبت نہ کرے کہ اسے اپنے لباس کے نیچے پہن لوں تا کہ شہادت کے بعد مجھے برہنہ نہ کیا جائے۔ امامؑ کا کلام سن کر بیبیوں میں گریہ و بکا کا کہرام مچگیا۔

س: جب امامؑ کی خدمت میں تنگ لباس پیش کیا گیا تو آپؑ نے کیا فرمایا تھا؟

ج: امامؑ نے فرمایا: ذلك لباس من حرب علیه الذلة۔ یہ تو ذلیل آدمی کا لباس ہے۔ اسے پہننے سے انکار کر دیا۔ پھر آپؑ کی خدمت اقدس میں کھلا مگر پرانا لباس پیش کیا گیا۔ امامؑ نے اسے جابجا سے پارہ پارہ کر دیا اور زیر لباس زیب تن فرمایا۔ (لہوف، ص ۱۰۹)

س: آپؑ جب خیامِ حسینیؑ سے باہر نکلے تو آپؑ نے کس کس کو سلام کیا؟

ج: یا سکینہ و یا فاطمہ یا زینب یا اُم کلثوم علیکن منی السلام۔

س: جب جنابِ سکینہ نے کہا بابا جان! کیا آپؑ نے مرنے کے لیے بالکل تیاری کر لی تو امامؑ نے کون سا جواب دیا؟

ج: بیٹی! جس شخص کا کوئی یار و مددگار نہ ہو اگر وہ موت کے لیے تیار نہ ہو تو پھر اور کیا کرے؟

سکینہ پھر عرض کرتی ہیں بابا جان! پھر ہمیں جد نامدار کے حرم کی طرف لوٹا

دیجیے۔ امامؑ نے مشہور ضرب المثل زبان پر جاری فرمائی: ''افسوس اگر قطا پرندہ کو آزاد چھوڑ دیا جاتا تو آرام کی نیند سو جاتا''۔ مطلب یہ تھا کہ واپس لوٹانے کی فرصت نہیں۔ باپ بیٹی کا یہ سوال و جواب سن کر مخدرات کی آواز گریہ و بکا بلند ہوئی۔ امامؑ نے ان کو صبر کی تلقین کر کے خاموش کیا اور جنابِ سکینہؑ کو پیار کرتے ہوئے دلاسا دیا۔

شبیرؑ برآمد ہوئے یوں خیمہ کے در سے
جیسے کہ نکلتا ہے جنازہ کسی کے گھر سے

س: بتایئے امامؑ نے کتنے یزیدی فوجی مارے؟

ج: ایک ہزار نو سو پچاس یزیدی فوجی۔

س: جب شمر ذی الجوشن نے خیامِ امامؑ کو لوٹنے کا ارادہ کیا اور یہ دستہ فوج امامؑ اور ان کے خیام کے درمیان حائل ہو گیا تو اس وقت امامؑ نے سپاہ ابن سعد کو کیا کہا تھا؟

ج: اے آل ابوسفیان! اگر تمہیں مذہب کا خیال اور آخرت کا خوف نہیں تب بھی آخر تم عرب ہونے کے دعویدار ہو اپنی غیرت وحمیت کا ثبوت دو؟

شمر نے کہا: ما تقول یابن فاطمۃ۔ فرزند فاطمہؑ کیا کہتے ہو؟ غیور امام نے فرمایا کہ میں تم سے جنگ کر رہا ہوں اور تم مجھ سے عورتوں کا اس میں کیا قصور ہے؟ جب تک میں زندہ ہوں اپنے سرکش گستاخوں کو منع کرو کہ میرے خیام کے درپے نہ ہوں۔ یہ سن کر شمر نے قدرے شرمندہ ہو کر کہا آپؑ کا یہ مطالبہ منظور ہے۔

س: کیا نہر فرات پر ساقی کوثر کے فرزند نے قبضہ کیا تھا؟

ج: ساقی کوثر کے فرزند نے عور سلمی اور عمر بن الحجاج زبیدی (جو نہر فرات کی

حفاظتی چار ہزار فوج کا سردار تھا) پر حملہ کرتے ہوئے اور تمام فوج کو بھگاتے ہوئے اور گھوڑا دوڑاتے ہوئے نہر فرات تک پہنچ کر گھوڑا نہر میں ڈال دیا۔ چاہا کہ پانی پئیں مگر ایک ظالم حصین بن تمیم نے تیر مارا۔ جو آپ کے حلق مبارک میں پیوست ہو گیا۔ آپ نے تیر کھینچا' خون کا فوارہ نکلا۔ امامؑ نے ہاتھ نیچے دھرا۔ دونوں چلّو خون سے بھر گئے۔ آپؑ نے خون آسمان کی طرف اُچھالا اور خدا کا شکر ادا کیا اور کہا بارالٰہا! میں اس قوم جفا کار کا شکوہ تیری بارگاہ میں کرتا ہوں جس نے میرا خون بہایا اور مجھے پانی پینے سے روکا۔

(طبری' جلد ۶' ص ۲۵۸)

س: بتائیے جب امامؑ دوسری مرتبہ خیام سے نکل کر میدانِ جنگ میں آئے اور آپ پر ہر طرف سے تیروں کی بارش برسنے لگی تو امامؑ نے فرمایا: اے قوم اشقیاء خدا تم سے بہت برا بدلا لے گا تو اس وقت حصین بن مالک نے کہا: اے فرزندِ رسولؐ خدا کس طرح ہم سے انتقام لے گا؟ تو امامؑ نے اس کا کون سا جواب دیا؟

ج: تمہارے درمیان اختلاف اور لڑائی واقع کر کے تمہارا خون بہائے گا اور پھر تم پر دردناک عذاب نازل کرے گا۔

س: جب ملعون ابوالحتوف جعفی نے آپؑ کی پیشانی پر زبردست تیر جس کی وجہ سے چہرۂ انور سے خون بہنے لگا تو اس وقت امامؑ نے بارگاہِ ایزدی میں کون سی عرض کی؟

ج: اے اللہ! تو دیکھ رہا ہے کہ یہ تیرے سرکش بندے میرے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں تو ان کو قتل و غارت کر اور روئے زمین پر ان میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑ اور انھیں ہرگز معاف نہ کر۔ (مقتل الحسین للمقرم' ص ۳۲۴)

س: ہاتف غیبی کو کون سی آواز کس مقام پر آئی؟

ج: قوم اشقیاء سے لڑتے لڑتے آپؑ مقام ذوالکفل تک پہنچے۔ اس مقام پر آپؑ نے علم نصب کیا ہوا تھا جو ۱۲ میل کے فاصلہ پر تھا۔ اسی اثنا میں ہاتف غیبی کی آواز آئی:

یایها الذین امنوا اوفوا بالعقود

آواز آئی: غیب سے وعدے وفا کرو۔

س: بتایئے امامؑ نے تلوار نیام میں کب ڈالی؟

ج: جب ہاتف غیبی کی آواز آپؑ نے سنی تو اس وقت آپؑ نے تلوار نیام میں ڈال دی اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

لاحول ولا قوة الا باللّٰه رضا بقضائه وتسليما لامره

س: بتایئے امامؑ کے زخموں کی تعداد کتنی تھی؟

ج: اس میں علماء اعلام کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

۱- بہتر (۷۲) ۲- تین سو (۳۰۰) ۳- تین سو تیس (۳۳۰) ۴- تین سو ساٹھ (۳۶۰) اور ایک روایت کے مطابق ایک ہزار نو سو پچاس زخم تھے۔

س: امامؑ پر زخموں کی تعداد جو بتائی گئی ہے کیا یہ صحیح ہے؟

ج: یہ تعداد صحیح نہیں ہے کیونکہ ایک زخم میں کئی کئی زخم ہوتے تھے۔

س: امامؑ کو زین سے زمین پر آتے ہوئے کافی دیر لگی۔ امامؑ کو شہید کرنے میں بھی کافی دیر لگی اس کی وجہ کیا ہے؟

ج: دشمن چاہتا تو آپ کو بہت پہلے شہید کر ڈالتا مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ گناہِ عظیم کوئی اپنے سر نہیں لینا چاہتا تھا۔ آخر کار شمر نے للکار کر کہا: کیا انتظار ہے؟

خولی آگے بڑھا مگر وہ لرزہ براندام ہو کر واپس چلا گیا۔ شمر نے کہا: خدا تیرے بازو کو شل کرے۔ کانپتا کیوں ہے؟ اس کے بعد یہ خود ملعون آگے بڑھا اور ناقابلِ بیان گستاخانہ انداز میں بیٹھ گیا۔ یہ ملعون مبروص تھا۔ جناب سیدالشہداؑ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: خدا اور رسولؐ نے سچ فرمایا:

جناب رسولؐ خدا نے فرمایا تھا کہ میں ایک سفید داغ والے کتے کو دیکھ رہا ہوں جو میری اہل بیتؑ کے خون میں منہ ڈال رہا ہے۔

س: بتایئے اس ملعون نے کتنی ضربوں سے مظلومِ حسینؑ کو ذبح کیا؟

ج: بارہ ضربوں سے۔

س: یہ واقعہ کس تاریخ کو ہوا؟

ج: تاریخ عالم کا یہ عدیم المنظر واقعہ ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ بروز جمعہ واقع ہوا۔

شہادتِ حضرت علی اصغرؑ

س: علی اصغرؑ کے والد گرامی کا نام بتایئے؟

ج: امام حسین علیہ السلام۔

س: آپؑ کی والدہ کا نام بتایئے؟

ج: جنابِ رباب۔

س: واقعہ کربلا میں ننھے مجاہد کی عمر کتنی تھی؟

ج: چھ ماہ۔

س: جنابِ رباب کی بیٹی اور علی اصغرؑ کی بہن کا کیا نام ہے؟

ج: سکینہؑ۔

س: بتائیے جب امامؑ نے استغاثہ بلند کیا اور علی اصغرؑ جھولے سے تڑپے۔ عقیلہ بنی ہاشم اس بچہ کو بارگاہِ حسینؑ میں لائیں اور بچے کی پیاس کے متعلق آپؑ سے سوال کیا۔ کیا آپ بچے کو خیام یزیدی میں پانی پلانے کے لیے لے گئے؟

ج: آپ قوم جفا کار کے سامنے بچے کو لے گئے اور فرمایا: اے قومِ اشقیاء تم نے میرے شیعیان اور اہل خاندان کو قتل کر دیا ہے۔ طفل شیر خوار باقی ہے۔ اسے پانی کا گھونٹ پلا دو۔ اگر مجھ پر رحم نہیں کرتے تو اس بچے پر تو رحم کرو۔

س: جب امامؑ نے پانی کا اس ننھے مجاہد کے لیے سوال کیا تو کیا فوج اشقیاء نے بھی اس کا اثر لیا؟

ج: اس کلام کا یہ اثر ہوا کہ فوج اشقیاء میں ہلچل مچ گئی اور ایک دوسرے کو کہنے لگے اگر اس بچے کو قطرہ آب دیا جائے تو کیا حرج ہے؟ باغی ہے تو (نعوذ باللہ) حسینؑ ہے یہ بچہ تو نہیں؟ (ریاض القدس، ج ۲، ص ۱۰۱)

س: پسر سعد نے کس کو کہا تھا (اِقْطَعَ کَلَامَ الْحُسَیْنؑ) کہ حسینؑ کی کلام قطع کر دو؟

ج: جب پسر سعد کو فوج میں بغاوت کا خطرہ لاحق ہوا تو اس نے حرملہ سے کہا کہ حسینؑ کا کلام قطع کر دو۔ چنانچہ سہ شعبہ تیر خراٹے لیتا ہوا آیا اور شہزادہ کے نازک کان میں لگا۔

س: کیا تیر علی اصغرؑ کے ایک کان کو چھیدتا ہوا دوسرے کان کی طرف نکل گیا تھا؟

ج: ہاں! فَذَبَحَهُ مِن اُذنٍ اِلٰی اُذنٍ۔ ایک کان کو چھیدتا ہوا دوسرے کان سے پار ہو گیا اور بچہ نے دم توڑ دیا۔

س: بتائیے امامؑ نے بارگاہِ الٰہی میں کون سی دعا کی؟

ج: آپؑ نے فرمایا: بارالٰہا! تیری نگاہ میں یہ بچہ ناقۂ صالح کے بچہ سے پست

مرتبہ نہ ہو۔ (بحارالانوار، ص۲۰۳)

س: بتایئے حسینؑ کی اس فریاد پر ہاتف غیبی سے کون سی آواز آئی؟

ج: **یاحسینؑ دعه فان له مرضعًا فی الجنة**

''اے حسینؑ! اسے چھوڑ دو کہ اس کے لیے جنت میں دایہ موجود ہے''۔

(تمقام، ص۳۸۵)

س: کیا امامؑ نے اپنے ہاتھوں سے اپنے معصوم کی قبر کھودی؟

ج: جی ہاں!

ننھی سی قبر کھود کے اصغرؑ کو گاڑ کے
شبیرؑ اُٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

س: بتایئے شہادتِ حسینؑ کے بعد کربلا کی سرزمین پر کس طرح کا عذاب الٰہی نازل ہوا؟

ج: حجت خدا (امام حسینؑ) کی اس بے دردانہ وسفاکانہ شہادت سے کائنات میں تلاطم پیدا ہوگیا اور انقلاب عالم و عذاب الٰہی کے آثار نمودار ہونے لگے۔ سیاہ آندھیاں چلنے لگیں۔ زمین میں زلزلہ پیدا ہوا۔ آسمان سے خون کی بارش ہوئی۔ بجلیاں کڑکنے لگیں۔ دن کے وقت تارے نظر آنے لگے۔ فضا میں تاریکی چھا گئی۔ (ناسخ جلد، ص۲۹۳)

س: بتایئے شہادت حسینؑ کے بعد کتنی دیر تک یہ آثار موجود رہے؟

ج: تقریباً ایک گھنٹہ تک۔

س: اہل سنت کے علماء نے اپنی کتابوں میں اس سلسلہ میں کیا لکھا؟

ج: تین دن تک دنیا تاریک ہوگئی (تمقام، ص۳۹۴)۔ سخت اندھیرا چھا گیا۔

یہاں تک کہ لوگوں نے سمجھا کہ قیامت آ گئی ہے (صواعق محرقہ' ۱۱۴)۔ دن دھاڑے تارے نمودار ہو گئے (تہذیب التہذیب' ج ۲' ص ۳۵۴)۔ سورج کو گہن لگ گیا (تاریخ الخلفاء' ص ۱۳۸)۔ آسمان سے خون برسا اور اس کا اثر دیواروں اور کپڑوں پر مدت تک باقی رہا (تاریخ ابن عساکر' جلد۴' ص ۳۳۹)۔ دوسری صبح جب مٹکے اور گھڑے دیکھے گئے تو وہ خون سے پُر تھے اور جب کوئی پتھر یا ڈھیلا زمین سے اُٹھایا جاتا تھا تو اس کے نیچے سے اُبلتا ہوا خون نکلتا تھا۔ (تاریخ ابن عساکر' ج ۴' ص ۳۳۹)

س: آسمان پر سرخی کب سے نمودار ہوئی؟

ج: سیدالشہداؑ کی شہادت سے پہلے آسمان پر سرخی نہ تھی۔ اس کا سلسلہ شہادت کے بعد شروع ہوا۔ (صواعق محرقہ' ص ۱۱۶' طبع قدیم)

س: بتایئے شہادتِ حسینؑ کے بعد اللہ تعالیٰ نے کتنے ہزار فرشتے حسینؑ کے ماتمی بنا کر بھیجے؟

ج: جب امام حسینؑ کی شہادت ہوئی تو خداوند عالم نے ستر ہزار فرشتے نازل کیے جو قیامت تک وہاں آپ پر ماتم گریہ و بکا کرتے رہیں گے۔

نوٹ: ان حقائق سے یہ حقیقت بھی روزِ روشن کی طرح واضح و آشکار ہو جاتی ہے کہ امام مظلومؑ پر ماتم' غم و حزن کرنا سنت پروردگار ہے۔ جب حکمِ خدا سے معصوم فرشتے آپؑ کی مصیبت پر گریہ و بکا کرتے ہیں تو اگر ہم ایسا کریں تو اسے کیونکر بدعت قرار دیا جا سکتا ہے؟

س: بتایئے اُم سلمہؓ نے رسولؐ کو روزِ عاشور خواب میں کس حالت میں دیکھا؟

ج: حضورؐ کے سر مبارک میں خاک تھی اور دست مبارک میں ایک شیشی تھی جس میں سیدالشہداؑ اور ان کے اعزہ و اصحاب کا مقدس خون تھا۔ جناب اُم سلمہ

نے اس پریشانی کی وجہِ دریافت کی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں ابھی ابھی حسینؑ کی قتل گاہ سے آ رہا ہوں۔ (مشکوۃ شریف' ص۵۶۲' طبع دہلی)

نوٹ: اس سے معلوم ہوا کہ روزِ عاشورہ سر اور ریش میں خاک ڈالنا اور غم و حزن کا اظہار کرنا سنت رسولؐ ہے۔

س: بتائیے قتلِ حسینؑ کے بعد فوج یزید نے کتنی بار نعرۂ تکبیر بلند کیا؟

ج: تین بار۔ (ناسخ' جلد۶' ص۲۹۳)

س: ہاتف غیبی نے کون سی آواز دی؟

ج: **قتل واللّٰہ الامام ابن الامام واخوا الامام وابو الائمۃ الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہم السلام**

امامؑ شہید ہو گیا ہے' امامؑ کا بیٹا شہید ہوا اور امامؑ کا بھائی شہید ہوا اور نو اماموں کا جدِ بزرگوار شہید ہو گیا (جو کہ حسینؑ بن علیؑ ہے)۔

امامؑ کی لاش مقدس کی عریانی

س: کیا شہادتِ حسینؑ کے بعد آپؑ کے کپڑے بھی اُتار لیے گئے؟

ج: ہاں۔

س: بتائیے آپ کا مقدس لباس کیسے انھوں نے تقسیم کیا؟

ج: آپ کی قمیض اسحاق بن حویہ حضرمی نے لی اور شلوار ابجر بن کعب تمیمی نے لی۔ عمامہ اخنس بن مرثد حضرمی نے' تلوار ایک دارمی شخص نے لی۔ نعلین اسود بن خالد نے اتاریں' انگوٹھی بجدل بن سلیم کلبی نے لی جس کے ساتھ ملعون نے آقائے نامدار کی انگشت مبارک بھی قلم کر لی۔ ''چادر یمانی'' قیس بن اشعث نے، زرہ عمر بن سعد نے حاصل کی۔

س: بتائیے مختار نے جب اس کو قتل کروایا تو مظلوم کی زرہ کو پھر کس نے لیا تھا؟

ج: وہ زرہ اس کے قاتل ابی عمرہ کو دے دی تھی۔

س: بتائیے امام مظلومؑ کی تلوار ذوالفقار تھی؟

ج: یہ تلوار ذوالفقار نہ تھی کیونکہ وہ تو ذخائر نبوت وامامات میں مذخور تھی بلکہ یہ کوئی اور تلوار تھی۔ (لہوف، ص۱۱۴ تا ۱۱۵)

س: بتائیے جن یزیدی فوجیوں نے مظلوم کا مال لوٹا وہ کس مرض میں مبتلا ہو کر مرے؟

ج: اسحاق نے قمیض پہنی تو برص کی بیماری میں مبتلا ہوگیا۔ ابجر نے جب شلوار استعمال کی تو پاؤں شل ہوگئے اور زمین گیر ہوگیا۔ اخنس نے یا جابر نے جب عمامہ باندھا تو دیوانہ ہوگیا اور مرض جذام میں مبتلا ہوگیا۔ بجدل کو مختار نے ہاتھ قطع کر کے ہلاک کر دیا۔

سیدالشہداء کی لاش گھوڑوں کی ٹاپوں میں

س: کیا آپؑ کی مقدس لاش پر بعد از شہادت گھوڑے دوڑائے گئے؟

ج: ہاں۔ (ارشاد شیخ مفید، ص ۲۶۵، لہوف، سید بن طاؤس، ص ۱۱۹)

س: بتائیے پسر سعد نے حسینؑ کی لاش پر گھوڑوں کا حکم دیا تو کتنے گھوڑوں نے آپؑ کی لاش کو پامال کیا؟

ج: دس گھوڑ سوار۔

س: کیا شیعہ علماء حسینؑ کی لاش پامال نہ ہونے کے بھی قائل ہیں۔ اس کی وضاحت کریں۔

ج: جب یزیدیوں نے پامالی لاش سید الشہداؑ کا ارادہ کیا تو جناب فضہ نے عقیلہ بنی ہاشمؑ جناب زینبؑ کے حکم سے جنگل کے شیر کو بلایا جو چنگھاڑتا ہوا آیا اور اگلے پاؤں لاشِ مبارک پر پھیلا کر بیٹھ گیا۔ (نفس، ص ۲۰۲)

س: ابن سعد نے اپنے سپاہیوں کو اس منظر کے بعد کون سا حکم دیا؟

ج: ابن سعد نے یہ منظر دیکھ کر اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ یہ کوئی آزمائش ہے۔ اسے نہ چھیڑو اور واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ سوار واپس چلے گئے۔

س: بتایئے اس شیر کا نام کیا تھا؟

ج: ابوالحارث۔

ذوالجناح حسینؑ کا خیام کی طرف آنا

س: کیا ذوالجناح نے امامؑ کے خون سے اپنے سر اور گردن کو رنگین کیا تھا؟

ج: ہاں۔

س: حسینؑ کی بہنوں کو بھائی کی شہادت کا کب یقین ہوا؟

ج: جب ذوالجناح ہنہناتا ہوا خیام کی طرف آیا۔ جب بنات رسولؐ نے گھوڑے کی آواز سنی تو درِخیمہ پر آ گئیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ''راہوار'' بلا سوار ہے۔ یقین کامل ہو گیا کہ امامؑ شہید ہو گئے ہیں۔

س: بیبیوں نے اس وقت کیا کیا؟

ج: بیبیوں نے گریہ و بکا کی اور جناب اُم کلثوم نے سر پر ہاتھ رکھ کر یہ بیان کیا: ہائے جدِ نامدار! یہ حسینؑ ہیں جو لق و دق صحراء میں پڑے ہیں۔ سر سے عمامہ اور کاندھوں سے ردا چھین لی گئی ہے۔ (امالی شیخ صدوق، ص ۹۸)

(س) کیا یزیدی فوجیوں نے امامؑ کے گھوڑے کو پکڑنے کی کوشش کی اور ذوالجناح کی موت کیسے ہوئی؟

(ج) امامؑ کی شہادت کے بعد بعض ظالموں نے امامؑ کے گھوڑے کو پکڑنے کی کوشش کی مگر گھوڑے نے اپنی پیشانی خونِ امامؑ سے رنگین کی اور دوڑتا اور ہنہناتا ہوا خیامِ حسینیؑ کی طرف گیا۔ وہاں پہنچ کر زور زور سے زمین پر سر مارنا شروع کیا حتیٰ کہ اسی حالت میں اس کی موت واقع ہوگئی۔ (عاشر بحار، ص ۲۰۶)

(س) بتایئے حسینؑ کے گھوڑے نے کتنے یزیدی فوجی کس طرح مارے؟

(ج) جب امامؑ زین سے زمین پر آئے تو گھوڑے نے اپنے عظیم سوار کی اس طرح حفاظت کرنا شروع کی کہ فوج اشقیاء کے سواروں میں سے کسی سوار پر حملہ کر کے اسے نیچے گرا دیتا۔ پھر ٹاپوں سے اسے روند ڈالتا۔ اسی طرح پورے چالیس سواروں کا صفایا کیا''۔ (مناقب شہر ابن آشوب، ج ۴، ص ۷۲)

(س) حسین علیہ السلام کی کتنی سواریاں تھیں؟

(ج) دو۔ ایک جناب رسولؐ خدا والا گھوڑا جس کا نام ''مرتجز'' تھا اور دوسرا اشتر جس کا نام مسنات تھا۔

تاراجئ خیام اہل بیتؑ

(س) کیا شہادتِ حسینؑ کے بعد خیام اہل بیتؑ کو لوٹا گیا؟

(ج) جی ہاں۔

(س) کیا یزیدی خیام حسینیؑ میں آ گئے تھے؟

(ج) ہاں! خیام میں جو کچھ ملا اس کو لوٹ لیا بلکہ عصمت وطہارت کی پلیوں کے سروں سے چادریں (کانوں سے گوشوارے) اور پاؤں سے خلخال تک اتار لیے۔

لوٹو تبرکاتِ علیؑ و بتولؑ کو
قیدی بنا کے لے چلو آلِ رسولؐ کو

س: بتایئے جنابِ زینبؑ نے ایک ظالم فوجی ازرق کے متعلق کیا کہا؟

ج: بی بی فرماتی ہیں جب عمر بن سعد نے ہمارے خیام لوٹنے کا حکم دیا اس وقت میں درِ خیمہ پر کھڑی تھی کہ ایک ازرق خیمہ میں گھس آیا جو کچھ مال و اسباب ملا لوٹا۔ پھر امام زین العابدینؑ کی طرف بڑھا جو چمڑے کے ایک ٹکڑے پر بیماری کی حالت میں پڑے تھے۔ اس نے امامؑ کو زمین پر گرا دیا اور وہ چمڑا بھی نیچے سے کھینچ لیا۔ اس کے بعد میری طرف بڑھا اور کانوں سے گوشوارے کھینچنے لگا۔

س: کیا وہ ظالم اہل بیتؑ کے خیام کو لوٹ بھی رہا تھا اور ساتھ ساتھ رو بھی رہا تھا۔ جنابِ زینبؑ کے پوچھنے پر اس نے کون سا جواب دیا؟

ج: بی بی فرماتی ہیں کہ وہ ظالم، ظلم بھی کرتا جاتا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ روتا بھی جاتا تھا۔ میں نے اس سے رونے کی وجہ دریافت کی؟ اس نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ اہل بیتؑ کی یہ مظلومیت و بے کسی رُلاتی ہے۔ جس میں آپ گرفتار ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا ظالم! اگر تجھے ہم سے اس قدر ہمدردی ہے تو پھر ہمیں لوٹتا کیوں ہے؟

اس نے کہا اس اندیشہ سے کہ اگر میں نہ لوٹوں گا تو کوئی اور لوٹ لے گا؟

بی بی نے غصہ میں آ کر فرمایا! خدا تیرے ہاتھوں اور پاؤں کو قطع کرے اور آخرت کی آگ سے پہلے دنیا کی آگ میں جلائے۔ ثانی زہراؑ کی اس بددعا کا ظہور اس کے ہاتھ پر ہوا کہ اس ملعون کے ہاتھ پاؤں قلم کرنے کے بعد زندہ نذرِ آتش کر دیا گیا تھا۔

س فاطمہ بنت الحسینؑ نے خیامِ حسینؑ کی تاراجی کے متعلق کیا کہا ہے؟

ج جب ظالم ہمارے خیموں میں گھس آئے تو ایک ظالم میرے پاؤں سے خلخال اُتارنے لگا۔ وہ ساتھ ساتھ روتا بھی جاتا تھا۔ میں نے پوچھا: اے دشمن خدا! تیرے رونے کا سبب کیا ہے؟ کہنے لگا: بھلا کیونکر نہ روؤں جب کہ بنت رسولؐ کو لوٹ رہا ہوں؟ میں نے کہا: اگر تجھے اس قدر احساس ہے تو پھر نہ لوٹ؟ کہا: یہ اندیشہ ہے کہ کوئی اور نہ آ کر اتار لے۔ بی بی کہتی ہیں پس جو کچھ خیام میں تھا وہ سب لوٹ لیا حتیٰ کہ ہمارے سروں سے چادریں بھی اُتار لیں۔ (امالی شیخ صدوق، ص ۹۹)

س بتایئے صاحب بحار نے اس واقعہ کو کیسے لکھا؟

ج جناب فاطمہ صغریٰ فرماتی ہیں کہ میں درِ خیمہ پر کھڑی اپنے بابا اور ان کے اصحاب و اعزاء کی لاشوں کو دیکھ رہی تھی جو قربانِ گاہ کربلا میں بے گور و کفن پڑی تھیں اور اپنے انجامِ قید یا قتل کے متعلق سوچ رہی تھی کہ ایک ظالم سوار خیمہ میں گھس آیا جس کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ جو نیزہ کی انی سے بیبیوں کو اذیت پہنچا کر ان کی چادریں اور زیور اتار رہا تھا۔ بیبیاں دادِ فریاد کر رہی تھیں۔ اسی اثنا میں دو سفاک میری طرف بڑھے میں یہ سمجھ کر دوڑی کہ شاید اسی طرح میں اس کے چنگل سے بچ جاؤں گی مگر اس ظالم نے میرا تعاقب کیا اور اچانک میرے دونوں کندھوں کے درمیان نیزہ مارا جس سے میں منہ کے بل گر پڑی۔ پھر اس نے میرے سر سے چادر اور میرے کانوں سے گوشوارے اتار لیے۔ میرے کانوں سے خون بہنے لگا اور میں شدتِ غم سے بے ہوش ہوگئی۔ کچھ دیر کے بعد جب افاقہ ہوا تو دیکھا کہ پھوپھی اماں میرے پاس بیٹھ کر رو رہی ہے اور فرما رہی ہیں: اُٹھو! جا کر دیکھیں کہ دوسری

مستورات اور تمہارے بیمار بھائی پر کیا گزری ہے؟ میں نے کہا: پھوپھی اماں! کیا کپڑے کا کوئی ٹکڑا نہیں ہے جس سے میں اپنے سر کو ڈھانپ سکوں؟ پھوپھی نے فرمایا: بیٹی تیری پھوپھی بھی تیری مانند ہے! میں نے جب نظر اوپر اٹھائی تو دیکھا کہ پھوپھی اماں کا سر ننگا ہے اور مار کی وجہ سے پشت مبارک سیاہ ہوگئی ہے۔ واپس خیمہ میں پہنچیں تو دیکھا کہ سب مال واسباب لوٹا جا چکا ہے اور امام بیمار منہ کے بل زمین پر پڑے ہیں جو کثرت بھوک و پیاس اور شدت بیماری کی وجہ سے حرکت نہ کر سکتے تھے۔ ہم ان کی حالت پر رونے لگیں اور وہ ہماری حالت زار پر رونے لگے۔ (عاشر بحار' ص ۲۰۶ تا ص ۲۰۷)

بیمارِ کربلا کے قتل کا ارادہ اور اس میں ناکامی کا سبب

س: کیا شمر نے امام سجادؑ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا؟

ج: جب یزیدی درندے خیامِ حسینیؑ میں لوٹ مار کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچ گئے جہاں امام سجادؑ بستر بیماری پر پڑا ہوا تھا۔ اب آپس میں اختلاف کرنے لگے۔ بعض نے کہا کہ مرد و زن میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑو۔ اور بعض نے کہا جلدی نہ کرو۔ امیر عمر بن سعد سے مشورہ کر لو۔ اسی دوران شمر تلوار سونت کر پہنچ گیا اور چاہا کہ امامؑ بیمار کو شہید کر دے۔ حمید بن مسلم نے کہا سبحان اللہ! کیا بیمار قتل کیے جاتے ہیں؟ اتنے میں عمر بن سعد بھی آ گیا۔ اس نے شمر کو ایسا کرنے سے روکا۔ (طبری' جلد ۶' ص ۲۶۰)

س: جب اس ملعون نے امامؑ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو جناب زینبؑ نے اس کو کیا کہا تھا؟

ج: جب شمر نے قتل امامؑ پر اصرار کیا تو جناب زینبؑ عالیہ نے فرمایا:

لا یقتل حتی اقتل ۔ پہلے مجھے قتل کرو پھر ان کو کرنا۔ یہ دیکھ کر ظالم رک گیا۔ یہ ان مقام میں سے ایک ہے جہاں شریکۃ الحسینؑ نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر اپنے بیمار بھتیجے زین العابدینؑ کو بچانے میں کامیاب کوشش فرمائی ہے۔ (اخبار الدول قرمانی' ص ۱۰۸)

س جب یزیدی فوجیوں نے خیموں کو آگ لگائی تو اس وقت بیبیاں کس حال میں باہر نکلیں؟

ج بیبیاں اس حال میں باہر نکلیں کہ سر ننگے' لوٹی ہوئیں' پاؤں ننگے' روتی ہوئیں اور ذلت وخواری کی قید میں گرفتار تھیں۔ (عاشر بحار' ص ۲۰۶)

س بتائیے ظالموں نے سادات کا مال لوٹا اور جب انہوں نے اس کو استعمال کیا تو وہ کن کن بیماریوں میں مبتلا ہوئے؟

ج ظالم جو کچھ مال واسباب لوٹ کر لے گئے تھے اس میں کچھ زعفران' مہندی اور چند اونٹ بھی شامل تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جس نے بھی زعفران استعمال کیا اس کا بدن جل گیا۔ مہندی راکھ کی مانند ہوگئی۔ اور اونٹ جس نے بھی ذبح کیے ان کا گوشت تمہ سے زیادہ کڑوا نکلا۔ (خصائص کبریٰ' ج ۲' ص ۱۹۲)

شہداء کربلا کے دفن کے بارے میں تحقیق

س بتائیے عصر عاشورہ کو سید الشہداؑ کا سر کس کی تحویل میں دیا گیا تھا؟

ج عمر بن سعد نے عصر عاشورہ کو جناب سید الشہداؑ کا سر مبارک خولی بن یزید اصحی حمید بن مسلم کی تحویل میں دیا۔

س بتائیے دوسرے شہداء کربلا کے سر کن کی تحویل میں پسر سعد نے دیئے؟

ج شمر' قیس بن اشعث اور عمرو بن الحجاج کی سرکردگی میں ابن زیاد کی طرف کوفہ

روانہ کر دیئے۔

س: بتائیے عمر بن سعد محرم کی کس تاریخ تک کربلا میں رہا؟

ج: ۱۱ محرم کے زوال تک۔

س: بتائیے جب یزیدی سپاہیوں کو حسینؑ لشکر نے واصل جہنم کیا تھا کیا ان کی تجہیز و تکفین ہوئی؟

ج: پسر سعد نے اپنے مقتولوں کی نجس لاشوں کو اکٹھا کیا۔ ان پر نماز جنازہ پڑھی اوران کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا۔

س: بتائیے کربلا کے شہداء کے لیے تجہیز و تکفین' غسل اور نمازِ جنازہ کا انتظام کس قبیلہ نے کیا تھا؟

ج: پسر سعد کے روانہ ہو جانے کے بعد بنی اسد نے جو کربلا کے قریب غاضریہ نامی بستی میں رہتے تھے آئے اور انہوں نے شہداء پر نماز جنازہ پڑھی اور ان کو دفن کیا۔

س: بتائیے کربلا کے شہداء کو کس تاریخ کو دفن کیا؟

ج: تاریخ میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک گیارہ محرم اور بعض کے نزدیک بارہ محرم۔ (ناسخ التواریخ' ج۶' ص۳۰۴)

س: کربلا کے شہداء کی دفن کی ترتیب کیا ہے؟

ج: جناب سید الشہدا کو وہاں دفن کیا گیا جہاں اب ان کی مزار مقدس ہے۔ ان کے بائیں طرف شہزادہ علی اکبرؑ کو دفنایا۔ نیز ان کی پائنتی کی طرف ایک بڑا سا گڑھا کھود کر دیگر اصحاب و اعزہ کو دفن کیا اور شہزادہ ابوالفضل کو وہیں دفن کیا جہاں وہ کنار فرات نما غریہ کے راستہ میں شہید ہوئے تھے۔ جہاں ان کی

اب قبر مبارک ہے۔ (ارشاد ص ۲۶۸)

س: جنابِ حُر کہاں دفن ہیں؟

ج: مشہور ہے کہ ان کے قبیلہ والے لوگ اٹھا کے لے گئے اور وہاں دفن کیا جہاں ان کی اس وقت قبر ہے۔

س: شیعہ عقیدہ سے تو امامؑ کے غسل و کفن اور نماز جنازہ کا انتظام تو امامؑ کو ہی کرنا ہوتا ہے (یعنی غیر امام غسل و کفن و نماز نہیں پڑھا سکتا) لیکن امام حسینؑ کی نماز تو قبیلہ بنی اسد کے لوگوں نے پڑھائی اس کی وضاحت کریں؟

ج: شیعہ کے مسلمہ عقائد میں سے ایک یہ بھی عقیدہ ہے کہ امامؑ کی نماز جنازہ امامؑ ہی پڑھاتا ہے اور اس کی تجہیز و تکفین اور تدفین بھی وہی کرتا ہے۔ اس لیے اگرچہ ظاہراً یہ سب فرائض بنی اسد نے انجام دیئے اور امامؑ بظاہر گرفتار تھے مگر شیعہ عقیدہ کے مطابق ماننا پڑے گا کہ امامؑ باعجاز تشریف لائے اور اپنے والد ماجد کی نمازِ جنازہ پڑھی اور ان کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کیا۔

س: بتایئے امام رضا علیہ السلام نے اس سلسلہ میں کون سا استدلال کیا؟

ج: علی بن ابی حمزہ بن البراج اور ابن المکاری نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم تک آپ کے آباء واجداد و طاہرینؑ کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ امامؑ کی تدفین و تکفین وغیرہ کا انتظام امامؑ ہی کرتا ہے (مطلب یہ کہ اگر آپؑ امام ہوتے تو بغداد میں جا کر امام موسیٰ کاظمؑ کی تدفین و تکفین کا اہتمام فرماتے)

امامؑ نے فرمایا! مجھے یہ بتاؤ کہ امام حسینؑ امام تھے یا نہ؟

سب نے کہا کہ ہاں وہ امامؑ تھے!

فرمایا! پھر ان کے کفن و دفن کا انتظام کس نے کیا تھا؟

لوگوں نے کہا ان کے فرزند امام زین العابدینؑ نے۔

فرمایا! وہ اس وقت کہاں تھے؟؟

انھوں نے کہا: ابن زیاد کی قید میں تھے مگر جناب اس طرح وہاں پہنچے کہ کسی کو خبر نہ ہوسکی اور جا کر امامؑ کے دفن وکفن کا انتظام کر کے واپس گئے۔

امام رضاؑ نے فرمایا کہ جس خدا نے امام زین العابدینؑ کو اس بات پر قادر کیا کہ وہ کربلا جا کر اپنے والد ماجد کی تدفین و تکفین اور نماز جنازہ کا فریضہ انجام دیں حالانکہ یہ تو قید بھی نہ تھے۔ (رجال کشی، ص ۲۸۹)

س امام حسینؑ کی قبر مبارک پر کس نے لکھا تھا کہ **هذا قبر الحسين قتلوه عطشانا۔**

ج امام زین العابدینؑ نے قبر مبارک پر انگشت سے لکھا کہ یہ حسینؑ بن علیؑ کی قبر ہے جنہیں لوگوں نے پیاسا شہید کیا۔

سید الشہداءؑ کا سر مبارک

س سید الشہداؑ کا سر مبارک کہاں دفن ہے؟

ج سید الشہداؑ کے سر مبارک کے مدفن میں علماء شیعہ میں اور غیر شیعہ میں اختلاف پایا جاتا ہے جو درج ذیل ہے:

۱- اصول کافی و تہذیب الاحکام کی روایت کے مطابق آپ کا سر مبارک مدینہ میں دفن ہے۔

۲- سید علی بن عبداللہ مدنی نے خلاصۃ الوفا میں لکھا ہے کہ امام حسنؑ مجتبیٰ کے مزار مقدس کے پاس دفن ہے۔

۳- فتاوائے قرطبی میں یہ لکھا ہے کہ یزید نے سر مبارک مدینہ کے گو...

عمر بن سعید بن خاص کے پاس بھجوایا اور اس نے جنت البقیع میں دفن کرا دیا۔

۴- کامل الزیارۃ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک روایت درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کا سر اقدس نجف اشرف میں حضرت امیر علیہ السلام کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔

۵- قطب راوندی کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب رسولؐ خدا باعجاز نبوت اسے شام سے اپنے ہمراہ لے گئے۔

۶- یزید نے مختلف شہروں میں اس کی تشہیر کا حکم دیا۔ جب لوگ پھراتے پھراتے عسقلان لے گئے تو وہاں کے حاکم نے وہیں دفن کرا دیا۔

۷- تہذیب التہذیب اور صواعق محرقہ وغیرہ میں یہ لکھا ہے کہ جناب امام حسینؑ کا سر مبارک خزانہ یزید میں ہی رہا۔ جب سلیمان بن عبدالملک بن مروان تخت حکومت پر بیٹھا اور اسے معلوم ہوا کہ سر امامؑ خزانہ میں موجود ہے تو اس نے تلاش کر کے منگایا۔ اس نے دیکھا کہ سر اقدس چاندی کی طرح چمک رہا ہے۔ کچھ دیر پاس رکھنے کے بعد کفن دے کر اکرام و احترام کے ساتھ مقابر مسلمین میں دفن کرا دیا۔

۸- بعض کا قول یہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے دور حکومت میں وہاں سے نکلوا کر کربلا میں بھجوا دیا اور دفن کیا گیا۔

۹- یہ بھی تہذیب میں لکھا ہے کہ سر مبارک برابر خزانۂ یزید میں رہا۔ جب بنی عباس کی حکومت قائم ہوئی اور انہوں نے خزانہ یزید کو لوٹا تو ایک سپاہی کی ایک تھیلی پر نظر پڑی۔ اس نے کوئی دنیوی مال سمجھ کر اٹھا لیا۔ جب میدان میں لا کر کھولا تو سر مقدس ایک پارچۂ حریر میں

لپٹا ہوا دیکھا۔ اس حریر پر لکھا ہوا تھا: "هذا راس الحسين"۔ اس سپاہی نے وہیں نوکِ تلوار سے زمین کھود کر دفن کر دیا۔

۱۰- ابن جوزی اور بعض دوسرے مورخین نے یہ لکھا ہے کہ جب منصور بن جمہور نے خزانہ بنی اُمیہ پر قبضہ کیا تو اسے سرِمقدس ایک مقفل صندوق میں ملا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا سرِ مطہر ہے تو اس نے دمشق کے تیسرے برج سے جانب شرق باب الفرادیس کے قریب دفن کرا دیا۔

۱۱- عبوسی منصوری نے زبدۃ الفکرہ میں یہ لکھا ہے کہ بنی عباس کے زمانہ میں سرِ مطہر کو دمشق سے عسقلان لے جایا گیا اور عرصہ دراز تک وہیں دفن رہا۔ جب صلیبی جنگوں کے زمانے میں نصاریٰ کے غلبہ کا اندیشہ ہوا تو مسلمانوں نے وہاں سے نکال کر دارالسلطنت میں پہنچا دیا۔ مقریزی نے خط میں لکھا ہے کہ ۸ جمادی الاولی ۵۴۸ھ بروز ہفتہ کو سرِ مطہر قاہرہ لایا گیا۔ اس وقت اس سے تازہ خون ٹپک رہا تھا اور مشک جیسی خوشبو آ رہی تھی۔ وہاں اب تک اسی نام کی ایک مسجد ''راس الحسینؑ'' مشہور ہے۔

۱۲- بعض کتب میں سرِ مبارک کے دمشق سے عسقلان لے جانے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ دمشق دشمنانِ خاندانِ نبوت کا مرکز تھا۔ خطرہ تھا کہ یہ لوگ کبھی کوئی بے ادبی نہ کریں۔ اس لیے اسے عسقلان منتقل کر دیا گیا اور جب مصر میں خاندانِ فاطمی کا آخری تاجدار عاضد لدین اللہ مسند اقتدار پر متمکن تھا۔ ان کے وزیر اعظم ملک صالح طلائع بن زریک نے ان کو اطلاع دی کہ عسقلان کی طرف برابر صلیبی فوجیں

بڑھ رہی ہیں۔ لہٰذا اس اندیشہ کے پیش نظر کہ وہ لوگ سر امامؑ کے ساتھ کوئی بے ادبی کریں مصر منتقل کرنے کا عزم کرلیا۔

چنانچہ ۸ جمادی الاولی ۵۴۸ھ کو سر مبارک قاہرہ لایا گیا اور بوستان کافوری میں جہاں وزیر اعظم موصوف کے نام سے عالی شان مسجد صالح تھی اس میں ایک طرف سر مبارک دفن کیا گیا اور اس پر عالی شان عمارت بنوا کر اس کی خوب زیبائش و آرائش کی گئی۔ ادھر ابھی سر مبارک کو عسقلان سے لائے ہوئے ابھی پورے بیس روز بھی نہ گزرے تھے کہ ۲۷ جمادی الثانیہ کو اس پر نصرانیوں کا قبضہ ہوگیا۔ چونکہ یہ مسجد صالح باب رملہ سے قدرے فاصلے پر تھی اور زائروں کی آمد ورفت میں تکلیف ہوتی تھی اس لیے عاضدلدین اللہ نے وہاں سے سر مطہر نکلوا کر اپنے خاص رہائشی محل، قصر زمرد کے پاس دفن کرا دیا اور اس پر پُرشکوہ عمارت بنوا کر اسے خوب آراستہ و پیراستہ کیا۔ سیاح ابن جبیر نے اپنے سفرنامہ میں ۵۷۸ھ میں مصر کی سیاست کے دوران قاہرہ میں مسجد حسینؑ کی زیارت کرنے اور اس کی عجیب و غریب عمارت کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ سر مطہر ایک منقش تابوت میں مدفون ہے۔ اسی طرح مشہور سیاح ابن بطوطہ نے بھی جب ۷۲۶ھ میں مصر کی سیاحت کی ہے تو اپنے سفرنامہ میں مشہد حسینؑ کی زیارت کرنے اور اس کی عجیب وغریب عمارت کا تذکرہ کیا ہے۔ پھر برابر مختلف ادوار میں اس کی توسیع و تزئین میں برابر اضافہ ہوتا رہا۔ چنانچہ امیر حسن کتخدا التوفی ۱۱۲۳ھ نے اس کی بڑے اہتمام سے توسیع اور زیبائش کرائی اور ۱۱۷۰ھ میں امیر عبدالرحمٰن کتخدا کے حکم سے اس کی تجدید ہوئی۔ بعدازاں ۱۲۰۴ھ میں مزید

توسیع سید علی الوالواز نے کرائی۔ پھر ۱۲۷۹ھ میں عباس پاشا نبیرہ محمد علی پاشا نے اس کی مزید توسیع کرانا شروع کی مگر تکمیل سے پہلے وفات پا گیا۔ اس کے بعد خدیو اسماعیل پاشا نے اپنے خاص اہتمام سے اس کی تجدید و تکمیل ۱۲۹۰ھ کو تکمیل ہوئی۔ اب یہ مشہد خاں خلیلی اور جامع ازہر کے درمیان واقع عمارت بہت وسیع نہایت شاندار اور خوشنما ہے۔ ہر وقت زائرین کا ہجوم رہتا ہے۔

۱۳۔ اکثر کتب مقاتل میں لکھا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے رہائی کے بعد سر مبارک ہمراہ لا کر کربلا میں جسدِ اطہر کے ہمراہ دفن کیا۔

س: بتائیے کون سا قول علماء امامیہ کے نزدیک زیادہ مشہور ہے؟

ج: سر اقدس جسد اطہر کے ساتھ کربلا میں ایک جگہ دفن ہے۔

س: بتائیے دوسرے شہدائے کربلا کے سر کہاں دفن ہیں؟

ج: دوسرے شہداء کربلا ان کے سرہائے مقدس کے بارے میں تاریخیں خاموش ہیں۔ اس لیے ہمیں بھی خاموشی اختیار کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ اگرچہ ''روضۃ الشہدا'' سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سید الساجدینؑ نے رہائی کے بعد بروز اربعین تمام شہداء کربلا کے سر واپس لا کر کربلا معلیٰ میں دفن کیے تھے۔

قاتل سید الشہداءؑ کون؟

س: بتائیے قاتل سید الشہداء کون ہے؟

ج: شمر۔

س کیا قاتلِ حسینؑ میں اختلاف پایا جاتا ہے؟

ج ہاں بعض کے نزدیک آپ کا قاتل حصین بن نمیر ہے۔ بعض نے مہاجر بن اوس تمیمی۔ عبداللہ شعبی۔ بعض نے خولی کو' بعض نے زرعہ بن شریک کو' بعض نے شبل بن یزید (برادر خولی) کو' بعض نے سنان بن انس نخعی کو۔

س بتایئے ان مذکورہ بالا اقوال میں زیادہ صحیح کون ہے؟

ج پہلے چھ قول بالکل نا قابل یقین ہیں۔ ہاں البتہ ساتواں قول یعنی یہ کہ قاتل سنان بن انس نخعی ہے۔

س بتایئے علماء شیعہ کا زیادہ رجحان کس قاتلِ حسینؑ کی طرف ہے؟

ج شمر۔

جناب شہر بانو کے طوس جانے کی تحقیق

س بتایئے کس بی بی نے اپنی جان نہر فرات پر تلف کر دی تھی؟

ج فاضل مازندرانی نے لکھا ہے کہ تمام اہل حرم کو قید کر کے لائے سوائے جناب بی بی شہر بانو کے۔ کیونکہ اس معظمہ نے نہر فرات میں اپنی جان تلف کر دی تھی۔ (مناقب' جلد۴' ص ۹۹)

س آقائے دربندی نے فاضل مازندرانی پر کون سی تنقید کی؟

ج آقائے دربندی نے اس پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بی بی شہر بانو کے بارے میں ابن شہر آشوب نے جو کچھ لکھا ہے میں نے کسی بھی اہل علم کے کلام میں اسے نہیں پایا۔ پھر لکھتا ہے کہ اگر یہ واقعہ صحیح تسلیم کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ یہ معظمہ بادشاہ عجم یزدجرد کی دختر اور امام زین العابدینؑ کی والدہ کے علاوہ کوئی اور ہوں گی۔ کیونکہ اس خاتون کا تو امامؑ کی ولادت کے ایام نفاس

میں انتقال ہو گیا تھا (اسرار الشہادت ص ۴۳۹)۔ بعد میں فرماتے ہیں کہ وہ بی بی شہر بانو جو میدانِ کربلا میں تھیں وہ فاطمہ زوجہ قاسمؑ کی والدہ تھیں۔ جو وصیت امامؑ کے مطابق اپنی بیٹی فاطمہؑ کو ہمراہ لے کر امامؑ کے گھوڑے پر سوار ہو کر مقررہ مقام کی طرف چلی گئیں۔ جب گھوڑا ارائے کے قریب پہنچا تو اپنی بیٹی کو حکم دیا تم یہیں اتر جاؤ کیونکہ یہاں تمہارے ننھیال موجود ہیں جو تمہاری کفالت کریں گے۔ چنانچہ ان کو وہاں اتار کر خود وہاں سے چلی گئیں جہاں ان کو حکم تھا یعنی ''حیل طوس'' جورئے کے قریب ہے۔ (اسرار ص ۴۳۹)

س کیا جناب شہر بانو اس وقت تک زندہ اور واقعہ کربلا میں موجود تھیں؟

ج عموماً محدثین مورخین کا اتفاق ہے کہ جناب شہر بانو واقعہ کربلا کے وقت زندہ ہی نہ تھیں بلکہ اس سے ایک عرصہ دراز پہلے ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس سلسلہ میں چند اقوال پیش کیے جاتے ہیں:

۱- رئیس المحدثین حضرت شیخ صدوق نے کتاب عیون اخبار الرضاء میں بسند معتبر امام رضاؑ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ امام زین العابدینؑ کی ولادت کے بعد اس مخدرہ کا انتقال ہو گیا تھا۔

۲- علامہ مجلسی جلاء العیون میں فرماتے ہیں: از روایات معتبرہ ظاہر می شود کہ شہر بانو دوراں صحرا نبود۔

۳- جناب سید اولاد حیدر صاحب بلگرامی کا ارشاد ہے جن روایتوں سے جناب شہر بانو کا واقعہ کربلا میں تشریف رکھنا معلوم ہوتا ہے وہ زیادہ اعتماد کے لائق نہیں ہیں اور ان محترمہ کا حضرت امام زین العابدینؑ کی ولادت کے ساتھ وفات پانا قوی اور اظہر ہے۔

۴- مولانا سید ناصر حسین صاحب نے ایک سوال کے جواب میں تحریر

فرمایا ہے: ''اخبار کتاب عیون الرضا'' سے واضح ہوتا ہے کہ شہر بانو والدہ ماجدہ امام زین العابدینؑ نے قریب ولادت سید سجاد انتقال فرمایا۔

شامِ غریباں

س: بتایئے دنیا کی سخت ترین شب کون سی ہے؟

ج: شب عاشورہ۔

س: اس کی وجہ کیا ہے؟

ج: کائنات کا سردار اپنے مٹھی بھر اعزا و انصار سمیت پوری طرح نرغۂ اعداء میں گھر چکا تھا۔ موت سامنے نظر آ رہی تھی۔ کربلا والوں کو صبح اپنی موت کا یقین ہو چکا تھا۔ ہر ماں کو علم تھا کہ کل اس کا لخت جگر قربان گاہ کربلا میں فدیہ راہِ خدا ہو جائے گا۔ ہر بہو کو یقین تھا کہ کل اس کا قوت بازو دائمی طور پر رخصت ہو جائے گا اور ہر زوجہ کو سامنے نظر آ رہا تھا کہ کل اس کا سہاگ لٹ جائے گا۔ علاوہ ازیں بھوک تھی، پیاس تھی، دشمنوں کی کثرت اور اپنی قلت تھی۔ مظلومیت تھی، بے کسی تھی غرضیکہ شب عاشورہ سخت ابتلا و آزمائش کی رات تھی۔

س: بتایئے شامِ غریباں کی رات شب عاشورہ سے سخت تھی؟

ج: شب عاشورہ بڑی کٹھن رات تھی لیکن اس کے باوجود اک چہل پہل تھی۔ ابھی سب زندہ اور موجود تھے۔ رسولؐ زادیوں کا ظاہری سہارا موجود تھا۔ پنجتن پاکؑ کی آخری فرد دنیا میں موجود تھی۔ ذکر تسبیح و تہلیل سے خیام حسینؑ گونج رہے تھے لیکن شامِ غریباں کو کچھ اور سماں تھا۔ شامِ غریباں کی کیفیت کچھ اور ہے۔ آسمان نیلگوں، غروب ہونے والا آفتاب، طلوع ہونے والا ماہتاب اور

چمکتے ہوئے ستاروں نے نہ معلوم کتنے انقلاب روزگار دیکھے ہوں گے؟

لیکن بلاخوف و تردید آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر شامِ غریباں سے زیادہ دلخراش، جگرسوز اور دردناک سانحہ کربلا سے کوئی بڑا سانحہ نہیں گزرا ہوگا۔ وارثوں کا سایہ اُٹھ چکا، ظاہری سہارے ٹوٹ چکے۔ سامان لٹ چکا۔ خیام جل چکے۔ خاتم المرسلینؐ کی نواسیوں کے گوشوارے اُتر چکے۔ علیؑ و بتولؑ کی پوتیوں کے خلخال اتر چکے۔ جناب رباب کی گودی خالی ہوچکی۔ پہرہ دینے والے کٹ چکے۔ ہر دل میں کوئی نہ کوئی غم ہے مگر شریکۃ الحسینؑ کے قلب میں ایک سو پینتالیس داغ ہیں۔ پنجتن پاکؑ کی آخری یاد زمین سے اٹھ چکی ہے۔ بچے بزرگوں کی یاد میں نڈھال ہو رہے ہیں، شدتِ پیاس سے بلک رہے ہیں مگر دلاسہ دینے والا کوئی نہیں۔ بیبیوں کے سامنے عزیزوں کی خون میں نہائی ہوئی لاشیں بے گوروکفن پڑی ہیں۔

خون کے آنسو تھے کہ ڈھلتی رہی آنکھوں سے شفق
چشم عابدؑ میں رہا شامِ غریباں کا سماں

(اختر چنیوٹی)

ابتداء اسیری اہل بیتؑ سے روانگی شام تک

س: اسیرانِ آلِ محمدؐ کے کتنے فرد تھے؟

ج: بیس خواتین اور بارہ لڑکے تھے (نفس المھموم، ص ۲۰۴)۔ جن میں امام حسن مجتبیٰؑ کے تین صاحبزادے حسن مثنیٰ جو معرکہ کربلا میں امامؑ برحق کی نصرت کا حق ادا کرتے ہوئے ستر ناریوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد خود اٹھارہ زخم لگنے سے نڈھال ہوکر گر گئے تھے اور دایاں بازو بھی قلم ہوگیا تھا، زید بن الحسنؑ

عمرو بن الحسنؑ اور امام محمد باقرؑ بھی شامل تھے۔ (مقتل الحسین، ص ۳۶۵)

س بتائیے واقعہ کربلا میں امام محمد باقرؑ کی عمر کتنی تھی؟

ج چار سال (نفس المہموم، ص ۲۰۴)

س جب قافلہ کوفہ کی طرف روانہ ہوا تو اس وقت بیبیوں نے کون سی اپیل قومِ اشقیاء سے کی تھی؟

ج خدا کے واسطے ہمیں ادھر سے لے چلو جدھر شہداء کی لاشیں موجود ہیں۔

س یہ کس بی بی کی بارگاہ توحید میں التجا ہے کہ اللھم تقبل منا ھذا القربان– خداوندا! ہماری یہ قربانی قبول فرما۔

ج جنابِ زینبؑ کی۔

س اسیرانِ اہل بیتؑ کا قافلہ جب شہداء کی لاش سے گزرا تو وہ کون بی بی تھی جو اپنے باپ کے جسم اطہر سے لپٹ گئی؟

ج سکینہ بنت الحسینؑ۔

س بتائیے کس یزیدی سپاہی نے طمانچہ یا تازیانہ مار کے بی بی کو اپنے باپ سے جدا کیا تھا؟

ج زحر بن قیس۔

امام سجادؑ کی بے قراری اور شریکۃ الحسینؑ کی دلجوئی

س کس بی بی نے کس امامؑ کو کس مقام پر دلاسہ دیا اور صبر کی تلقین کی؟

ج جب امام زین العابدینؑ نے شہدا کربلا اور بالخصوص لخت جگر زہراؑ کو ایسی حالت میں دیکھا جس سے قریب تھا کہ آسمان پھٹ جائے، زمین شگافتہ

ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ یہ دلخراش منظر دیکھ کر امامؑ کی حالت غیر ہونے لگی۔ جب شریکۃ الحسینؑ نے اپنے بھتیجے کی یہ حالت دیکھی تو بیمار کربلا کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

اے میرے جدواب اور بھائیوں کی یادگار! کیا بات ہے کہ میں تجھے دم توڑتے دیکھ رہی ہوں؟

امامؑ نے فرمایا: بھلا میں کیونکر جزع وفزع نہ کروں جب کہ میں اپنے سید و سردار (والد بزرگوار) بھائیوں' چچاؤں اور چچازاد بھائیوں کو اس حال میں دیکھ رہا ہوں کہ لق و دق صحراء میں خاک وخون میں غلطاں' لباس سے عریاں' بلا کفن و دفن پڑے ہیں؟؟

عقیلہ قریش نے فرمایا:

سجاد! جو منظر تم دیکھ رہے ہو یہ آپؑ کو گھبراہٹ میں نہ ڈالے۔ خدا کی قسم! یہ تو خدا کا ایک عہد تھا جو اس نے آپ کے جد نامدار اور بابائے بزرگوار سے کیا تھا۔ نیز کچھ لوگوں نے خدا سے یہ عہدہ و پیمان لیا تھا جنھیں اس زمین کے فرعونان وقت نہیں پہچانتے۔ مگر وہ اہل آسمان کے نزدیک مشہور ہیں کہ وہ ان قطع شدہ اعضاء اور خون اور خون آلودہ اجسام کو دفن کریں گے اور تیرے بابا سید الشہداء کی قبر مقدس پر علم نصب کریں گے۔ لیل و نہار کی گردشوں سے تیرے بابا کی قبر کا نام ونشان ہرگز نہیں مٹے گا' کئی بادشاہانِ وقت اس کے مٹانے کی کوشش کریں گے لیکن وہ خود صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں گے لیکن تیرے بابا کا نام اور زیادہ روشن ہوگا اور ان کی شان اور زیادہ بلند ہوگی۔

س: بی بی کی عظمت وجلالت کی دلیل بیان کریں؟

ج: اس مذکورہ بالا مکالمہ اور امامؑ کو دلاسہ دینے سے عقیلہ بنی ہاشم کی عظمت و

جلالت اور رفعت و منزلت کا جس قدر اظہار ہوتا ہے وہ کسی تبصرہ اور بیان کا محتاج نہیں ہے۔ اللہ اللہ! بی بی کا مقام صبر و تحمل کس قدر بلند ہے کہ امامؑ وقت کو صبر و ضبط اور تحمل و استقلال کی تلقین فرما رہی ہیں اور بی بی عالم کا یہ کلام بالکل وحی ترجمان ہوتا ہے۔

اسیرانِ اہل بیتؑ کی کوفہ میں آمد

س: بتایئے اہل بیتؑ اطہار کا قافلہ کوفہ میں کس تاریخ کو پہنچا؟

ج: ۱۲ محرم کو۔ (ارشاد ص ۲۶۶)

س: بتایئے اسیرانِ اہل بیتؑ کی ترتیب کس طرح تھی؟

ج: آگے آگے شہداء کے سر نوک نیزہ پر تھے۔ اس کے پیچھے اسیرانِ آل محمدؑ کا مختصر قافلہ تھا۔

س: یزیدی گورنمنٹ نے کوفہ میں کون سی احتیاطی تدابیر کر رکھی تھیں؟

ج: ابن زیاد نے متوقع خوف ہنگامہ آرائی کے پیش نظر یہ احتیاطی تدابیر کر رکھی تھیں کہ گو آج دربار و بازار میں لوگوں کو جمع ہو کر اسیرانِ اہل بیتؑ کا نظارہ کرنے کی اجازت عام تھی۔ مگر یہ اعلان بھی کرا دیا گیا کہ کوئی زن یا مرد اسلحہ جنگ لے کر گھر سے باہر نہ نکلے اور اس پر عمل کرانے کے لیے جا بجا پولیس کے دستے بھی متعین کر دیئے تھے۔

س: جب مسلم جصاص نے ابن زیاد سے دریافت کیا تھا کہ شور و غل کیوں ہو رہا ہے تو اس نے مسلم کو کیسا تعارف کروایا؟

ج: مسلم کو ابن زیاد نے دارالامارہ میں بلایا ہوا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ اس اثنا میں ایک خادم آیا۔ میں نے اس سے دریافت کیا۔ کیا وجہ ہے کہ آج کوفہ میں

بہت شوروغل ہو رہا ہے؟ اس نے کہا ابھی ابھی ایک خارجی (نعوذ باللہ) کا سر لایا گیا ہے جس نے یزید کے خلاف خروج کیا ہے۔

میں نے پوچھا اس کا نام کیا تھا؟

کہا: حسینؑ بن علی۔

یہ سنتے ہی میں حیران رہ گیا۔ جب خادم باہر چلا گیا تو میں نے زور سے اپنے منہ کو پیٹا۔ قریب تھا کہ آنکھیں ضائع ہو جائیں اس کے بعد میں دارالامارہ کی پچھلی طرف سے کناسہ کے مقام پر پہنچا جہاں لوگ سروں اور قیدیوں کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ایک قافلہ پہنچا جو چالیس اونٹوں پر مشتمل تھا جس پر اولادِ فاطمہ الزہراؑ سوار تھی۔ جن میں کچھ بچے اور کچھ مستورات تھیں۔ امام سجادؑ بلا پلان اونٹ پر سوار تھے۔ رگ مبارک سے خون جاری تھا۔

س: بتایئے جب اسیرانِ آلِ محمدؐ کی زبوں حالی کو دیکھ کر اہلِ کوفہ کے لوگوں نے صدقہ کی کھجوریں اور روٹیوں کے ٹکڑے سادات کے بچوں کی طرف پھینکے تو کس بی بی نے سادات پر صدقہ کو حرام کہا؟

ج: جناب ام کلثومؑ نے یہ فرمایا:

يَاأَهلَ الكُوفَةَ أَنَّ الصَّدقَةَ عَلَينَا حَرَامٌ –

اے اہلِ کوفہ! صدقہ ہم پر حرام ہے۔ کھجوریں وغیرہ بچوں کے ہاتھ سے لے کر نیچے پھینک دیتی تھیں۔

س: کیا مخدرات عصمت کو اس حال میں دیکھ کر لوگ رو رہے تھے؟

ج: ہاں۔

جنابِ ام کلثومؑ نے ان کو کیا کہا تھا؟

بی بی فرماتی ہیں:

صہ یا اھل الکوفة تقتلنا رجالکم و تبکینا نساء کم فالحاکم بیننا و بینکم اللّٰہ یوم القضاء.

اے اہلِ کوفہ خاموش ہو جاوَ۔ تمہارے مرد ہمیں قتل کرتے ہیں اور تمہاری عورتیں ہم پر روتی ہیں؟ خداوند عالم روزِ قیامت ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔

مسلم کی زبانی بتائیے۔ پھر اسی اثناء میں حسینؑ کا سرمبارک کیسے نوکِ نیزہ پر حسین وجمیل لگ رہا تھا؟

مسلم کہتا ہے: بی بی گفتگو کر رہی تھیں کہ اچانک پھر شوروغل بلند ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ شہداء کربلا کے سرنیزوں پر سوار ہیں۔ ان سب کے آگے آگے جناب امام حسینؑ کا سرمبارک تھا اور وہ سر بدرکامل کی طرح تابندہ اور درخشندہ تھا اور تمام لوگوں سے زیادہ رسولؐ خدا کے ساتھ مشابہہ تھا۔ ریش مبارک خضاب کی وجہ سے بالکل سیاہ تھی۔ چہرہ انور ماہتاب کی مانند روشن تھا اور ہوا ریش مبارک کو دائیں سے بائیں حرکت دے رہی تھی۔ یونہی زینبؑ کی بھائی کے سرمبارک پر اس حال میں نظر پڑی تو اس منظر سے بے تاب ہو کر فرطِ غم ولم سے محمل کی چوب پر زور سے سر مارا کہ خون جاری ہوگیا۔

بتایئے کسی زمانہ میں ام کلثومؑ و زینبؑ اسی کوفہ کی شہزادیاں رہ چکی تھیں؟

جناب امیر علیہ السلام کے ظاہری دورِ حکومت میں جناب زینبؑ و ام کلثومؑ شہزادیوں کی حیثیت سے رہ چکی تھیں اور آج قیدیوں کی حیثیت سے داخل ہو رہی تھیں---

اے فلک آں ابتدا ایں انتہائے اہل بیتؑ

س: جب کوفہ کے لوگ (مرد و زن) ہزاروں کی تعداد میں آل رسولؐ کو اس تباہ حال میں دیکھ کر رونے لگے تو اس وقت امام زین العابدینؑ نے کیا کہا تھا؟

ج: اے کوفہ والو! اب تم ہم پر نوحہ اور گریہ و بکا کرتے ہو--- یہ تو بتاؤ کہ ہمیں قتل کس نے کیا؟

س: بتائیے کوفہ کی عورت نے کون سی بات سنی اور اہل بیت اطہارؑ پر کون سا احسان کیا؟

ج: ایک عورت نے دریافت کیا: من ای الاساری انتم؟ "تم کس قوم وقبیلہ کے قیدی ہو؟"

بیبیوں نے فرمایا: نحن اساری ال محمدؐ "ہم خاندانِ نبوت کے اسیر ہیں"۔

یہ سن کر اس عورت نے کچھ برقعے اور چادریں اکٹھی کر کے ان کی خدمت میں پیش کیں۔ جن سے بتولؑ زادیوں نے اپنوں سروں کو ڈھانپ لیا۔

س: بازارِ کوفہ میں کس بی بی نے خطبہ دیا کہ لوگ سمجھنے لگے کہ علیؑ ممبر سلونی خطبہ دے رہے ہیں؟

ج: یونہی شیر خدا کی شیر دل خاتون بیٹی (زینبؑ) نے لوگوں کو اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ! تو کیفیت یہ تھی کہ آتے ہوئے سانس رک گئے۔ اس کے بعد خطیب ممبر سلونی کی بیٹی نے جب خطبہ شروع کیا تو لوگوں کو حضرت علیؑ کا لب و لہجہ اور ان کا مجاہدانہ زمانہ یاد آ گیا کہ راوی کہتا ہے: "خدا کی قسم! میں نے کبھی کسی خاتون کو دختر علیؑ سے زیادہ پُر زور تقریر کرتے نہیں دیکھا۔ لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ علیؑ آپ کی زبان سے بول رہے ہیں۔

دربار میں خطبے، کبھی قرآن کی تلاوت
اندازِ تکلم میں علیؑ کی تھی فصاحت

س: بی بی زینبؑ عالیہ کا دربار کوفہ کا خطبہ بیان کیجیے۔

ج: سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور درود و سلام میرے باپ (نانا) محمدؐ اور ان کی طیب و طاہر اور نیک اولاد پر۔ امابعد!

اے اہل کوفہ! اے اہل دھوکہ! کیا اب تم روتے ہو؟ (خدا کرے) تمہارے آنسو کبھی خشک نہ ہوں اور تمہاری آہ و فغاں کبھی موقوف نہ ہو! تمہاری مثال اس عورت جیسی ہے جس نے بڑی محنت و جانفشانی سے مضبوط ڈوری بانٹی اور پھر خود ہی اسے کھول دیا اور اپنی محنت پر پانی پھیر دیا۔ تم (منافقانہ طور) پر جھوٹی قسمیں کھاتے ہو جن میں کوئی صداقت نہیں۔ تم سب کے سب بیہودہ، پیکر فسق و فجور اور فسادی کینہ پرور، اور لونڈیوں کی طرح جھوٹے چاپلوس اور دشمنوں کی غمازی ہو، تمہاری کیفیت یہ ہے جیسے کثافت کی جگہ سبزی یا اس چاندی جیسی ہے جو دفن شدہ عورت کی (قبر) پر رکھی جائے۔

آگاہ رہو! تم نے بہت ہی برے اعمال کا ارتکاب کیا ہے جس کی وجہ سے خداوند تم پر بہت ہی غضبناک ہے۔ اس لیے تم اس کے عذاب میں گرفتار ہوگئے ہو۔ کیا اب گریہ و بکاء کرتے ہو؟ تم امامؑ کے قتل میں گرفتار ہو چکے ہو اور تم اس دھبے کو کبھی دھو نہیں سکتے! اور بھلا تم خاتم نبوت و معدن رسالت کے فرزند اور جوانانِ جنت کے سردار، جنگ میں اپنے پشت پناہ، مصیبت میں جائے پناہ، منارہ حجت اور عالم سنت کے قتل کے الزام سے کیونکر بری ہو سکتے ہو؟ تمہارے لیے لعنت و ہلاکت ہو، تم نے بہت ہی برے کام کا ارتکاب کیا ہے۔ تم برباد ہو گئے، تمہاری تجارت خسارہ میں رہی اور خدا کے قہر و غضب

کے شکار ہو گئے اور ذلت اور رسوائی میں مبتلا ہو گئے۔ افسوس ہے تم پر اہلِ کوفہ! کچھ جانتے بھی ہو کہ تم نے رسولؐ کے کس جگر کو پارہ پارہ کیا؟؟ اور ان کا کون سا خون بہایا؟ اور ان کی کون سی حرمت و ہتک کی؟ اور ان کی کن مستورات کو بے پردہ کیا؟ تم نے ایسے افعال شنیعہ کا ارتکاب کیا ہے کہ آسمان گر پڑیں' زمین شگافتہ ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ تم نے قتل امامؑ کا ارتکاب کیا ہے گر آسمان سے خون برسا ہے تو تم تعجب کیوں کرتے ہو؟ یقیناً آخرت کا عذاب اس سے زیادہ سخت اور رسوا کن ہوگا اور اس وقت تمہاری کوئی امداد نہ کی جائے گی۔ تمہیں جو مہلت ہے اس سے خوش نہ ہو کیونکہ خداوند عالم بدلہ لینے میں جلدی نہیں کرتا کیونکہ اسے انتقام کے فوت ہونے کا اندیشہ نہیں ہے یقیناً تمہارا پروردگار اپنے نافرمان بندوں کی گھات میں ہے۔ (صاحب طراز المذہب' ص ۲۷۳)

پھر بی بیؑ نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ راوی کہتا ہے میں نے دیکھا کہ لوگ حیران و سرگرداں کھڑے ہیں اور تعجب سے انگلیاں مونہوں میں ڈالے ہوئے ہیں۔ میں نے ایک عمر رسیدہ شخص کو دیکھا جو میرے پہلو میں کھڑا رو رہا تھا۔ داڑھی آنسوؤں سے تر ہو چکی تھی ہاتھ آسمان کی طرف بلند تھا اور وہ اس حال میں کہہ رہا تھا میرے ماں باپ تم پر قربان! تمہارے بزرگ سب بزرگان سے بہتر' تمہارے جوان سب جوانوں سے افضل' تمہاری عورتیں سب عورتوں سے اشرف' تمہاری نسل سب نسلوں سے اعلیٰ۔

س امام سجادؑ نے پھوپھی اماں کو کیا کہہ کر چپ کرایا؟

ج امام زین العابدینؑ نے فرمایا: پھوپھی اماں چپ کرو! جو کچھ گزرا اس میں باقی ماندہ کے لیے درس عبرت ہے۔ آپ بحمد اللہ بغیر پڑھائے ہوئے عالمہ (عالمہ

غیر معلّمہ) اور بغیر سمجھائے ہوئے سمجھ دار ہیں گریہ و بکا اسے واپس نہیں لا سکتا جو حوادث روزگار کا شکار ہو چکا ہے۔ چنانچہ مخدومہ عالم خاموش ہو گئیں۔

ابن زیاد کی سید الشہدا ؑ کے سر کے ساتھ بے ادبی

س: بتایئے ابن زیاد کے دربار میں سب سے پہلے کس کو داخل کیا گیا؟

ج: سب سے پہلے شہداء کے سر دربار میں پہنچائے گئے۔

س: جب اہل بیتؑ کا قافلہ ابن زیاد کے دربار میں لایا گیا تو کیا اس وقت ابن زیاد کے دربار میں تماش بین تھے؟

ج: ابن زیاد نے دربار میں تمام لوگوں کو اذن عام دے رکھا تھا۔ اس لیے دربار درباریوں اور تماش بینوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔

س: جناب سید الشہداء کا سر کس میں ابن زیاد کے سامنے رکھا گیا؟

ج: جناب سید الشہداءؑ کا سر اقدس ایک طشت طلائی میں رکھ کر ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔

س: بتایئے ابن زیاد نے آپ کے سر اقدس کے ساتھ کون سی بے ادبی کی تھی؟

ج: کمینہ انسان سر مقدس کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا اور اس نے چھڑی کے ساتھ بے ادبی کی۔

س: بتایئے اس وقت اس لعین انسان نے امامؑ کے سر مبارک سے کون سی بات کی؟

ج: اے ابو عبداللہ! تم بہت جلد بوڑھے ہو گئے۔

س: وہ کون سا صحابی رسولؐ تھا جس نے ابن زیاد کی گستاخی دیکھ کر کہا: اے ابن زیاد! ان مقدس ہونٹوں سے اپنی چھڑی اٹھا لے کیونکہ میں نے کئی بار رسولؐ کو

ان ہونٹوں سے بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے؟

ج: زید بن ارقم یا انس بن مالک۔

س: ابن زیاد نے صحابی رسولؐ کو اس کے بعد کیا کہا تھا؟

ج: ابن زیاد نے آگ بگولہ ہو کر کہا: خدا تیری آنکھوں کو رلائے کیا تو فتح خداوندی پر روتا ہے؟ اگر بڑھاپے کی وجہ سے تیری عقل زائل ہوگئی ہوتی تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔

س: بتایئے کس حال میں اسیرانِ آل محمدؐ کو دربار ابن زیاد میں پیش کیا گیا؟

ج: سیدالانبیاء اور سیدالاوصیاء کی بہو بیٹیاں اور نواسیاں بحالت قید اور پابند رسن کر کے ایک فاسق، فاجر، شراب نوش کے دربار میں لائی گئیں۔ دربار شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کے اظہار کے لیے ہر قسم کی زیبائش و آرائش سے آراستہ کیا گیا تھا۔ کوفہ کے تمام اوباش لوگ تماشا دیکھنے کے لیے اس میں موجود تھے۔ سپاہیوں اور پہرہ داروں کو اسلحہ جنگ اور لباس فاخرہ سے نوازا گیا تھا۔

س: بتایئے زینبؑ عالیہ کس حال میں دربار میں داخل ہوئیں؟

ج: فاطمۃ الزہراؑ کی لاڈلی اور حسینؑ سردار کی بہن زینبؑ اس حال میں ابن زیاد کے دربار میں پیش ہوئیں کہ بہت ہی پست اور گھٹیا قسم کا لباس زیب تن کیا ہوا تھا جس کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ پھر دارالامارہ کے ایک کونہ میں کنیزوں کے جھرمٹ میں بیٹھ گئیں۔

س: جب زیاد نے پوچھا یہ کنیزوں میں بیٹھنے والی بی بی کون ہے تو آپ کا کس نے تعارف کرایا تھا؟

ج: بھلا خاندانِ نبوت و امامت کی جلالت کے آثار کیونکر چھپ سکتے تھے؟ ابن زیاد نے فوراً پوچھا: مــن هــذه۔ یہ گوشہ دربار میں اس طرح بیٹھنے والی کون

ہے؟ بی بی نے کوئی جواب نہ دیا۔ملعون نے دوبارہ سوال کیا۔ بالآخر بنت زہراؑ کی ایک کنیز نے جواب میں کہا: هٰذه زینبُ بنت فاطمةُ بنت رسول الله۔ یہ رسولؐ خدا کی صاحبزادی فاطمہ زہراؑ کی بیٹی زینبؑ ہیں۔

ابن زیاد کے دربار میں حیدر کرارؑ کی بیٹی

س: جب عقیلہ قریش کو ابن زیاد نے کہا: اس خدا کی حمد ہے جس نے تمہیں رسوا کیا' تمہیں قتل کیا اور تمہارے ڈھونگ کو ظاہر کیا (نعوذ باللہ) تو اس وقت بی بی نے اس ملعون کو کون سا جواب دیا؟

ج: علی زادی نے جرأت ہاشمیہ کے ساتھ فوراً حاکم کو جواب دیا: سب تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے ہمیں اپنے رسول محمدؐ کے ذریعہ سے عزت و کرامت بخشی اور ہمیں ہر قسم کے گناہوں سے پاک و پاکیزہ قرار دیا۔ ہاں البتہ ذلیل و رسوا فاسق ہوتا ہے اور جھوٹ فاجر بولتا ہے اور وہ ہم نہیں بلکہ ہمارا غیر ہے۔

س: جب ابن زیاد نے آپ کو طنزاً کہا تم نے اپنے خاندان کے ساتھ خدا کا سلوک کیسا دیکھا ہے؟ تو بی بی نے کیا جواب دیا؟

ج: نواسی رسولؐ نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا: میں نے تو خدا کے حسنِ سلوک کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا۔ یہ شہید ہونے والا گروہ تھا جس کے لیے خدا نے درجہ شہادت قلمِ قدرت سے لکھ دیا تھا۔ اس لیے وہ اپنی مقتل گاہ کی طرف گیا۔ عنقریب خدا تعالیٰ تمہیں اور انھیں بروزِ قیامت ایک جگہ جمع کرے گا۔ اس وقت اس عادل حقیقی کی بارگاہ میں تمہارا مقدمہ پیش ہوگا۔ اچھی طرح غور کر لے کہ اس وقت کون کامیاب ہوگا؟ اور اے ابن مرجانہ تیری

ماں تیرے ماتم میں بیٹھے!

س ابن زیاد نے سیدہؑ کی جب یہ کلام سنی تو اس کی حالت کیسی تھی؟

ج بی بی کا یہ کلام سن کر ابن زیاد غصہ میں آ گیا اور بی بی کو کوئی گزند پہنچانے کا ارادہ کیا مگر عمرو بن حریث نے یہ کہہ کر اس کے غصہ کو ختم کیا کہ اے امیر! یہ عورت ہے اور عورت کی کسی گفتگو کا مواخذہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس کے کسی خطاب پر اس کی مذمت کی جا سکتی ہے۔

س بتایئے ابن زیاد نے بی بی کو جب کہا خدا نے میرے نفس کو تیرے سرکش بھائی اور تیرے خاندان کے دوسرے نافرمان لوگوں سے شفا دی ہے تو بی بی نے اس کا کیا جواب دیا؟

ج بی بی کو ملعون کا یہ کلام سن کر سخت صدمہ ہوا اس لیے آبدیدہ ہو گئیں اور رو کر فرمایا مجھے اپنی زندگی کی قسم! تو نے میرے بڑوں کو قتل کیا اور میرے اہل وعیال کو تباہ کیا۔ فرع کو قتل کیا اور اصل کو جڑ سے اکھیڑا۔ اگر اسی بات میں تیری شفا ہے تو یقیناً تو نے شفا حاصل کر لی ہے۔

امام سجادؑ ابن زیاد کے دربار میں

س ابن زیاد نے جب امامؑ سے کہا: من انت؟ ''تم کون ہو؟'' امامؑ نے فرمایا: انا علیؑ بن الحسینؑ۔ ''میں علیؑ بن الحسینؑ ہوں!'' تو اس وقت زیاد نے امام سے کیا کہا تھا؟

ج ابن زیاد نے کہا: کیا خدا نے علیؑ بن الحسینؑ کو میدانِ کربلا میں قتل نہیں کر دیا تھا؟ امامؑ نے فرمایا میرا ایک بھائی تھا (جو مجھ سے بڑا تھا) جسے لوگوں نے شہید کر دیا ہے۔

س: بتایئے ابن زیاد نے جب کہا: نہیں بلکہ اسے خدا نے ہی قتل کیا ہے تو امامؑ نے اسے کون سا جواب دیا تھا؟

ج: امامؑ نے فرمایا: خداوند عالم روحوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور کوئی نفس خدا کے حکم کے بغیر نہیں مرتا۔

س: بتایئے جب ابن زیاد نے غصہ میں آ کر امامؑ کے قتل کا حکم دیا تو پھر امامؑ کیسے بچے؟

ج: ابن زیاد نے یونہی جلاد کو حکم دیا کہ ان کی گردن اڑا دے۔ یہ حکم سنتے ہی جناب زینبؑ عالیہ اپنے بھتیجے بیمارِ کربلا کے گلے سے لپٹ گئیں اور ابن زیاد کو خطاب کر فرمایا: اے ابن زیاد جس قدر تو ہمارا خون بہا چکا ہے وہی تیرے لیے کافی ہے سوائے اس بیمار کے کسی اور (مرد) کو زندہ چھوڑا ہے؟ بخدا میں ان سے جدا نہ ہوں گی۔ اگر ان کے بھی قتل کا ارادہ ہے تو مجھے بھی ان کے ہمراہ قتل کر دو؟

س: جناب سجادؑ نے کہا: پھوپھی اماں آپ چپ کریں تا کہ میں اس سے کچھ باتیں کرلوں۔ آپؑ نے اس سے کون سی باتیں کیں؟

ج: آپؑ نے ابن زیاد کو متوجہ ہو کر فرمایا: اے پسر سعد! کیا تو مجھے قتل سے ڈراتا ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ قتل ہونا ہماری عادت اور راہِ خدا میں شہید ہونا ہماری فضیلت و کرامت ہے؟

س: ابن زیاد نے پھوپھی، بھتیجے کی گفتگو سے کون سا اثر لیا؟

ج: ابن زیاد کچھ دیر تک پھوپھی اور بھتیجے کی باہمی محبت و اخلاص کا یہ عجیب منظر دیکھتا رہا۔ پھر کہا تعجب ہے قرابت داری پر! خدا کی قسم میرا خیال ہے بی بی چاہتی تھی کہ اسے بھی ان کے ساتھ قتل کر دیا جائے۔ پھر حکم دیا! اسے چھوڑ دو

کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ موجودہ بیماری ہی اس کے لیے کافی ہے۔

س ابن زیاد نے کچہری برخاست کرتے وقت اسیرانِ آل محمدؐ کو کس قید خانہ میں قید کرنے کا حکم دیا تھا؟

ج انھیں مسجد کوفہ کے پہلو میں جو قیدخانہ ہے اس میں لے جا کر بند کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (مقتل الحسین المقرم، ص۳۹۲)

ابن زیاد کا جامع مسجد کوفہ میں خطبہ

س بتایئے ابن زیاد نے مسجد میں لوگوں کو کیوں بلایا؟

ج ابن زیاد نے منادی کرادی تھی کہ تمام لوگ مسجد کوفہ میں جمع ہو جائیں۔ جب مسجد کوفہ کے لوگوں سے بھر گئی تو ابن زیاد نے منبر پر جا کر خطبہ دیا:

حمد ہے خدا کی جس نے حق اور اہل حق کو غلبہ دیا اور امیر یزید اور اس کی جماعت کو فتح ونصرت عطا کی (نعوذ باللہ) اور حسینؑ بن علیؑ اور ان کے شیعوں کو قتل کیا۔

س بتایئے اس وقت وہ کون صحابی امیرؑ تھے جس نے ابن زیاد کی بات کو ٹوکا؟

ج عبداللہ بن عفیف ازدی صحابی امیرالمومنین تھے۔

س کیا صحابی امیرؑ نابینا تھے۔

ج ہاں۔

س بتایئے اس کی دائیں آنکھ اور بائیں آنکھ کس کس جنگ میں بے کار ہوئی تھی؟

ج آپ کی بائیں آنکھ جنگِ جمل میں اور دوسری جنگ صفین میں بے کار ہو گئی تھی۔

س بتایئے صحابی امامؑ متقی و پرہیز گار بھی تھا؟

ج سارا دن مسجد میں نماز پڑھنے میں مشغول رہتا تھا۔

س بتایئے ابن زیاد کو اس نابینا صحابی امامؑ نے کیسے منع کیا؟

ج جناب عبداللہ نے گرج کر کہا: اے دشمن خدا ابن مرجانہ کذاب تو اور تیرا باپ ہے اور وہ جس نے تجھے حاکم بنایا ہے (یزید) اور اس کا باپ۔ تم اولادِ انبیاء کو قتل کرتے ہو اور پھر صدیقوں والا کلام کرتے ہو اور پھر صدیقین کے ممبر پر چڑھتے ہو؟

س اس خطبہ صحابی امامؑ کے بعد ابن زیاد نے اس کے ساتھ کون سا سلوک کیا؟

ج ابن زیاد نے کہا: اسے پکڑ کر لاؤ۔ چنانچہ پولیس والوں نے اسے پکڑا۔ مگر جب عبداللہ نے بنی ازد کے مخصوص شعار کی صدا بلند کی تو کئی ازدی نوجوان اٹھے اور اسے ان ظالموں سے چھڑا کر لے گئے لیکن ابن زیاد نے رات کو اسے قتل کرا دیا' اور ان کی لاش کو مقام سنجہ یا مسجد میں لٹکا دی۔

س بتایئے ابن زیاد نے سید الشہدا کے سر کو کہاں پھرانے کے لیے کہا؟

ج ابن زیاد نے حکم دیا کہ سید الشہدا کا سر مقدس نوکِ سنان پر سوار کر کے کوفہ کے بازاروں میں پھرایا جائے؟ پھر مظلوم کے سر اقدس کو دارالامارہ کے دروازہ پر نصب کر دیا گیا۔

س کیا دوسرے شہدا کے سرہائے مبارکہ کو بھی دارالامارہ کے دروازہ پر نصب کیا گیا تھا؟

ج ہاں۔ (لواعج الاشجان' ص ۱۷۰)

س کیا مظلومِ حسینؑ کے سر سے پہلے کسی کے سر کو نوکِ سنان پر بلند کیا گیا۔

وضاحت کریں؟

ج: جناب عمرو بن الحمق خزاعی صحابی امیرؑ کو معاویہ نے شہید کر کے یہ سلوک کیا تھا۔

س: جب مظلوم کے سر کو کوفہ کے بازاروں میں پھرایا جا رہا تھا تو آپ کس آیت کی تلاوت کر رہے تھے؟

ج: **ام حسبت ان اصحب الکھف والرقیم کانوا من ایاتنا عجبًا.**

راوی کہتا ہے یہ سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں نے پکار کر کہا: **راسك یابن رسول اللہ! (واعجب)** اے فرزند رسولؐ! تیرے سر کا معاملہ ان سے زیادہ عجیب ہے۔

اسیرانِ آل محمدؑ کی روانگی شام

س: کیا ابن زیاد نے شہادتِ حسینؑ کی خبر یزید کو شام بھجوائی تھی؟

ج: ہاں۔

س: یزید نے ابن زیاد کو کون سا حکم دیا تھا؟

ج: یزید نے اسے حکم دیا کہ شہداء کے سِروں اور اسیرانِ اہل بیتؑ کو شام بھیج دیا جائے۔

س: اسیرانِ اہل بیتؑ کا قافلہ کس تاریخ کو کوفہ سے روانہ ہوا؟

ج: اس سلسلہ میں اکثر تاریخیں خاموش ہیں البتہ صاحب قمقام والے نے لکھا ہے کہ اسیرانِ اہل بیتؑ کا یہ قافلہ ۱۵ محرم ۶۱ ھ کو کوفہ سے روانہ ہوا۔

س: بتایئے اہل بیتؑ کا یہ قافلہ کس تاریخ کو شام میں وارد ہوا؟

ج اہل بیتؑ کا یہ قافلہ یکم صفر ۶۲ھ کو وارد شام ہوا۔ (مقتل الحسینؑ ، ص ۴۴۵)

س اس زمانہ کے ذرائع آمدورفت کو سامنے رکھ کر یہ کیسے باور کیا جا سکے کہ اسیرانِ آل محمد ۱۲ یا ۱۳ محرم کو دربار ابن زیاد میں پیش ہوں اور اسی اثنا میں وہ قاصدِ شام بھیجے اور ۱۵ تک حکم آ جائے کیا یہ سب ممکن ہے؟

ج اگر ان تاریخوں کو درست تسلیم کر لیا جائے تو اس کا کئی طریقوں سے جواب دیا جا سکتا ہے:

اولاً: ممکن ہے ابن زیاد نے کوئی قاصد بھیج کر یزید سے اس بارے میں رائے ہی نہ لی ہو جیسا کہ ابی مخنف کا بیان ہے بلکہ اس نے یہ تمام کارروائی اپنی صوابدید سے کی ہو۔

ثانیاً: چونکہ ۱۱ محرم کی شام تک ابن زیاد کو شہادت امامؑ کی اطلاع مل گئی تھی۔ اس لیے ممکن ہے کہ اس نے اس شب کو کسی ہوشیار قاصد کو تیز گھوڑا دے کر شام روانہ کر دیا ہو جس نے ہفتوں کا سفر دنوں میں اور دنوں کا گھنٹوں میں کر لیا ہو اور ۱۵ محرم تک واپس آ گیا ہو۔

ثالثاً: عین ممکن ہے کہ نامہ دے کر جو قاصد بھیجا گیا تھا وہ کوئی آدمی نہ ہو بلکہ کوئی سدھایا ہوا پرندہ ہو جیسا کہ صاحب مقتل الحسین نے ص ۴۱۵ پر اس احتمال کا ذکر کیا ہے اور صاحب وقائع ایام محرم نے بھی ص ۲۷۳ سے لے کر ص ۲۸۱ تاریخی شواہد و قرائن سے یہ بات ثابت کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

کوفہ سے شام تک منازلِ سفر

س اسیرانِ اہل بیتؑ نے کوفہ سے شام تک کتنی منازل طے کیں؟

ج ۲۳ منازل جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) تکریت (۲) اعمی (۳) دیر عروہ (۴) صلتیا (۵) وادی النخلہ (۶) ارمیناء (۷) لینا (۸) کحیل (۹) جہینہ (۱۰) تل یاعفر (۱۱) جبل سنجار (۱۲) نصیبین (۱۳) عین الورد (۱۴) قنسرین (۱۵) معرۃ النعمان (۱۶) شیرو (۱۷) کفر طاب (۱۸) سیبور (۱۹) حما (۲۰) حمص (۲۱) کنیسہ قستین (۲۲) بعلبک (۲۳) صومعہ راہب۔

س بتائیے عمر بن عبدالعزیز کیا کہتا تھا؟

ج اگر میں قاتلانِ حسینؑ میں ہوتا اور پھر بفرض محال خدا مجھے بخش دیتا تب بھی جنابِ رسولؐ خدا سے حیا کی وجہ سے جنت میں داخل نہ ہوتا۔ (تمقام، ص ۴۵۷)

س ابن زیاد نے کن کی سربراہی میں سرہائے شہداؑ شام کی طرف بھیجے؟

ج ابن زیاد نے زحر بن قیس کی نگرانی میں شہداء کے سرہائے مقدس شام روانہ کر دیئے اور اس کے ہمراہ ابو بردہ بن عوف ازدی، طارق بن طبیان وغیرہ پچاس آدمی کر دیئے۔

س بتائیے ابن زیاد نے اسیرانِ آل محمدؐ کو کس کی نگرانی میں شام روانہ کیا؟

ج سرہائے مقدس کی روانگی کے بعد اسی روز اسیرانِ آل محمدؐ کو محفر ن ثعلبہ عائذی اور شمر بن ذی الجوشن کی نگرانی میں ایک جماعت کثیرہ کے ہمراہ روانہ کر دیا۔

س کیا سرہائے مقدس اور اسیرانِ آل محمدؐ کسی منزل پر اکٹھے ہو گئے تھے؟

ج ہاں۔

س بتائیے اسیروں کی کیفیت کیا تھی؟

ج امامؑ بیمار کے گلہ میں طوق تھا اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ ہاتھ پشت گردن باندھے ہوئے تھے۔ (تاریخ قرمانی، ص ۱۰۸) اور پاؤں شکم شتر کے ساتھ باندھے ہوئے تھے۔

س بتائیے مخدرات عصمت کی حالت اسیری کون سی تھی؟

ج مخدرات اس طرح بے کجاوہ اونٹوں پر بے مقنعہ و چادر سوار تھیں کہ تمام لوگ ان کا نظارہ کرتے تھے۔

س امام جعفر صادق علیہ السلام نے امام زین العابدینؑ سے کون سی روایت نقل کی ہے؟

ج آپؑ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک ایسے اونٹ پر سوار کیا گیا تھا جو لنگڑاتا تھا۔ آگے بابائے بزرگوار کا سر مبارک نیزہ پر سوار تھا۔ پیچھے پیچھے مخدرات تھیں۔ اگر ہم میں سے کسی کی آنکھ سے آنسو نکل آتا تھا تو نیزوں کی انیوں سے اس کی سرکوبی کی جاتی تھی۔ جب شام کے قریب پہنچے تو کسی نے آواز بلند کی:

هولاء سبایا اهل البیت الملعون (تظلم الزہرأ، ص ۲۶۰)

س کیا جنابِ ثانی زہراؑ نے اسیری کے عالم میں عبادت ترک تو نہیں کی؟

ج ایسی پُر مصائب گھڑیوں میں بھی ثانی زہراؑ نے واجبی نمازیں تو کجا نمازِ تہجد کو بھی کبھی ترک نہیں کیا؟

س امام سجادؑ نے بھی اپنی پھوپھی کی عبادت کے متعلق کچھ کہا ہے؟

ج آپؑ فرماتے ہیں میری پھوپھی اماں زینبؑ نے باوجود ان مصائب وشدائد کے جو ہمیں شام کے راستہ میں درپیش آئے کبھی اپنے نوافل تک ترک نہیں کیے۔

س: امامؑ مظلوم نے بہن زینبؑ کو کون سی وصیت کی تھی؟

ج: یا اختی لا تنسینی فی نافلة اللیل۔ بہن زینبؑ! مجھے نماز شب میں دعائے خیر سے فراموش نہ کرنا۔

س: وہ کون شخص تھا جو کعبہ کے غلاف کو پکڑ کر رو رہا تھا اور اپنے گناہوں کی مغفرت سے ناامید ہو چکا تھا؟

ج: ابن لیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں طواف بیت اللہ کر رہا تھا کہ اس اثنا میں ایک شخص کو غلافِ کعبہ سے لپٹ کر یہ فریاد کرتے ہوئے سنا: یا اللہ مجھے بخش دے لیکن میرا خیال ہے تو ایسا کرے گا نہیں۔ میں نے اس سے کہا: اے اللہ کے بندے ایسا نہ کہو کیونکہ خدا وہ غفور و رحیم ہے کہ اگر تیرے گناہ قطرات باراں سے اور درختوں کے پتوں سے بھی زیادہ ہوں اور تو اس سے طلب بخشش کرے تو وہ ضرور بخش دے گا۔ میرا کلام سن کر اس شخص نے کہا میرے پاس آ' تاکہ میں تجھے اپنا قصہ سناؤں۔ چنانچہ میں اس کے پاس گیا۔

اس نے کہا: میں ان پچاس آدمیوں میں سے ایک ہوں جو سفر شام میں امام حسینؑ کے سر اقدس کے ساتھ گئے تھے۔ ہمارا یہ معمول تھا کہ جب رات ہو جاتی تھی تو ہم سر مقدس کو ایک صندوق میں بند کر دیتے تھے اور اس کے ارد گرد بیٹھ کر شراب کا دور چلاتے تھے۔ چنانچہ ایک رات میرے ساتھیوں نے حسب معمول شراب پی اور نشہ میں مخمور ہو گئے۔ لیکن میں نے نہ پی۔ جب رات کی تاریکی خوب چھا گئی تو میں نے اچانک بجلی کے گرجنے چمکنے کی آواز سنی۔ اس کے ساتھ ہی در ہائے آسمان کھل گئے اور جناب آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ اسماعیلؑ، اسحاقؑ اور ہمارے پیغمبر اکرمؐ نیچے اترے۔ اور ان کے ساتھ جبرئیل اور بہت سے ملائکہ تھے۔ جبرئیلؑ نے صندوق کے قریب جا کر سر امامؑ کو باہر

نکالا' سینہ سے لگایا اور بوسہ دیا۔ پھر تمام حاضر انبیاء نے یکے بعد دیگرے ایسا ہی کیا اور جناب رسولؐ خدا اپنے نواسہ کا سر مبارک دیکھ کر روئے۔ انبیاء نے تعزیت پیش کی۔ پھر جبرئیلؑ نے خدمت رسولؐ میں عرض کی: یا محمدؐ! خداوند عالم نے مجھے آپ کی اُمت کی بابت آپؐ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اگر آپ حکم دیں تو میں اس وقت زمین کو اسی طرح تہہ و بالا کر کے ان کو تہس نہس کر دوں جس طرح قومِ لوط کے ساتھ کیا تھا۔ اس وقت جناب رسولؐ خدا نے فرمایا: نہیں جبرئیلؑ! ایسا نہیں کرنا کیونکہ میرا اور ان کا حساب و کتاب بروزِ قیامت بارگاہِ خدا میں ہوگا''۔

پھر فرشتے قتل کرنے کے لیے ہماری طرف بڑھے۔ میں نے کہا: الامان الامان یارسول اللہ''۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: چلے جاؤ خدا تمہیں معاف نہ کرے۔ اس نے اپنا یہ تمام قصہ بیان کر کے مجھ سے کہا اب بتاؤ ان حالات میں میری بخشش کی کوئی امید ہے؟؟

س: بتایئے جب یزیدی فوج کسی منزل پر بیٹھ کر شراب پی رہے تھے تو دیوار پر کون سا شعر خون سے لکھا گیا؟

ج: اہل سنت اور شیعہ علماء نے لکھا ہے کہ سر امامؑ کو شام کی طرف لے جانے والے ملعون کسی منزل پر حسب معمول جب رات کے وقت شراب پیتے اور مسرت و شادمانی کا اظہار کرنے میں مصروف تھے کہ یکایک سامنے والی دیوار سے ایک ہاتھ نمودار ہوا۔ جس میں لوہے کا قلم تھا۔ پھر اس دیوار پر خون سے یہ شعر لکھا:

اتــر جــوامة قتــلــت حسيــنـًـا
شــفـــاعة جــده يــوم الـحـســاب

بھلا وہ امت بھی جس نے حسینؑ کو شہید کیا ہے قیامت کے روزان کے جدنامدار کی شفاعت کی امید رکھ سکتی ہے۔ملعون یہ ہولناک منظر دیکھ کر خوف زدہ ہوگئے اوراس منزل سے آگے چلے گئے۔

س: کیا اس مذکورہ بالا واقعہ کوکسی اور طرح بھی علماء نے لکھا ہے؟

ج: جب ملعون سفر کرتے ہوئے ایک راہب کے ڈیرے کے پاس پہنچے تو اس کی بعض دیواروں پر یہی مذکورہ بالا شعر لکھا ہوا دیکھا۔ انہوں نے راہب سے اس شعر کے لکھے جانے کی کیفیت دریافت کی۔ راہب نے بتایا کہ تمہارے نبیؐ کے مبعوث ہونے سے پانچ سو سال پہلے کا یہ شعر یہاں لکھا ہوا موجود ہے۔(تمقام،ص۴۵۹)

س: وہ کون سا سر تھا جس سے نور کی شعاعیں برآمد ہو رہی تھیں اور ان نورانی شعاعوں کوکس نے دیکھا؟

ج: یزیدیوں نے منازل سفر طے کرتے ہوئے ایک راہب کے دیر کے پاس قیام کیا۔ وہ نیزا جس پر سید الشہدا ؑ کا سرمقدس تھا۔اسے دیوار کے ساتھ لگا دیا۔ جب رات کا کچھ حصّہ گزر گیا اور سوائے چند پہرہ داروں کے باقی تمام لوگ سو گئے تو راہب نے دیکھا کہ سرمقدس سے نور کی شعاعیں پھوٹ کر آسمان کو چھو رہی ہیں اور سرمقدس سے تسبیح وتہلیل کی آواز آ رہی ہے اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے''السلام علیک یا ابا عبداللہ''۔راہب یہ عجیب نظارہ دیکھ کر حیران ہوگیا۔لب بام سے جھانک کر پہرہ داروں سے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہم ابن زیاد کے آدمی ہیں۔ پھر دریافت کیا: یہ سر کس کا ہے؟ انہوں نے جواب دیا حسینؑ بن فاطمہ بنت محمدؐ کا ہے۔ راہب نے کہا وہی محمد جوتمہارا رسولؐ ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ یہ سن کر راہب نے کہا: بئس

القوم انتم لو کان للمسیح ولولا سکناہ احداقنا۔ ''تم بہت ہی برے لوگ ہو۔ اگر ہمارے عیسیٰ کا کوئی بیٹا ہوتا تو ہم اسے آنکھوں پر بٹھاتے!'' پھر کہا یہ سر صبح تک میرے حوالے کر دو مگر انہوں نے انکار کیا۔ اس نے کہا میرے پاس دس ہزار دینار ہیں یہ لے لو اور صبح تک یہ سر مقدس میرے حوالہ کر دو۔ اس پیش کش کو انہوں نے منظور کر لیا۔ دیناروں کی تھیلیاں لے لیں اور سر اس کے حوالے کر دیا۔ (سر مبارک چونکہ گرد آلود تھا) راہب نے اسے صاف کیا۔ خوشبو لگائی۔ پھر گود میں لے کر ساری رات غمِ حسینؑ میں روتا رہا۔ جب صبح نمودار ہونے لگی تو اس نے سر مقدس کو خطاب کرتے ہوئے کہا: اے سر مقدس! میں سوائے اپنی ذات کے اور کسی شے کا مالک نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ کے جدنامدار محمدؐ اس کے رسول ہیں اور میں آپؑ کا غلام ہوں''۔ صبح سر ان لوگوں کے حوالہ کیا اور خود شام تک اسیران کی خدمت کرتا رہا۔

س: کیا انہوں نے راہب سے لیے ہوئے دینار آپس میں تقسیم کیے؟

ج: جب یہ ملعون شام کے قریب پہنچے تو ایک دوسرے سے کہا آؤ وہ دینار تقسیم کر لیں۔ شاید یزید کو پتہ چل جائے اور وہ ہم سے لے لے۔ چنانچہ جب تھیلیاں کھولیں تو دیکھا وہ دینار ٹھیکریاں بن چکے تھے جن کی ایک طرف **ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل ظالمون** اور دوسری طرف ''**وسیعلم الذین ظلموا الی منقلب ینقلبون**'' لکھا تھا (تذکرہ الخواص، ص ۲۶۴)

س: بتائیے وہ پتھر کہاں ہے جس سے ہر سال روزِ عاشورہ خون نکلتا ہے؟

ج: شام جاتے ہوئے جب یہ لوگ موصل کے قریب پہنچے تو حاکمِ موصل کو پیغام بھیجا کہ وہ ان کے اور ان کی سواریوں کے لیے نان و چارہ اور قیام کا انتظام

کرے۔ (جیسا کہ بالعموم راستہ میں بڑے شہروں سے گزرتے ہوئے یہ ایسا کرتے تھے) حاکم نے منظور کرلیا۔ مگر اہل بلد نے استدعا کی کہ یہ لوگ شہر میں داخل نہ ہوں بلکہ شہر سے باہر قیام کریں۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایک فرسخ کے فاصلہ پر قیام کیا۔ اس اثنا میں سرِمقدس کو ایک پتھر پر رکھا۔ سرمطہر سے خونِ مقدس کا ایک قطرہ پتھر پر گرا۔ وہ لوگ تو چلے گئے مگر اس خون کا یہ اثر ہوا کہ ہر سال روزِ عاشورہ اس سے جوش مار کر خون نکلتا تھا اور اطراف و اکناف سے لوگ وہاں جمع ہوکر گریہ و بکا اور مراسم عزا قائم کرتے تھے۔ یہ سلسلہ عبدالملک بن مروان کے وقت تک قائم رہا۔ پھر اس نے یہ پتھر کہیں منتقل کرا دیا جس کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔ مگر لوگوں نے وہاں ایک قبہ بنا دیا۔ جو ''مشہد النقطہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ (مقتل الحسینؑ، ص ۴۱۲)

س: مشہد السقط کسے کہتے ہیں؟

ج: حلب کے مغربی جانب ''جوشن'' نامی ایک پہاڑ ہے جس میں کئی مشاہیر شیعہ کی قبریں ہیں۔ من جملہ ان کے ایک عالم محمد علی بن علی بن شہرآشوب مازندرانی اور شیخ احمد بن منیر عاملی کا مقبرہ بھی ہے۔ اسی پہاڑ پر ایک ''مشہد السقط'' ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ شام کو جاتے وقت جب اسیرانِ آلِ محمدؐ کو یہاں سے گزارا گیا تو امام حسینؑ کی ایک زوجہ محترمہ کا جو کہ حاملہ تھیں بوجہ شدائد و مصائب سفر حمل سقط ہوگیا جسے اس مقام پر دفن کیا گیا جسے مشہد السقط اور مشہد الاکتہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ (معجم البلدان' ج ۳' ص ۱۰۳)

س: یہ مشہد کس تاریخ میں کیسے ظاہر ہوا؟

ج: صاحب مقتل الحسینؑ نے ص ۴۱۳ پر لکھا ہے کہ یہ مشہد ۳۵۱ھ میں ظاہر ہوا اور

اس کے ظاہر ہونے کا قصہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ سیف الدولہ ہمدانی نے اپنے مکان سے جو کہ حلب کے باہر تھا دیکھا کہ جہاں مشہد ہے وہاں آسمان سے نور نازل ہو رہا ہے۔ اس نے کئی بار یہ ماجرا دیکھا۔ پھر وہ گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں پہنچا اور اپنے ہاتھ سے وہ جگہ کھودی چنانچہ وہاں پتھر نکلا جس پر لکھا ہوا تھا: هذا قبر الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ۔

اسیرانِ آل رسولؐ کا شام میں داخلہ

س: جب قافلہ اسیرانِ آل رسولؐ کا شام کے قریب پہنچا تو جناب ام کلثومؑ نے شمر کو کیا کہا تھا؟

ج: جب قافلہ شام کے قریب پہنچا تو جناب ام کلثوم نے شمر کے قریب جا کر فرمایا:
لِی اِلَیكَ حَاجَتُكَ ۔ ''مجھے تم سے کچھ کام ہے؟''
شمر نے کہا: مَا حَاجَتُكَ '' تجھے کیا کام ہے؟''

بی بی نے فرمایا! قافلہ جب شہر میں داخل ہو تو ہمیں ایسے راستہ سے لے جاؤ جس میں دیکھنے والوں کی بھیڑ کم ہو۔ اور ان لوگوں سے کہو جن کے ہاتھوں میں سرہائے شہداء ہیں کہ وہ ان کو آگے لے جائیں اور ہم کو ان سے علیحدہ رہنے دیں کیونکہ ہم اس حالت میں دیکھنے والوں کی کثرت سے رسوا ہو رہی ہیں۔

س: بتائیے کیا بی بی کی اس عرض کو شمر نے مانا اور ان کی خواہش کے مطابق دوسرے راستوں سے قافلہ کو گزارا؟

ج: آپ کی خواہش کے خلاف جس بازار میں بھیڑ زیادہ تھی وہاں سے قافلہ کو گزارا گیا۔

س بتایئے پھر کس دروازہ سے اسیرانِ اہل بیتؑ کو گزارا گیا؟

ج شمر نے حکم دیا کہ سروں کو جو کہ نیزوں پر سوار تھے ان اونٹوں کے درمیان لایا جائے جن پر مخدرات سوار تھیں اور پھر اس بازار (باب الساعات) سے داخلہ کا حکم دیا جس میں سب سے زیادہ لوگوں کی بھیڑ تھی۔ (لہوف، ص ۱۵۵)

س بتایئے یزید نے اسیرانِ اہل بیتؑ کے قافلے کو شام کے باہر کس مقام پر دیکھا؟

ج جب سادات کا لٹا ہوا قافلہ سرہائے شہداء کے ساتھ شام میں داخل ہو رہا تھا اس وقت یزید اپنے اس مکان کی بالائی منزل پر بیٹھا یہ منظر دیکھ رہا تھا جو (شام سے باہر) مقام جیرون میں تھا۔

س جب کوے نے کائیں کائیں کی تو اس وقت یزید نے کون سے اشعار کہے؟

ج جب یزید نے دور سے سروں کو نوکہائے سنان پر سوار دیکھا اس وقت ایک کوے نے کائیں کائیں کی۔ (جسے نحوست کی علامت سمجھا جاتا ہے) یزید خوش ہو کر یہ اشعار گنگنانے لگا:

لما بدت تلك الهمول واشرفت

تلك الروس على مربى جيرون

جب سواریاں ظاہر ہوئیں اور سر جیرون کے ٹیلوں پر نمودار ہوئے۔

نعب الغراب فقلت صح اولا تصح

فلقد قضيت من الرسول ديوانى

تو کوے نے کائیں کائیں کی میں نے اس سے کہا تو آواز بلند کر یا نہ کر۔ میں نے رسولؐ سے اپنے قرضے چکا لیے ہیں۔ (تذکرۃ الخواص، ص ۲۶۲)

س صحابی رسولؐ سہل بن سعد ساعدیؓ نے بیت اللہ کی زیارت سے واپسی کے بعد

شام کو کیسے پایا؟

ج فرماتے ہیں کہ میں حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر آ رہا تھا۔ واپسی پر بیت المقدس کی زیارت کی۔ جب واپس شام پہنچا تو اس کی عجیب حالت دیکھی نہریں جاری ہیں۔ لوگوں نے مخمل کے پردے لٹکائے ہوئے ہیں۔ لوگ بہت خوش و خرم ہیں اور کچھ عورتیں فرطِ مسرت و شادمانی سے دفیں اور طبلے بجا رہی ہیں۔ میں نے دل میں کہا شاید اس تاریخ کو شامیوں کی کوئی عید ہوگی جس کا مجھے علم نہیں۔ میں حیران تھا کہ یہ جشن مسرت کیسا ہے؟؟ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا آج تمہاری عید ہے؟ انھوں نے کہا اے شیخ تم کوئی اجنبی معلوم ہوتے ہو؟ میں نے کہا میں سہل بن سعد ہوں۔ اس وقت انہوں نے کہا اے سہل تعجب ہے کہ آسمان سے خون کی بارش کیوں نہیں برستی؟ میں نے کہا: کیوں کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا اس لیے کہ یہ نواسۂ رسولؐ امام حسینؑ کا سر عراق سے دربارِ یزید میں لایا جا رہا ہے۔ میں نے کہا ہائیں؟ انہوں نے باب ساعات کی طرف اشارہ کیا۔

ابھی یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ یکے بعد دیگرے کئی علَم آ رہے ہیں اور ایک سوار کے ہاتھ میں نیزہ ہے جس پر ایک ایسا سر سوار ہے جو سب لوگوں سے زیادہ رسولؐ سے زیادہ مشابہہ ہے۔

س کامل بہائی نے اسیرانِ اہل بیتؑ کا قصہ جناب سہل سے کیسے بیان کیا ہے؟

ج میں نے کئی سروں کو نیزوں کی نوکوں پر دیکھا۔ آگے آگے عباسؑ بن علیؑ کا سر تھا اور ان کے پیچھے دوسرے شہدا کے سر تھے اور سب کے پیچھے امامؑ کا سر تھا۔ ان کے پیچھے اسیرانِ اہل بیتؑ تھے۔ سرِ مقدس کی حالت یہ تھی کہ اس سے ہیبت و دبدبہ ٹپک رہا تھا اور نور چمک رہا تھا۔ ریش مبارک مدور تھی۔ جس میں

بڑھاپے کے آثار نمایاں تھے۔ خضاب لگا ہوا تھا۔ آنکھیں سیاہ تھیں' آبرو قوس کی طرح نوکدار' پیشانی کشادہ' ناک بند' آنکھیں افق کی طرف' چہرہ آسمان کی طرف تبسم کناں معلوم ہوتا تھا اور ہوا ریش کو دائیں بائیں اڑاتی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا ہو بہو امیرالمومنین علی علیہ السلام ہیں ان کے پیچھے چند عورتیں بے کجاوہ اونٹوں پر سوار تھیں۔ پہلے اونٹ پر ایک لڑکی سوار تھی۔ میں نے اس سے دریافت کیا تم کون ہو؟

اس نے جواب دیا: انا سکینہ بنت الحسینؑ۔

میں نے عرض کیا: میں سہل بن سعد ہوں۔ آپ کے جدامجد کا صحابی ہوں اور ان کی حدیثیں سن چکا ہوں۔ میں نے عرض کیا: بی بی میرے لیے کوئی حکم؟

بی بی نے فرمایا: اے سہل! اس آدمی کو کہو جس کے ہاتھ میں سر ہے کہ وہ اسے آگے لے جائے تاکہ لوگ ان سروں کو دیکھنے میں مشغول ہوں اور حرم رسولؐ کی طرف نہ دیکھیں۔ سہل کہتے ہیں میں اس شخص کے پاس گیا اور جا کر کہا کیا تم ایسا کر سکتے ہو کہ میری خواہش پوری کرو کہ میرے پاس جو چار سو دینار ہیں وہ لے لو۔ اس نے دریافت کیا تمہارا مقصد کیا ہے؟ میں نے مقصد بیان کیا۔ اس نے آمادگی ظاہر کی اور سر مقدس کو آگے لے گیا اس لیے میں نے مقررہ رقم اس کے حوالہ کر دی۔ (قمام' ص ۴۶۸)

داخلہ شام کے وقت اسیرانِ آل رسولؐ کی کیفیت

س: جب اسیران کو قید کر کے بازارِ شام میں لایا جا رہا تھا تو امام زین العابدینؑ نے یزید سے کیا کہا تھا؟

ج: یزیدیوں نے دروازہ شام میں داخل ہونے سے قبل ایک نیا ظلم ڈھایا کہ تمام

زن و مرد کو رسیوں میں جکڑ دیا اور اسی حال میں کہ مخدرات عصمت و طہارت مکشفات الوجوہ تھیں۔ (اعالی صدوق' ص ۱۰۰)

ان کو بازار سے گزار کر دربارِ یزید میں لایا گیا۔ جب کہ یزید نشۂ اقتدار میں بدمست تھا۔ امام زین العابدینؑ نے فرمایا: **ما ظنك برسول الله لو يرانا على هذا الحال۔** ''اے یزید تیرا کیا خیال ہے۔ اگر جناب رسولؐ خدا ہمیں اس حال میں دیکھیں تو ان کا کیا حال ہوگا۔ امامؑ کے اس کلام کا یہ اثر ہوا کہ حاضرین رونے لگے اور یزید نے رسیاں کاٹنے کا حکم دے دیا۔ (لہوف' ص ۱۵۹)

س: بتایئے امام زین العابدینؑ نے اس واقعہ کی منظر کشی کس طرح کی ہے؟

ج: امام فرماتے ہیں کہ جب ہم یزید کے قریب پہنچے تو اس کے آدمی کچھ رسیاں لائے جن میں ہمیں بکریوں کے گلہ کی طرح باندھ دیا گیا۔ چنانچہ میری اور ام کلثوم کی گردن میں اور جناب زینبؑ اور سکینہؑ کے کاندھوں سے رسی بندھی ہوئی تھی اور لڑکیوں کو ہانکا جاتا تھا۔ اگر ہم چلنے میں تھوڑی سی بھی سستی کرتے تھے تو ہمیں مارا جاتا تھا حتیٰ کہ اس حال میں ہمیں یزید کے دربار میں لاکر کھڑا کیا گیا کہ وہ حکومت واقتدار کے نشہ میں بدمست تھا۔ میں نے کہا او یزید! تیرا کیا خیال ہے؟ اگر رسولؐ خدا ہمیں اس حال میں دیکھیں تو ان کی کیا حالت ہوگی۔ (انوار نعمانیہ' ص ۳۴۰)

س: بتایئے جناب سکینہؑ نے کن کو اپنا تعارف کرایا؟

ج: اہل بیتؑ کا لٹا ہوا قافلہ بازار شام سے گزر رہا تھا کہ شام کے بعض لوگوں نے کہا تم کس خاندان کے قیدی ہو؟ جناب سکینہؑ نے جواب دیا: ہم اسیرانِ آل محمدؐ ہیں''۔

س: جب ابراہیم بن طلحہ بن عبیداللہ نے امام زین العابدینؑ سے پوچھا بتاؤ فتح کس کو ہوئی تو امامؑ نے کون سا جواب دیا؟

ج: امام جعفر صادق علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ عبیداللہ نے امام زین العابدینؑ سے پوچھا: بتاؤ غلبہ کسے حاصل ہوا' اور فتح کس کی ہوئی؟ امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا! اگر یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ غلبہ کسے حاصل ہوا تو جب نماز کا وقت آئے اس وقت اذان و اقامت کہنا۔ معلوم ہو جائے گا کہ فاتح کون ہے اور مفتوح کون ہے؟

س: بتایئے بوڑھی عورت نے بازار شام میں کس شہید کو پتھر مارا؟

ج: جب قافلہ بازار سے گزر رہا تھا تو جابجا لوگوں کی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ استقبال کرنے والوں میں سے بعض لوگ کچھ پھول بھی ساتھ لائے تھے۔ وہ بھی اسیرانِ آل محمدؐ اور شہدا کے سروں پر نثار کیے جا رہے تھے کہ اسی حالت میں ایک بوڑھی اور کبڑی عورت نے سیدالشہداؑ کے دندان مبارک پر پتھر دے مارا۔ جب میں نے یہ کیفیت دیکھی تو میں نے یہ بددعا کی:

اللھم اھلکھا و اھلکن معھا بحق محمد و آلہ اجمعین.

سہل بیان کرتے ہیں کہ ابھی میری بددعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ وہ ڈربہ جس پر وہ کبڑی عورت کھڑی تھی ٹوٹ گیا اور وہ بڑھیا گر کر ہلاک ہوگئی اور اس کے ساتھ دوسری عورتیں بھی ہلاک ہوگئیں۔ (اسرار الشہادت' ص ۵۱۰)

س: جب سورہ کہف کی تلاوت کی جا رہی تھی تو مظلوم کے سر مقدس سے کون سی آواز آئی؟

ج: منہال بن عمر بیان کرتا ہے میں نے شام میں دیکھا کہ امام حسینؑ کا سر نوکِ سنان پر سوار تھا۔ آگے آگے ایک شخص سورہ کہف کی تلاوت کرتا جاتا تھا جب

وہ اس آیت پر پہنچا: **ام حسبت ان اصحب الکھف والرقیم کانوا من ایاتنا عجبًا** تو یکا یک سر مقدس بزبان فصیح سے آواز آئی اور کہا: **اعجب من اصحاب الکھف قتلی و حملی**۔ اصحابِ کہف کے قصہ سے میرا شہید ہونا اور نوک سنان پر سوار ہونا زیادہ تعجب خیز ہے۔

س: بتایئے اسیرانِ اہل بیتؑ کو بازارِ شام میں کتنی دیر لگی؟

ج: یہ قافلہ اگلے پہر بازار میں داخل ہوا اور زوال کے بعد دربار یزید میں پہنچا۔ (نفس المہموم، ص۲۳۲)

س: بتایئے حسینیؑ قافلہ کو کوفہ کی جامع مسجد میں کہاں ٹھہرایا گیا؟

ج: حسینیؑ قافلہ کو جامع مسجد کی سیڑھیوں کے پاس ٹھہرا دیا گیا جہاں عام قیدی ٹھہرائے جاتے تھے۔

س: بتایئے سر حسینؑ کو کہاں پیش کیا گیا؟

ج: سید الشہداؑ کا سر مقدس یزید کے سامنے طشت طلائی میں رکھ کر پیش کیا گیا۔ (قمقام، ص۴۷۰)

س: بتایئے یزید اس وقت کس حالت میں تھا؟

ج: اس وقت یزید شراب نوشی میں مشغول تھا۔

س: امام رضا علیہ السلام نے اس سلسلہ میں کیا فرمایا ہے؟

ج: امامؑ نے فرمایا! جو ہمارا شیعہ ہے اس پر لازم ہے کہ وہ شراب سے اجتناب کرے اور جو شخص شراب یا شطرنج کو دیکھے تو وہ امام حسینؑ کو یاد کرے (ان پر درود و سلام بھیجے) اور یزید اور آلِ یزید (آل زیاد) پر لعنت کرے۔ ایسا کرنے سے خدا اس کے گناہ معاف کر دے گا اگرچہ تعداد میں آسمان کے

ستاروں کے برابر بھی کیوں نہ ہوں؟ (عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۶۲)

آہ!

ہجوم عام کجا ال بوترابؑ کجا

سر حسینؑ کجا مجلس شراب کجا؟

س یزید نے خوشی کے عالم میں کیا کہا تھا؟

ج یوم بیوم بدر۔ آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے۔ (مقتل الحسینؑ، ص ۴۲۳)

س بتایئے جب مظلوم کے سر اقدس سے یزید بے ادبی کر رہا تھا تو اس وقت کس صحابی نے اسے منع کیا تھا؟

ج اس وقت ابو برزہ صحابی رسولؐ وہاں موجود تھے۔ فرماتے ہیں: وائے ہو تم پر اے یزید! تم چھڑی سے حسینؑ بن فاطمہؑ کے لب و دندان کی بے ادبی کرتے ہو؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے جناب رسولؐ خدا کو ان کے اور ان کے بھائی حسنؑ کے لب و دندان پر بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ دونوں (حسنؑ و حسینؑ) جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔ خدا تمہارے قاتل کو قتل کرے اور اس کے لیے عذاب جہنم تیار کرے۔

س جب یزید نے صحابی رسولؐ کی اپنے دربار میں یہ گفتگو سنی تو کیا یزید نے اس کا کوئی ایکشن بھی لیا؟

ج ابو برزہؓ کا یہ کلامِ حق سن کر یزید غضب ناک ہو گیا اور اسے دربار سے نکال دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ درباریوں نے اسے دربار سے باہر نکال دیا۔

س ایک شامی شیخ نے امام سجادؑ سے کون سی گفتگو کی؟

ج ایک بوڑھا شامی جو حقیقت حال سے بالکل ناواقف تھا اور بنی امیہ کے غلط

پروپیگنڈا کا شکار تھا مخدرات عصمت وطہارت کے قریب آ کر کہنے لگا:
خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں قتل کیا اور لوگوں کو تمہارے مردوں سے راحت پہنچائی اور امیر (یزید) کو تم پر فتح ونصرت عطا کی۔

س امام سجادؑ نے اس کو علمِ امامت سے کیسا جواب دیا؟

ج جب امامؑ نے علمِ امامت سے اس کو دیکھا تو وہ آدمی غلط فہمی کا شکار ہے' امام نے چاہا کہ اس کے سامنے چراغ ہدایت روشن کر دیں۔

فرمایا: یاشیخ!هل قرات القران؟اے شیخ کیا تو نے قرآن پڑھا ہے؟

قال نعم اس نے کہا: ہاں۔

فرمایا: فهل عرفت هذه الاية "قل لا اسئلكم غليه اجرًا الا المودة فى القربٰى"۔ آیت مودت کو پہچانتے ہو؟

شیخ نے کہا: ہاں پہچانتا ہوں۔

فرمایا: فنحن القربٰى حقه۔ وہ قرابت دارانِ رسولؐ ہم ہیں۔

پھر فرمایا: یاشیخ فهل قرات فى بنى اسرائيل وات ذوالقربٰى حقه

اے شیخ! کیا تو نے سورہ بنی اسرائیل میں یہ آیت بھی پڑھی ہے کہ اے رسولؐ قرابت داروں کا حق دے دو۔

شیخ نے کہا: قد قرات۔ ہاں ضرور پڑھی ہے۔

فرمایا! فنحن القربٰى وہ قرابت دار ہم ہیں۔

پھر فرمایا: یاشیخ فهل قرات هذه الاية واعلموا انما غنمتم من شئى فان لله خمسه وللرسول ولذى القربٰى.

اے شیخ کیا یہ آیت تو نے پڑھی ہے جس میں خدا فرماتا ہے کہ جب تمہیں کسی قسم کی غنیمت حاصل ہو تو اس کا پانچواں حصہ خدا و رسول اور ذوی القربیٰ کے لیے ہے۔

کہا: نعم پڑھی ہے۔

امامؑ نے فرمایا: فنحن القربی۔ وہ اقرباء رسولؐ ہم ہیں۔

پھر فرمایا: یاشیخ فهل قرات هذه الاية انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرًا.

اے شیخ! کیا آیت تطہیر (انما یریداللّٰه......) پڑھی ہے؟

شیخ نے کہا: ہاں یہ آیت بھی پڑھی ہے۔

امامؑ نے فرمایا: فنحن اهل البيت الذين خصصنا الله باية التطهير ياشيخ۔

اے شیخ ہم ہی وہ اہل بیتؑ ہیں جن کو خدا نے آیت تطہیر کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔

شامی امامؑ کا یہ کلام سن کر اپنے گستاخانہ کلام کی وجہ سے بالکل خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد بولا: بالله انكم هم- خدا کے لیے سچ بتاؤ آپ حقیقتاً وہی لوگ ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: خدا کی قسم بلا شک و شبہ ہم وہی لوگ ہیں۔ اپنے جد نامدار کی قسم! ہم وہی لوگ ہیں۔

یہ سنتے ہی شیخ شامی نے زار و قطار رونا شروع کیا اور عمامہ سر سے اتار کر زمین پر پھینک دیا۔ پھر آسمان کی طرف سر بلند کر کے یا اللہ ہم دشمنانِ آل محمدؐ سے

بیزار ہیں۔خواہ وہ جن ہوں یا انسان! بعد میں اس نے امامؑ کی خدمت میں عرض کیا: هل لی من توبة کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟

امامؑ نے فرمایا: ہاں اگر صدقِ دل سے توبہ کرلو تو ضرور تمہاری توبہ خدا قبول کر لے گا اور تمہارا حشر ونشر ہمارے ساتھ ہوگا۔ امامؑ کی کلام سن کر شیخ نے دل کی گہرائیوں سے کہا: انا تائب میں تائب ہوں۔

س: بتایئے جب یزید کو اس شیخ کی امامؑ کے سامنے توبہ کرنے کا حال معلوم ہوا تو اس نے شیخ کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟

ج: جب یزید کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو اس نے شیخ کو شہید کرا دیا۔ (لہوف، ص ۱۵۸)

س: بتایئے جب اسیرانِ آلِ محمدؐ کو دربار میں حاضر کیا گیا اور جناب زینبؑ کی نگاہ بھائی کے سر پر پڑی تو آپ کی حالت اس وقت کیسی تھی؟

ج: جب اسیرانِ آلِ محمدؐ کو دربار میں حاضر کیا گیا اور جناب زینبؑ کی اس حال میں بھائی کے سر پر نگاہ پڑی تو بی بی نے شدتِ غم سے اپنا گریبان چاک کر دیا اور غمگین لب ولہجہ میں فرمایا:

یاحسیناهُ یا حبیب رسولَ اللّٰه، یا بن مکه ومنی یابن فاطمة الزهراء سیدة النساء یابن بنت المصطفی.

بی بی کے غم میں ڈوبے ہوئے یہ کلمات سن کر حاضرین دربار رو پڑے مگر یزید پلید خاموش ہو گیا۔

س: بتایئے اس وقت جناب فاطمہ بنت الحسینؑ نے یزید کو کیا فرمایا تھا؟

ج: **یایزید بنات رسول اللّٰه سبایا** ۔ اے یزید! کیا یہ جائز ہے کہ رسولؐ زادیاں قید ہوں۔ (ناسخ، جلد ۶، ص ۳۳۸)

دربارِ یزید میں زینبؑ کا خطبہ

س: دربارِ یزید میں بی بی نے جو خطبہ دیا' بیان کریں؟

ج: جناب زینب علیہا السلام نے فرمایا!

سب تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جو عالمین کا پروردگار ہے اور درود و سلام ہو اس کے رسولؐ اور اس کی اہل بیتؑ پر! خدا کا ارشاد برحق ہے کہ ان لوگوں کا انجام جو برابر برے کام کرتے رہے یہ ہوا کہ انہوں نے خدا کی آیات کو جھٹلایا اور ان کے ساتھ تمسخر کیا۔

اے یزید! اس بات سے کہ تو نے ہم پر زمین کے گوشے اور آسمان کے کنارے تنگ کر دیئے اور ہمیں قیدیوں کی طرح ہنکایا جا رہا ہے۔ کیا تو نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ہم خدا کی نظر میں ذلیل اور تو عزیز اور جلیل القدر ہے؟ آج تو نے سمجھ لیا ہے کہ دنیا تیرے پاس ہے اور تمام اسباب دنیاوی تیرے پاس ہیں اور ہماری سلطنت تیرے قبضہ اقتدار میں ہے۔ اس لیے تو ناک چڑھا رہا ہے اور سرود و خوشیوں کی محفلیں جما رہا ہے۔ ٹھہر جلدی نہ کر! کیا تو خدا کا یہ فرمان بھول گیا ہے کہ کافر لوگ یہ گمان نہ کریں کہ ہم نے ان کو جو ڈھیل دے رکھی ہے یہ ان کے لیے بہتر ہے! ہم تو محض اس لیے ان کو مہلت دیتے ہیں کہ وہ دل کھول کر گناہ کر لیں' ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب موجود ہے۔

اے آزاد کردہ غلاموں کے بیٹے! کیا عدل و انصاف یہی ہے کہ تو اپنی آزاد عورتوں اور لونڈیوں کو گھر میں پردہ کے اندر بٹھائے اور دخترانِ رسولؐ کو بے مقنعہ و چادر مکشفات الوجوہ درباروں' بازاروں اور شہر بہ شہر پھیرائے۔ اور ہم سیدزادیوں کو شریف' کمینے' قریب و بعید' چشمہائے ابی پر خیمہ زن اور خانہ بدوش لوگ دیکھیں؟

بھلا اس شخص سے کسی خیروخوبی کی کیا امید ہوسکتی ہے جس کی دادی (ہندہ) نے پاکبازوں کے جگر چبائے ہوں اور ان کا گوشت شہیدوں کے خون سے اگا ہو اور انہوں نے رسولؐ خدا کے ساتھ جنگیں کی ہوں......؟ اور ایسے شخص ہم اہل بیتؑ سے بغض و عداوت میں کیسے سستی کرسکتا ہے! جو ہماری طرف دشمنی وعداوت اور حسد وکینہ کی نظر سے نگاہ کرتا ہے۔ پھر تو گناہ نہ سمجھتے ہوئے (بلکہ خوش ہوکر) کہتا ہے کہ کاش آج میرے بدر والے مقتول موجود ہوتے تو خوش ہوکر تجھے دعا دیتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں۔ اے یزید تو جوانانِ جنت کے سردار ابوعبداللہ (الحسینؑ) کے لب و دندان پر اپنی چھڑی سے بے ادبی کرتا ہے تو کیوں ایسا نہ کرے؟ جب کہ تو نے ہمارے زخم کو گہرا کردیا ہے اور ذریت رسولؐ اور عبدالمطلب کی اولاد میں سے ستارہائے زمین کے خونِ مقدس بہا کر ان کی جڑ کو اصل سے اکھیڑ دیا اور پھر خوش ہوکر اپنے بزرگوں کو پکارتا ہے، عنقریب تو ان کے انجام سے دوچار ہوگا اور تو اپنے بزرگوں کے انجام کو پہنچے گا۔ اس وقت تو (اپنے اس رویہ و رفتار کی وجہ سے) اس بات کو پسند کرے گا کہ کاش تیرے ہاتھ شل ہوتے اور تو گنہگار رہتا۔ اور جو کچھ کیا اور کہا ہے، نہ کہتا اور نہ ہی کرتا۔ یااللہ! ہمارا حق حاصل کر اور ہمارے ظالموں سے انتقام لے۔ اور جن لوگوں نے ہمارا خون بہایا ہے اور ہمارے مددگاروں کو قتل کیا ہے ان پر اپنا قہر وغضب نازل کر۔

اے یزید! تو نے خدا کی قسم! اپنا چمڑا کاٹا ہے اور اپنے ہی گوشت کے ٹکڑے کیے ہیں تو ذریت رسولؐ کے خون بہانے اور ان کی ہتک وحرمت کرنے کا بوجھ اُٹھا کر عنقریب رسولؐ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوگا۔ جب قیامت کے روز خدا سب کو ایک جگہ جمع کرلے گا ان کی پراگندگی کو دُور کرے گا اور ان کے دشمنوں سے ان کا انتقام لے گا......؟؟

جو لوگ خدا کی راہ میں قتل ہو گئے ہیں ان کو مردہ گمان نہ کرو جب کہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار سے رزق کھاتے ہیں۔ تیرے لیے خدا کا حاکم ہونا' پیغمبرؐ کا دشمن ہونا اور جبرئیلؑ کا (تمہارے خلاف) ہمارا مددگار ہونا کافی ہے۔

جن لوگوں نے تیرے لیے زمین ہموار کی اور تجھے مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کیا ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ظالموں کا کس قدر بُرا انجام ہے اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ کس کا انجام بُرا اور لشکر کمزور ہے۔

اے یزید! یہ بھی انقلاب زمانہ اور حوادث ناہنجار کا شاہکار ہے کہ میں تجھ سے خطاب کروں؟ میں تیرے مقام کو اس سے کہیں پست تر اور تیری زجر و توبیخ کرنے کو سخت عظیم سمجھتی ہوں مگر کیا کروں......؟؟

دلسوز اور آنکھیں گریاں ہیں۔ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ شیطانی گروہ اور اولاد طلقا نے خدا کے نجیب گروہ کو قتل کر دیا ہے۔ یہ دیکھئے ان ہاتھوں سے ہمارا خون بہہ رہا ہے اور ان مونہوں سے ہمارا گوشت گر رہا ہے۔ افسوس ہے کہ کربلا میں ابدانِ طاہرہ بے گور و کفن پڑے ہوئے ہیں۔

اے یزید! اگر آج تو ہماری (ظاہری کمزوری) کو اپنے لیے غنیمت سمجھ رہا ہے کل قیامت کے روز تو اسی کو تاوان سمجھے گا تو سوائے اپنے ہاتھوں کے کرتوتوں کے اور کچھ نہ پائے گا۔ اور خدا اپنے بندوں پر ہرگز ظلم نہیں کرتا۔ ہم بارگاہِ خدا میں شکوہ و شکایت کرتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جس قدر جی چاہے مکر و فریب کر لے۔ جس قدر جی چاہے ظلم و جور کر لے اور جی بھر کے جدوجہد کر لے۔ خدا کی قسم! تو ہمارے ذکر جمیل کو ہرگز مٹا نہیں سکتا اور نہ ہی ہماری وحی (شریعت) کو ختم کر سکتا ہے۔ اور نہ ہی ہمارے مقام کی بلندی کو چھو سکتا ہے۔ تیری رائے و تدبیر کمزور! اور (بادشاہی) گنتی کے چند

یوم اور تیری جماعت پراگندہ ہے۔ وہ وقت قریب ہے کہ جب ایک منادی ندا کرے گا...... آگاہ باشید! لعنت ہو ظلم وستم کرنے والی قوم پر۔

اس خدا کی حمد وثنا ہے جس نے ہمارے پہلے کا خاتمہ سعادت ومغفرت کے ساتھ اور آخری کا شہادت ورحمت کے ساتھ فرمایا۔ ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ان کے اجروثواب کو مکمل فرمائے اور مزید اجر جزیل عطا کرے۔ اور ہمیں ان کی صحیح جانشینی کرنے کی توفیق دے۔ وہ بڑا مہربان اور محبت کرنے والا ہے۔

س بتایئے رازق الخیری نے اپنی کتاب ''سیدہ کی بیٹی'' میں بطلہ کربلا کے اس خطبہ عالیہ کے متعلق کون سا تبصرہ کیا ہے؟

ج یزید کا دربار شامیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سب کو سانپ سونگھ گیا ہے۔ ہر شخص بے حس وحرکت ایسا بیٹھا یا کھڑا تھا جس طرح پتھر کی مورتیں کہ ان کے ہاتھ اور ان کے ہونٹ چپکے ہوئے تھے۔ ان کے دل دریائے حیرت میں غوطے کھا رہے تھے۔ ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ جب شیر خدا کی بیٹی لاکھوں کے مجمعِ عام میں شیر کی طرح گرج رہی تھی اور رعیت کے سامنے ان کے بادشاہ کو للکار رہی تھی اور خود یزید دانت پیس پیس لیتا، ہونٹ چباتا اور تاؤ پیچ کھا رہا تھا مگر زبان سے ایک لفظ نہ نکلتا تھا۔ سیدہ کی بیٹی کی تقریر پر روانی کا ایک چشمہ تھا کہ اُبلا چلا آ رہا ہے اور فصاحت کا ایک دریا تھا جو بہے چلا جا رہا تھا اور کون اس سے انکار کر سکتا ہے کہ اس تقریر سے بی بی زینبؑ نے صداقت اور حق گوئی کا حق ادا کر کے اسلام کی ناقابلِ فراموش خدمت انجام دی۔ اس تقریر سے شامیوں کو معلوم ہوا کہ خلافت وملوکیت میں تبدیل ہو کر اسلام کو کیسا زبردست دھچکا لگا

ہے......؟

س: بتایئے ایک شامی کمینے نے جناب فاطمہ بنت الحسینؑ کی طرف اشارہ کر کے یزید کو کیا کہا تھا؟

ج: ایک شامی نے جب فاطمہ بنت الحسینؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یزید سے کہا: **یا امیر المومنین ھب لی ھذہ الجاریة** اے امیر یہ کنیز مجھے دے دیں۔

یہ منحوس آواز سنتے ہی جناب فاطمہؑ اپنی پھوپھی زینب عالیہؑ کے دامن سے لپٹ گئیں۔ جناب مسافرہ شام نے بھتیجی کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

لا ولا کرامته له "نہیں بیٹی! ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا......؟؟

پھر بی بی نے شامی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

کذبت ولومت ما ذلك لك ولاله

او شامی! تو نے غلط کہا اور اپنی کمینگی کا مظاہرہ کیا۔ ایسا کرنے کا نہ کوئی تجھے حق ہے اور نہ اس یزید کو......؟؟

یزید نے کہا اگر میں ایسا چاہوں تو کرسکتا ہوں۔

ابوترابؑ کی بیٹی نے بڑی جرأت و استقلال کے ساتھ فرمایا: ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ خدا نے تجھے یہ حق نہیں دیا مگر یہ کہ ہمارے دین سے نکل کر کھلم کھلا کوئی اور دین اختیار کرلے۔ اس پر یزید نے چلّا کر کہا:

دین سے تیرا باپ اور بھائی نکلے ہیں (نعوذ باللہ)۔

بی بی نے فرمایا اگر تو مسلمان ہے تو تو نے اور تیرے باپ نے ہمارے جد و اب اور بھائیوں کے ذریعہ ہدایت پائی۔

یزید نے غصہ میں کہا: **کذبت یاعدوۃ اللّٰہ** ۔اے خدا کی دشمن تو نے غلط کہا ہے۔

یزید کا یہ ہتک آمیز جواب سن کر زہراءؑ زادی آبدیدہ ہوگئیں اور فرمایا! تو حاکم ہے اس لیے گالیاں دیتا ہے اور ظلم و جور کرتا ہے۔ اسی اثنا میں پھر شامی نے مطالبہ دہرایا۔ یزید نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا: دُور ہو جا خدا تجھے موت دے۔(طبری' جلد ٦' ص ٢٦٥' امالی' ص ١٠١)

س: کیا واقعہ شامی میں مورخین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے؟

ج: ہاں! تاریخ دان لکھتے ہیں کہ عقیلہ بنی ہاشم اور یزید کی باہمی گفتگو کے بعد شامی نے دوبارہ اپنی خواہش کا اظہار کرنے کے بجائے یزید سے دریافت کیا کہ **من ھذہ الجاریۃ**۔ یہ لڑکی کون ہے؟

یزید نے کہا: **ھذہ فاطمۃ بنت الحسین و تلك زینبؑ بنت علیؑ**۔

یہ فاطمہ بنت الحسینؑ اور وہ زینبؑ بنت علیؑ ہیں۔

شامی نے تعجب انگیز لہجہ میں پوچھا یہ اسی حسینؑ کی بیٹی ہیں جو فاطمۃ الزہراءؑ اور علی بن ابی طالبؑ کے فرزند ہیں؟

یزید نے کہا: ہاں اسی حسینؑ کی بیٹی ہیں!

یہ سنتا تھا کہ شامی کے تن من میں آگ لگ گئی اور پکار کر کہا: او یزید خدا تجھ پر لعنت کرے تو عترتِ رسولؐ کو قتل کرتا ہے۔ اور پھر ذریت رسولؐ کو قید کرتا ہے۔ خدا کی قسم! میرا تو یہ خیال تھا کہ یہ روم کے قیدی ہیں!

یزید نے غصہ سے آگ بگولا ہو کر کہا: ٹھہر جاؤ! ابھی میں تمہیں بھی انہی کے ساتھ شامل کرتا ہوں۔ پھر حکم دیا اور شامی کی گردن اڑا دی گئی۔(لہوف' ص ١٦٧' مقام' ص ٤٧٨)

نوٹ: قارئین کرام! ہم ایسے معلوماتی واقعات لکھنے کے ہرگز قائل نہیں ہیں کہ جس سے خاندانِ بتولؑ کی توہین کا پہلو سامنے آئے۔ لیکن ہم مجبور ہیں تاریخ کے ہاتھوں کہ ہمیں کیسے کیسے واقعات سے واسطہ پڑا۔ ان واقعات کا صفحہ قرطاس پر لانے کا مقصد یہی ہے کہ دنیا کو پتہ چل جائے کائنات کا والیوں کو دین اسلام کی سربلندی کے لیے کتنی قیمت چکانی پڑی اور کن کن مشکل موڑوں سے ہو کر گزرے اور ایسے اندوہناک واقعات میں بھی رسولؐ زادیوں نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

س بتایئے یزید نے سیدالساجدینؑ سے طنزاً کون سی بات کہی اور آپؑ نے کیسا مدلل جواب دیا؟

ج یزید نے امامؑ سے کہا:

کیف صنع اللہ بك یاعلی بن الحسینؑ

اے علیؑ بن الحسین! تم نے اپنے ساتھ خدا کا سلوک کیسا دیکھا ہے؟

امامؑ نے فرمایا:

رایت ما قضاہ عزوجل قبل ان یخلق السموات والارض

میں نے وہی دیکھا ہے جس کا خدا نے زمین و آسمان سے بھی پہلے فیصلہ کر دیا تھا۔ (مقتل الحسین، ص ۴۱۹)

س بیمارِ کربلا کے اس جواب کے بعد پھر یزید نے امام سجادؑ کو آپ کے بابا کا کون سا طعنہ دیا؟

ج یزید نے کہا: اے فرزندِ حسینؑ تیرے باپ نے مجھ سے قطع رحمی کی۔ میرے حق کو نہ پہچانا اور میری سلطنت میں مجھ سے جھگڑا کیا۔ لہٰذا آپ نے دیکھ لیا کہ خدا نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟

امامؑ نے جواب میں یہ آیت تلاوت فرمائی:

ما اصابکم من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبراھا ان ذلك علی اللّٰه یسیر

زمین میں تجھے جو کچھ مصیبت پہنچی ہے وہ تمہاری خلقت سے پہلے کتاب (لوحِ محفوظ) میں لکھی ہوئی ہوتی ہے اور یہ بات خدا پر بالکل آسان ہے۔

س: بتایئے یزید نے امامؑ کے بعد آپ پر جواباً کون سی آیت پڑھی؟

ج: یزید نے یہ آیت پڑھی:

ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم.

تمہیں جو تکلیف پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کرتوتوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔

س: بتایئے بیمارِ کربلا نے یزید کے جواب میں کیا فرمایا؟

ج: امامؑ نے فرمایا! یہ آیت ہمارے حق میں نازل نہیں ہوئی۔ ہمارے بارے میں تو یہ آیت اتری ہے کہ تم پر جو بھی مصیبت آتی ہے وہ تمہاری خلقت سے بھی پہلے کتاب میں لکھ دی گئی ہے اور یہ بات خدا پر آسان ہے تاکہ جو کچھ فوت ہو جائے اس پر افسوس نہ کرو اور جو کچھ مل جائے اس سے خوش نہ ہو۔

فنحن لا فاتنی ما فاتنا ولا تفرح بما اتانا

پس ہم وہ لوگ ہیں جو چیز ہم سے فوت ہو جائے اس پر افسوس نہیں کرتے اور جو مل جائے اس پر خوش وخرم نہیں ہوتے۔ (تفسیر قمی، ص ۶۰۳)

س: بیمارِ کربلا کو یزید نے جب یہ کہا کہ تیرے بابا کو خدا نے قتل کیا ہے تو کیا بیمار نے اس کا جواب دیا؟

ج: یزید نے بیمار سے جب کہا اے سجادؑ! آپ کے جد علیؑ اور باپ (حسینؑ) نے

چاہا کہ وہ امیر و بادشاہ بنیں لیکن خدا کا شکر ہے جس نے ان کو قتل کر دیا۔

امامؑ نے فرمایا! اے یزید ابھی تو پیدا بھی نہیں ہوا تھا کہ میرے آباؤ اجداد کے خانوادہ میں نبوت و امامت تھی۔ (تمقام، ص ۴۸۷)

ooo

زینبؑ، بیمارِ کربلا

اور

شام

چہرے پہ قیدیوں کے لکیریں ہیں خون کی

صدیاں بیت گئیں...... زمانے گزر گئے...... مگر کربلا کو گزرے لمحے لگتے ہیں۔ آج بھی نینوا کی سرزمین پر گھوڑوں کے دوڑنے کی آوازیں اور تلواروں کی چھنکاروں کی صدائیں سنائی دیتی ہیں اور مظلومِ کربلا کے استغاثہ **ھل من ناصر ینصرنا** "کوئی ہے جو غریب کی مدد کرے......؟" کی آواز ہر غیرت مند مسلمان کے کان میں سنائی دے رہی ہے؟ کوئی ہے مشن حسینؑ پر عمل کرنے والا......؟؟ نواسہ رسولؐ پوچھ رہے ہیں کہ کبھی تم نے دنیا کے چنگل سے نکل کر تاریخ کربلا پر نگاہ دوڑائی کہ میں نے خون سے اِس تاریخ کو رقم کیوں کیا......؟؟ میں بوڑھے باپ نے جوان بیٹے اکبرؑ کو گھوڑے کی زین سے کربلا کی تپتی ہوئی زمین پر اُترتے ہوئے کیسے دیکھا اور بڑے حوصلے سے اکبرؑ کے جگر سے برچھی کے پھل کو نکالا تو...... کس لیے......؟؟ میرے ننھے ننھے بچے فرات کے کنارے پر پیاس سے بلکتے رہے تو کس لیے......؟؟

اسلام کی سربلندی کے لیے...... نانا کے دین کی خاطر...... قرآن کی عظمت کے لیے...... مسلمانو! تمہاری ماؤں اور بہنوں کے پردوں کے لیے...... تمہارے مقدس رشتوں کی پہچان کی خاطر۔

مسلمانو! کبھی تم نے سوچا جو نبیؐ کے جنازے کو چھوڑ کر چلے گئے...... جو شوریٰ کے ذریعے خلافت و امامت کے حق دار ٹھہرے' جنہوں نے فاطمۃ زہراءؑ کے گھر پر آگ لگائی...... ان کی اولاد بھی تو تھی...... جب اسلام پر ڈاکہ ڈالا جا رہا تھا۔ آئین خداوندی کو معاویہ کا بیٹا یزید تبدیل کر رہا تھا۔

جب ماں اور بہن کے مقدس رشتہ کو ختم کیا جا رہا تھا...... اس وقت وہ بنگلوں اور کوٹھیوں سے باہر کیوں نہ نکلے......؟؟ کیا ان کو اسلام کے لٹنے کا دکھ نہ ہوا......؟؟

نہیں نہیں!! ہزاروں ڈاکے ڈالے جائیں حقوق پر...... دروازے جلا دیئے جائیں' آگ سے رسولؐ زادی کے۔ مکاری سے اہل بیتؑ کے حق خلافت کو چھین لیا جائے لیکن جب اسی اسلام پر مشکل آتی ہے تو صحیح وارثان اسلام وقرآن کو زینبؑ و کلثومؑ جیسی بہنوں کی چادریں بھی دینا پڑیں تو دریغ نہ کیا......!!!

مسلمانو! عہدوں کے لاحقوں سے وارث نبیؐ نہیں بنایا جا سکتا بلکہ ابوذر بننے کے لیے راستے میں ربزہ پڑتا ہے۔ شجر خرمہ پر مصلوب ہونے کے بعد میثم بنتا ہے...... جانشین رسولؐ بننے کے لیے تین دن کی بھوک و پیاس برداشت کر کے کربلا کی تپتی ہوئی ریت پر سجدہ میں سر دینا پڑتا ہے

نانا نے عرش کو عرشِ معلٰی بنا دیا
نواسے کے سجدوں نے کربلا کو کربلا معلٰی بنا دیا

مسلمانو! کبھی سوچا کہ ابوسفیان کا پوتا یزید ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مردہ باد کیوں ہوا؟؟ اور ابوطالبؑ کا پوتا حسینؑ تا روز قیامت زندہ باد کیوں ہوا......؟؟ وہ مردہ باد اس لیے کہ اسے ورثہ میں ظلم ملا تھا۔ یہ زندہ باد اس لیے کہ یہاں (حسینؑ) ورثہ میں عدل ملا تھا۔ وہ اُداس تاریخ جس نے ظالم کو مظلوم لکھا...... قاتل کی بجائے مقتول کے ورثہ کو عدالت کے کٹہرے میں لا کھڑا کر دیا...... قاتلوں کو امیر المومنین کے سامنے انعام پر تکرار کرتے دیکھا...... جس نے سقیفہ سے لے کر دمشق تک لوگ بکتے دیکھے۔ وہ تاریخ کبھی اس سانحہ کربلا کو اپنے سے محو نہ کر سکی اس لیے کہ

کچھ فاتح لوٹ کر مطمئن نہیں...... چند مظلوم لٹ کر بھی مطمئن ہیں...... اسلام لوٹنے والوں کا دین نہیں...... لٹنے والوں کا دین ہے۔ روم وقسطنطنیہ پر حملہ آوروں کے تذکرے بنانے پر بھی نہ بن سکے اور بے گناہوں کا خون چھپانے پر بھی چھپ نہ

سکا!! کہ اُفق تک رسائی نہیں اور شفق کا رنگ بدلا نہ جا سکا۔ یہی فطرت کی انفرادیت بھی ہے کہ وہ خود نہیں بدلتی۔

عابدؑ کے رک رہے ہیں قدم شام آ گئی

''فاتح اور شکست خوردہ'' جنگ کے بعد دو مختلف مزاجوں کا نام ہے۔ کوئی دریا پر قبضہ کر کے بھی دشمن کی پیاس کا احساس رکھتا ہے۔ کوئی پانی پہ قبضہ ہی اس لیے کرتا ہے کہ کسی کو پیاسا رکھے......؟؟؟ یہ ہی خاندانی پہچان ہے۔

جنگ کے بعد ''قیدی'' تاریخ کی علامت ضرور بن جاتے ہیں اور اسی کے تحت انہیں بازاروں اور درباروں تک لایا جاتا ہے۔ ترک و روم کے قیدی عرب کی ضرب المثل بن چکے تھے۔ اسی تاریخ عرب کا ایک قافلہ میری نگاہوں میں ہے...... تاریخ نے اس پر سیاہی بکھیرنا چاہی! مگر ان کے خون کی رنگت نے اپنا رنگ نہ کھویا۔ اس قافلے کے آگے آگے خود قاتل سروں کو نیزوں پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ یہ دیدہٗ دلیری دمشق ہی میں دیکھی گئی' ورنہ قاتل تو روپوش ہو جایا کرتے ہیں' ساربان زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ حکومت شدید ہراساں ہے ورنہ جس قیدی کی چار سالہ بہن ساتھ ہو اس کے بھاگنے کا خطرہ تو فاتح کو رہتا ہی نہیں اور یہ وہ واحد جوان مرد اپنے قافلے میں بچ رہا تھا اس کی آنکھوں میں کچھ لمحے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ قیدی قافلے کی ایک ضعیفہ ہے جو ہر چہرہ کا پردہ بن جانا چاہتی ہے۔ ہے تو یہ ایک کنیز...... مگر اس کے جذبات ایک ماں کے سے ہیں۔ حقِ نمک اجرِ رسالتؐ ادا کر رہی ہے۔

اس قافلہ کی سالار زینبؑ بھی ہے جو ہر کسی کو دلاسہ دیتی ہے مگر اُجڑی زینبؑ کو یزیدیوں نے بھائی کی لاش پر بین نہیں کرنے دیئے۔ ایسی علیؑ کی صابرہ بیٹی جس کو تاریخ نے کسی قیدی کے سامنے روتے ہوئے نہیں دیکھا...... بلکہ اولادِ علیؑ و بتولؑ کو دلاسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہی علیؑ کی صابرہ بیٹی نے بھائی کے مشن کو زندہ جاوید

کر دیا۔

قارئین محترم! اسیرانِ کربلا کے صدقہ میں دوسری جلد ''کربلا سے کربلا تک'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ دوسرا حصّہ کافی پہلے لکھا گیا تھا مگر مالی مجبوریوں کی وجہ سے چھپ نہ سکا۔ اب احقر حصولِ علم کے لیے خمینی کے دیس میں' معصومہؑ قم کے شہر میں جانے کی مکمل تیاریاں کر چکا تھا کہ اپنے برادر سید اقبال حیدر کاظمی صاحب کو ملنے گیا...... تو ان سے پتہ چلا کہ ان کی والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ ان کی والدہ مرحومہ کے ایصالِ ثواب کے لیے ایک کتاب چھپوائی جائے اور ساتھ بیٹھے ملک جمشید الحسن صاحب کو بھی شاہ صاحب نے ترغیب دی۔ انہوں نے خوشی سے دوسری کتابیں چھپوانے کی حامی بھر لی۔ ہمارے ساتھ اس کتاب میں مومن آل اطہار اور محب اہل بیتؑ برادر بزرگوار سید افضال حیدر بخاری صاحب نے بھی تعاون کیا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالی بطفیل محمدؐ و آلِ محمدؐ ان سید زادوں اور ملک صاحبان کو مذہبِ حقہ کی خدمت کرنے کی مزید توفیق عطا فرمائے اور ان کو بلیات ارضی و سماوی سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

الاحقر

مولانا ریاض حسین جعفری فاضل قم

یزید کا یزیدی مولوی کو مذمت اہل بیتؑ کا حکم دینا

س: بتائیے یزید نے اپنے خاندان کے فضائل کس طرح برسرِ عام پڑھوائے؟

ج: امام سجادؑ نے اپنی فصاحت و بلاغت اور علمِ امامت سے اپنے خاندان کی بھرے مجمع میں تعریف و مدح کر دی تو اس وقت یزید نے مکارانہ چال چلی کہ اس نے ایک دین فروش مولوی کو حکم دیا کہ منبر پر جا کر بنوامیہ کے فضائل و مناقب اور بنی ہاشم کی مذمت کرے۔ چنانچہ خطیب نے منبر پر جا کر معاویہ و یزید کی مدح اور جناب امیر المومنینؑ اور سید الشہداءؑ کی قدح کی۔

یہ کیفیت دیکھ کر امام زین العابدینؑ نے فرمایا اے خطیب! افسوس ہے تجھ پر، تو نے خالق کو ناراض کر کے مخلوق کی رضامندی خریدی ہے اس لیے تو جہنم کو اپنا ٹھکانہ سمجھ۔ (لہوف، ص ۱۶۷)

س: کیا امامؑ کو یزید نے اس خطیب کے بعد تقریر کرنے کی اجازت دی؟

ج: جب دین فروش مُلا منبر سے اتر آیا تو امامؑ نے یزید سے فرمایا مجھے اجازت ہے کہ منبر پر چڑھ کر وہ کچھ بیان کروں جس میں خدا کی خوشنودی اور ان لوگوں کے لیے باعث اجر و ثواب ہو۔ یزید نے لیت و لعل سے کام لیا لیکن حاضرین کے اصرار سے مجبور ہو کر اجازت دے دی۔

جب امامؑ اپنے اصلی منصب و مقام پر پہنچے تو خدا کی حمد و ثنا اور پیغمبر اسلام پر درود و سلام بھیجنے کے بعد فرمایا: ایھا الناس! جو شخص مجھے پہچانتا ہے وہ تو

پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا میں اسے اپنا تعارف کرائے دیتا ہوں۔ میں علیؑ بن الحسینؑ ہوں' میں بشیر و نذیر کا بیٹا ہوں' میں داعی الی اللہ کا بیٹا ہوں' میں سراج منیر (یعنی میں صاحب مکہ و منیٰ ہوں۔ میں صاحب مروہ و صفا ہوں۔ میں فرزند مصطفیٰؐ ہوں۔ میں اس باپ کا بیٹا ہوں (جس کی شان) مخفی نہیں۔ میں اس کا بیٹا ہوں جو اس قدر بلند ہوا کہ ''سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے بڑھ گیا اور ''مقام قاب قوسین اور ادنیٰ'' تک پہنچا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس نے فرشتوں کو نماز پڑھائی۔ میں اس کا بیٹا ہوں جسے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جایا گیا۔ میں علیؑ مرتضیٰ کا فرزند ہوں۔ میں خدیجۃ الکبریٰ کا فرزند ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جسے ظلم و ستم سے شہید کر دیا گیا۔ میں اس کا فرند ہوں جسے پس گردن سے شہید کر دیا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جو پیاسا ہی ملک بقا ہوا۔ میں شہید کربلا کا فرزند ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کے دوش سے چادر اور سر سے عمامہ اتار لیا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس پر فرشتوں نے آسمان میں' جنوں نے زمین میں اور پرندوں نے ہوا میں گریہ و بکا کیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کا سر نوک سنان پر درباروں میں پیش کیا جا رہا ہے۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کی مستورات کو عراق سے شام قید کر کے لایا جا رہا ہے۔

یاایھا الناس! خداوند عالم نے ہم اہل بیتؑ کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا کہ علمِ ہدایت وعدل اور تقویٰ ہم میں مقرر فرمایا اور علمِ ضلالت و ہلاکت ہمارے غیروں میں مقرر کیا۔ خداوند عالم نے ہمیں چھ چیزوں کے ساتھ فضیلت بخشی ہے اور وہ یہ ہیں: علم' حلم' شجاعت' سخاوت' محبت اور اہل ایمان کے دلوں میں منزلت اور ہمیں وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو عالمین میں سے کسی کو کبھی عطا نہیں کیا۔ ہمارے گھروں میں ملائکہ کی آمد و رفت کا سلسلہ قائم رہتا ہے اور

ہمارے ہی گھر میں کتاب خدا اتری ہے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ ابھی امامؑ کا خطبہ جاری تھا کہ حاضرین دربار نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ جب یزید نے یہ نازک صورت حال دیکھی اور انقلاب کا خطرہ محسوس کیا تو موذن کو حکم دیا کہ اذان دے۔

چنانچہ موذن نے اذان دینا شروع کی۔ امامؑ نے خطبہ بند کر دیا۔

موذن نے کہا: اللّٰہ اکبر۔

امامؑ نے فرمایا: الله اكبر واجل واعلیٰ واكرم مما اخاف واخذر۔

موذن نے کہا: اشهد ان لا اله الا اللّٰه

امام نے فرمایا: نعم اشهد مع كل شاهد ان لا يراه غيره ولا رب سواه

جب موذن نے کہا: اشهد ان محمدًا رسول الله—

امام نے موذن سے فرمایا: اسئلك بحق محمدً ان تسكت حتى اكلم هذا ۔ تجھے انھی محمد کا واسطہ ذرا خاموش ہو جا تا کہ میں اس (یزید) سے کچھ کلام کرلوں۔ پھر یزید کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا!

اے یزید یہ رسولؐ اکرم تیرے جد ہیں یا میرے؟ اگر تو یہ کہے کہ تیرے جد ہیں تو حاضرین اور تمام لوگ گواہی دیں گے کہ تو جھوٹا ہے اور اگر یہ مانتا ہے کہ میرے جد ہیں تو پھر میرے باپ (حسینؑ) کو کیوں شہید کیا؟ پھر ان کے مال و اسباب کو کیوں لوٹا ہے؟ اور ان کی مخدرات کو قید کیوں کیا ہے؟

او یزید بروزِ قیامت ویل ہے تیرے لیے جب کہ میرے جد نامدار تمہارے دشمن ہوں گے۔ اس کے بعد یزید نے اسی موذن کو اقامت نماز کا حکم دیا لیکن لوگوں میں افراتفری پھیل گئی۔ بعض نے نماز پڑھی اور بعض ویسے ہی

چلے گئے۔

س: جب یزید نے اہل دربار سے اسیرانِ آلِ رسولؐ کے بارے میں مشورہ کیا کہ ان کو قتل کیا جائے، قید میں رکھا جائے یا رہا کر دیا جائے؟؟ تو حاضرین نے یزید کو کون سا مشورہ دیا؟

ج: بعض نے سب کو شہید کر دینے کا مشورہ دیا۔ (لہوف، ص ١٦٦)

اس وقت امام زین العابدینؑ نے فرمایا! یزید تیرے درباریوں نے تجھے وہ مشورہ دیا ہے جو فرعون کے درباریوں نے بھی نہیں دیا تھا۔ جب کہ اس نے جناب موسیٰؑ و ہارونؑ کے بارے میں ان سے مشورہ کیا تھا تو انہوں نے کہا تھا کہ ان دونوں بھائیوں کو ڈھیل دو (قید میں ڈال دو)۔

یاد رکھو! انبیاء کی اولاد کو سوائے ولد الزنا کے اور کوئی قتل نہیں کرتا۔ (اثبات الوصیۃ للمسعودی، ص ١٤٣، طبع النجف)

س: اس وقت نعمان بن بشیر نے یزید کو کون سا مشورہ دیا؟

ج: جو رسولؐ اکرم ان کے ساتھ سلوک کرتے تھے تو بھی ان کے ساتھ وہی سلوک کر۔ (لہوف، ص ٦٦)

اسیرانِ آلِ محمدؐ زندانِ شام میں

س: اسیرانِ آلِ محمدؐ کو کس زندان میں قید کیا گیا؟

ج: یزید کے اقامتی محل کے قریب جو زندان تھا اس میں اسیرانِ آلِ محمدؐ کو بھیج دیا گیا۔

س: اس زندان کی کیفیت بتائیں؟

ج: یہ زندان گرمی اور سردی سے حفاظت نہیں کرتا تھا۔ (یعنی اس کی چھت نہ تھی)

اتنا عرصہ ان کو اس زندان میں رکھا گیا کہ ان کے چہروں کے رنگ جھلس گئے اور پوری مدت قیام کے دوران برابر حسینؑ پر ماتم و نوحہ کرتے رہتے تھے۔ (نفس المہموم' ص ۲۴۵)

س: بتایئے مظلومِ حسینؑ کے سر کو یزید نے کہاں لٹکانے کا حکم دیا؟

ج: یزید کے حکم سے سید الشہدا کا سر اقدس قصر الامارہ کے دروازہ پر لٹکا دیا گیا' جو تین دن تک لٹکا رہا۔ (مقتل الحسینؑ، ص ۴۲۵)

دوسری روایت کے مطابق چالیس دن تک لٹکا رہا۔ (نفس المہموم' ص ۲۴۷)

س: یزید نے دوسرے شہداء کے سر کہاں لٹکانے کے لیے حکم دیا؟

ج: دوسرے شہداء کے سرہائے مقدسہ میں سے بعض کو شہر شام کے مختلف دروازوں پر اور بعض کو جامع مسجد کے دروازوں پر لٹکایا گیا۔ (مقتل الحسینؑ، ص ۲۶۴)

زندانِ شام اور دربارِ یزید کے واقعات

س: یزید کا معمول کیا تھا؟

ج: یزید نے یہ معمول بنا لیا تھا کہ سید الشہداءؑ کے سر اقدس کو دربار میں طلب کرتا پھر مجلس شراب جماتا۔

س: بادشاہ روم کے نصرانی سفیر نے یزید کو کیا کہا؟

ج: یزید لہو ولعب میں مصروف تھا کہ اس وقت دربار میں بادشاہ روم کا ایک نصرانی سفیر بھی موجود تھا۔ اس نے یزید سے دریافت کیا: ھذا راس من ''یہ کس کا سر ہے؟'' یزید نے کہا: مالك ولھذا الراس ''تجھے اس سے کیا سروکار ہے؟'' سفیر نے کہا: جب میں لوٹ کر اپنے ملک جاتا ہوں تو بادشاہ مجھ سے

سب واقعات دریافت کرتا ہے اس لیے چاہتا ہوں کہ حقیقت حال معلوم کروں تاکہ تمہاری اس مسرت و شادمانی میں ہمارا بادشاہ بھی تمہارے ساتھ شریک ہو سکے۔

یزید نے کہاھذا راس حسینؑ بن علی بن ابی طالبؑ یہ حسینؑ بن علیؑ کا سر ہے۔

سفیر نے پوچھا: ومن امه" ان کی ماں کا نام کیا ہے؟

یزید نے کہا: فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ۔

یہ سنتے ہی نصرانی نے کہا: اف لك ولدينك لی دين احسن من دينكم۔ "اف ہے تم پر اور تمہارے دین پر! تمہارے دین سے تو ہمارا دین بہتر ہے۔ میرا باپ حضرت داؤد کے نواسوں میں سے ہے حالانکہ میرے اور حضرت داؤد کے درمیان ستر پشتوں کا فاصلہ ہے لیکن اس کے باوجود نصرانی لوگ محض یہ سمجھ کر کہ میں حضرت داؤد کا نواسہ ہوں اس قدر تکریم و تعظیم کرتے ہیں کہ میرے قدموں کی مٹی بطور تبرک حاصل کرتے ہیں۔ مگر تم اپنے نبی کی بیٹی کے فرزند کو قتل کرتے ہو حالانکہ تمہارے اور تمہارے رسولؐ کے درمیان تھوڑا فاصلہ ہے۔ تمہارا کیسا دین ہے؟

س: کیا سفیر روم نے یزید کو کوئی واقعہ بھی سنایا؟

ج: اس گفتگو کے بعد سفیر روم نے یزید سے کہا: کیا تجھے "کنیسۂ حافر" والے واقعہ کا علم ہے؟

یزید نے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ سفیر نے کہا: عمان اور چین کے درمیان ایک بہت بڑا عظیم الشان شہر ہے، جس میں نصرانی لوگ آباد ہیں۔ اس میں کئی کلیسے (گرجے) ہیں۔ ان میں سب سے بڑا کنیسۂ حافر ہے۔ اس کے محراب میں

سونے کا ایک ظرف لٹکا ہوا ہے جسے ریشم و دیبا سے آراستہ کیا گیا ہے۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ اس میں حضرت عیسیٰؑ کے سواری والے گدھے کی سم موجود ہے۔ ہر سال نصرانی لوگ اس کی زیارت کو جاتے ہیں۔ اس کے اردگرد طواف کرتے ہیں' اسے چومتے ہیں اور اس کے پاس کھڑے ہو کر خدا سے حاجتیں طلب کرتے ہیں۔

نصرانی تو اس سم کے بارے میں اس قدر اہتمام و احترام کرتے ہیں جسے وہ اپنے نبی کی سواری کے گدھے کا خیال کرتے ہیں' مگر تم اپنے نبیؐ کی دختر کے فرزند کو قتل کرتے ہو۔ خدا تم میں اور تمہارے دین میں برکت نہ دے۔

(س) کیا یزید نے اس کے قتل کا حکم دے دیا تھا؟

(ج) نصرانی کا یہ کلام سن کر یزید نے حکم دیا کہ اس کو قتل کر دو تا کہ واپس جا کر اپنے ملک میں مجھے ذلیل و خوار نہ کرے۔ جب نصرانی نے اپنے قتل کیے جانے کا حکم سنا تو اس نے یزید سے پوچھا: واقعاً مجھے قتل کرنا چاہتا ہے؟ یزید نے کہا: ہاں۔ سفیر نے کہا: تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے گزشتہ رات عالمِ خواب میں تمہارے نبیؐ کو دیکھا جو مجھ سے فرما رہے تھے: اے نصرانی! تو جنتی ہے؟ مجھے اس سے بڑا تعجب ہوا مگر اب راز کھل گیا ہے۔ اس لیے اشهد ان لا الٰه الا اللّٰه و ان محمد رسول اللّٰه۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبُود برحق نہیں اور حضرت محمدؐ اس کے رسول ہیں۔ اس کے بعد نصرانی سیدالشہداء کے سر مبارک کی طرف بڑھا اور اسے سینے سے لگا لیا اور رو رو کر اسے بوسے دینے لگا۔ اسی اثنا میں یزید کے حکم سے اسے شہید کر دیا گیا۔ (لہوف' ص ۱۷۲)

امام سجادؑ کی تسبیح

س: جب بیمارِ کربلا نے دربارِ شام میں تسبیح پڑھی تو یزید نے کیا کہا؟

ج: یزید امام زین العابدینؑ کے قتل کے بہانے تلاش کیا کرتا تھا۔ ایک بار امامؑ کو دربار میں بلایا اور مختلف موضوعات پر سلسلۂ گفتگو شروع کیا۔ مقصد یہ تھا کہ کسی طرح امامؑ کوئی ایسی بات کہہ دیں جس سے اس کے لیے ان کے قتل کا جواز پیدا ہو جائے۔ امامؑ اس کی باتوں کا جواب بھی دیے جاتے تھے اور دست مبارک میں چھوٹی سی تسبیح تھی، اسے بھی برابر پھیرتے جاتے تھے۔ یزید نے چلاّ کر کہا یہ کیا بات ہے؟ میں تم سے باتیں کر رہا ہوں مگر آپؑ مجھے جواب بھی دیتے ہیں اور ہاتھ میں تسبیح لیے ہوئے اسے بھی پھیرتے جاتے ہیں؟ امامؑ نے فرمایا مجھ سے میرے والد ماجد نے میرے جد بزرگوار کا یہ معمول نقل کیا ہے کہ جب وہ صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تھے تو کلام کرنے سے پہلے ہاتھ میں تسبیح لے کر اس کے دانوں کو پھیرتے جاتے تھے اور یہ دعا بھی پڑھتے جاتے تھے:

اللهم انی اصبحت اسبحك واحمدك اهلك واكبرك وامجدك بعذ دما ادير به سبعتي -

اس کے بعد اپنی ضروریات کے متعلق بات چیت کرتے...... اس طرح وہ بات بھی ان کی تسبیح ذکر ہوتی تھی اور یہ تسبیح صبح سے لے کر رات تک سونے تک ان کو (بلیات و آفات) سے محفوظ رکھتی تھی۔ اور جب رخت خواب پر تشریف لے جاتے تو پھر حسب سابق عمل کرتے۔ بعدازاں تسبیح کو زیر بالین رکھ دیتے۔ اس طرح نماز صبح تک یہ تسبیح ان کے اعمالِ صالحہ میں محسوب

ہوتی۔ میں بھی اپنے جدامجد کی اقتداء کرتے ہوئے ایسا ہی کیا کرتا ہوں۔
یزید نے امامؑ کا یہ جواب سن کر کہا: میں جب بھی تمہارے خاندان کے کسی آدمی سے کوئی بات کرتا ہوں تو وہ ایسا جواب دیتا ہے جس میں فلاح پوشیدہ ہوتی ہے۔ (تمقام، ص ۴۸۵)

س بتائیے منہال نے امام سجادؑ کو کہاں اور کیسے دیکھا؟

ج منہال بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک بار امام سجاد علیہ السلام کو دیکھا جب کہ وہ شام کے بازار میں گزر رہے تھے۔ اس وقت آپ کی حالت یہ تھی کہ عصا پر ٹیک لگا کر چل رہے تھے۔ ٹانگیں کمزور تھیں۔ پنڈلیوں سے خون جاری تھا۔ رنگت میں صفرت کا غلبہ تھا۔ یہ حالت دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ عرض کیا: کیف اصبحت یابن رسول اللہ، فرزندِ رسولؐ کس حالت میں صبح کی ہے؟ میرا سوال سن کر بیمار امامؑ رو پڑے۔ پھر فرمایا اے منہال! اس آدمی کی کیا حالت پوچھتے ہو جو یزید بن معاویہ کا قیدی ہو۔ جس کی مستورات نے پیٹ بھر کر غذا نہ کھائی ہو اور نہ ہی ان کے لیے سر ڈھانپنے کے لیے کپڑا موجود ہو اور دن رات گریہ و بکا سے دوچار ہو۔

پھر فرمایا! اے منہال، اس امت میں ہماری حالت وہی ہے جو آلِ فرعون میں بنی اسرائیل کی تھی۔ جو ان کے لڑکوں کو قتل کرتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے۔ تمام عرب عجمیوں کے سامنے فخر کرتے ہیں کہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عربی ہیں۔ پھر قریش تمام عربوں کے سامنے فخر کرتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا ان کے خاندان سے ہیں۔ مگر ہم اہل بیتؑ رسول کی حالت یہ ہے کہ ہمارے حقوق غصب کر لیے گئے۔ پھر قتل کیا گیا وطن سے بے وطن کر دیا گیا۔ جب بھی یزید ہمیں بلاتا ہے تو ہم یہی خیال کرتے ہیں کہ

اب وہ ہمیں قتل کر دے گا۔ (انوار نعمانیہ' ص ۳۴۰)

جنابِ سکینہ بنت الحسینؑ کا زندانِ شام میں خواب دیکھنا

س: جنابِ سکینہ نے کون سا خواب دیکھا؟

ج: جنابِ سکینہ بیان کرتی ہیں کہ ہمیں شام میں قیام کیے ابھی چوتھا روز تھا کہ میں روتے روتے بڑی دیر سے سوئی۔ سونے کے بعد میں نے ایک خواب دیکھا کہ پانچ نوری اونٹنیوں پر پانچ بزرگوار سوار اترے۔ حضرت آدم صفی اللہ' حضرت ابراہیم خلیل اللہ' حضرت موسیٰ کلیم اللہ' حضرت عیسیٰ روح اللہ اور حضرت محمدؐ حبیب اللہ اور پانچ ہی نوری عماریاں اتریں جن میں سے ایک جناب حوا اُم البشر' دوسری میں جناب آسیہ بنت مزاحم' تیسری میں جناب مریم بنت عمران' چوتھی میں جناب خدیجہ بنت خویلد اور پانچویں میں حضرت فاطمہ زہراؑ سوار تھیں۔ پہلے جنابِ سکینہ نے اپنے جدنامدار کی خدمت میں اپنے مصائب و آلام کا تذکرہ کیا اور اس کے بعد اپنی جدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔

بی بی فرماتی ہیں کہ میں نے ایک مستور کو ہودج میں دیکھا جس نے شدتِ غم سے اپنا ہاتھ سر پر رکھا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا یہ معظمہ کون ہے؟ تو مجھے بتایا گیا تمہاری جدہ ماجدہ فاطمہ زہراؑ ہیں۔ پس میں جلدی جلدی ان کی خدمت میں حاضر ہوئی اور جا کر سامنے کھڑی ہوگئی اور روتے ہوئے عرض کیا:

اے اماں! بخدا لوگوں نے ہمارے حق کا انکار کر دیا ہے۔ اے اماں! بخدا لوگوں نے ہماری جمعیت کو پراگندہ کر دیا ہے۔ اے اماں! بخدا لوگوں نے ہماری حرمت کا خیال نہ کیا۔ اے اماں! بخدا لوگوں نے ہمارے بابا حسینؑ کو

شہید کر دیا۔

میری داد و فریاد سن کر خاتونِ جنت نے مجھ سے فرمایا! اے سکینہ! خاموش ہو تو نے تو میرے قلب حزیں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ یہ دیکھو! تمہارے بابا حسینؑ کی قمیض ہے۔ جب تک میں اسے لے کر بارگاہ ایزدی میں پیش نہ ہوں اس وقت تک یہ مجھ سے علیحدہ نہیں ہو سکتی۔

ہندہ زوجہ یزید

(س) بتایئے ہندہ زوجہ یزید نے کیسا خواب دیکھا؟

(ج) اہل بیتؑ کے وارد دمشق ہونے کی چوتھی رات ہندہ نے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور فرشتے صف در صف زیارتِ حسینؑ کے لیے اتر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں السلام علیك یابن رسول الله۔ اسی اثنا میں آسمان سے ایک بادل زمین پر اترا جس سے چند بزرگ برآمد ہوئے......اور ان میں سے ایک بزرگ نے جو سفید رنگ اور قمر نما چہرہ والا تھا جس نے اپنے آپ کو حسینؑ کے سر مبارک پر گرا دیا اور ان کے لب و دندان کے بوسے لیتے ہوئے فرمایا! اے فرزند! ان لوگوں نے تجھے شہید کر دیا۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ تمہیں انہوں نے نہیں پہچانا؟ اور تجھے پانی پینے سے بھی روک دیا۔ اے فرزند میں تیرا نانا رسولؐ ہوں، یہ تیرے بابا علیؑ مرتضیٰ اور یہ تیرے بھائی حسنؑ اور تیرے چچا جعفر و عقیل اور یہ حمزہ و عباس ہیں۔ اسی طرح اپنے خاندان کے اور بھی بعض بزرگوں کے نام لیے۔ ہندہ کہتی ہے کہ یہ ماجرہ دیکھ کر میں گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔ سر حسینؑ کو دیکھا کہ اس پر نور برس رہا ہے۔ میں اٹھ کر یزید کو ڈھونڈنے لگی۔ اچانک دیکھا کہ ایک تاریک کمرے

میں دیوار کی طرف منہ کیے ہوئے کہہ رہا ہے۔۔۔۔۔۔ ولـلحسین؟ مجھے حسینؑ سے کیا سروکار تھا؟ ہندہ نے اپنا خواب بیان کیا مگر یزید سر جھکائے سنتا رہا اور کوئی جواب نہ دیا۔ (ناسخ' جلد ٦' ص ٣٥١)

س یزید کی زوجہ ہندہ دربارِ یزید میں کس وقت آئی؟

ج جب سید الشہداءؑ کا سر مبارک یزید کے محل کے دروازہ پر آویزاں کیا گیا اس کا علم ہندہ کو ہوا تو وہ سر ننگے اور ننگے پاؤں دربار میں آئی اور یزید سے کہا کہ جب مجلوہ س عام میں بیٹھا تھا:

یـا یـزیـد! اراس بن فاطمه بنت رسول اللّٰه ! مصلوب علی فناء بابی؟

اے یزید! کیا دختر رسول فاطمہ زہراؑ کے فرزند کا سر میرے گھر کے دروازہ پر لٹکایا جائے......؟؟

یزید نے فوراً اُٹھ کر اس کے سر پر پردہ ڈالا اور مصلحت وقت کے پیش نظر کہا: ہاں اے ہندہ! یہ سر حسینؑ ہی کا ہے۔ اے ہندہ! تم فرزند دختر رسولؐ پر خوب گریہ و بکا کرو۔ ابن زیاد نے جلدی سے کام لیا اور ان کو قتل کر دیا۔ خدا اسے قتل کرے۔ (عاشر بحار' ص ٢٤٣)

س ہندہ کس کی بیٹی تھی؟

ج عبداللہ بن عامر بن کریز کی۔

س کیا ہندہ یزید کی زوجہ بننے سے پہلے امامؑ مظلوم کی بھی زوجہ رہ چکی تھی؟

ج ہاں۔ (عاشر بحار' ص ٢٢٨)

س کیا یزید نے عمرو بن الحسنؑ کو اپنے بیٹے کے ساتھ کشتی لڑنے کے لیے دعوت

دی تھی؟

ج: ایک دفعہ امام سجادؑ کو دربارِ یزید میں بلایا گیا تو ان کے ساتھ عمرو بن الحسنؑ تھے جن کی عمر گیارہ برس تھی۔ یزید نے اپنے بیٹے خالد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: کیا تم اسی سے کشتی لڑو گے؟

شہزادہ نے جواب میں کہا: ویسے نہیں۔ ہاں اگر مقابلہ کرانے کا خیال ہے تو ایک چھری مجھے دے دو اور ایک اسے دو۔ پھر میں اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔

یزید کا قتلِ امامؑ کی سازش کرنا

س: یزید نے امام سجادؑ کے قتل کا ارادہ کیوں اور کیسے کیا تھا؟

ج: جب امام سجادؑ نے دربارِ یزید میں وہ خطبہ پڑھا جس میں اپنے حسب ونسب کا تذکرہ تھا تو یزید نے آتش حسد سے سیخ پا ہو کر اپنے ایک پولیس افسر کو حکم دیا کہ ان کو فلاں باغ میں لے جا کر قتل کر دے اور پھر وہیں دفن کر دے۔

س: کیا وہ آدمی امامؑ کو اس باغ میں لے گیا تھا؟

ج: ہاں۔ چنانچہ وہ شخص امامؑ کو اس باغ میں لے گیا اور قبر کھودنے لگا۔ سیدالساجدینؑ نے لمحات فرصت کو غنیمت سمجھتے ہوئے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ جب وہ قبر کھود چکا اور قتلِ امامؑ کا ارادہ کیا تو یکا یک ہوا سے ایک دست غیبی نمودار ہوا اور اسے ایک ایسا تھپڑ رسید کیا کہ وہ مدہوش ہو کر منہ کے بل گر پڑا۔ صرف ایک چیخ ماری اور پھر واصل جہنم ہو گیا۔

س: یزید سے یہ ماجرا کس نے بیان کیا؟

ج: اتفاق سے خالد بن یزید یہ وحشت ناک منظر دیکھ رہا تھا۔ اس نے واپس

جا کر یزید سے یہ تمام ماجرا بیان کیا۔ یزید نے حکم دیا کہ اس قبر میں اس شخص کو دفن کرا دو اور امامؑ کو چھوڑ دو۔ (تظلم الزہرا' ص ۲۷۶)

کیا سکینہ بنت الحسینؑ نے زندانِ شام میں وفات پائی

س: بتایئے ذاکرین اہل بیتؑ اور شعراء کرام جو جنابِ سکینہؑ کے مصائب پڑھتے ہیں کہ آپ نے زندانِ شام میں وفات پائی۔ کیا شیعہ معتبر کتب بھی ان کی تائید کرتی ہیں؟

ج: شیعہ کتب کے لحاظ سے حسینؑ کی بیٹی سکینہ زندانِ شام میں فوت نہیں ہوئیں۔ یہ ہمارے ذاکرین بغیر تحقیق کے سینہ بہ سینہ سنتے ہیں اور مصائب سکینہ پڑھتے ہیں بذاتِ خود تحقیق کم ہی کرتے ہیں۔

س: بتایئے سکینہ بنت الحسینؑ نے وفات کب پائی؟

ج: ۱۱۷ھ میں۔

س: کیا کوئی مظلوم کی بیٹی زندانِ شام میں بھی شہید ہوئی ہے؟

ج: بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حسینؑ کی ایک بیٹی تھی جس کا نام رقیہ تھا۔ اس نے زندانِ شام میں وفات پائی۔

س: اس بچی کی عمر کتنی تھی جس نے زندانِ شام میں وفات پائی؟

ج: تین سال۔

س: کیا ذاکرین پاکستان اسی بچی کو ہی تو جنابِ سکینہ کی طرف نسبت نہیں دیتے؟

ج: ذاکرین اپنی مجالس میں جس بچی کے شام کے زندان کے متعلق مصائب پڑھتے ہیں وہ رقیہ بنت الحسینؑ ہیں۔ اور ان کی قبر اقدس شام میں ہے۔ (اسرار الشہادت' ص ۵۳۳)

س: جو بچی زندانِ شام میں فوت ہوئی کیا مورخین نے رقیہ کے علاوہ بھی اس کا کوئی نام لکھا ہے؟

ج: زینب بنت الحسینؑ ہے۔ (ہدایات ناصریہ، ص ۵)

اسیرانِ اہل بیتؑ کتنا عرصہ زندانِ شام میں رہے

س: اسیرانِ اہل بیتؑ کتنا عرصہ زندانِ شام میں رہے۔ علماء کا اس کے متعلق کیا خیال ہے۔ وضاحت کریں؟

ج: علماء و مورخین کے درمیان اس سلسلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے جو درج ذیل ہے:

۱- صاحب روضۃ الشہداء اور صاحب منتخب الاحزان کا خیال تو یہ ہے کہ جب اسیران آل رسولؐ دربارِ یزید میں پیش ہوئے تو وہ ان کی خستہ حالت دیکھ کر اس قدر متاثر ہوا کہ اس وقت رہائی کا حکم دے دیا۔

۲- خوارزمی نے مقتل الحسینؑ (جلد۲، ص۷۴) میں یہ لکھا ہے کہ اسیرانِ آل محمدؐ کا صرف تین روز دمشق میں قیام رہا۔ اس اثناء میں امام حسینؑ پر گریہ و بکا کا سلسلہ جاری رہا۔

۳- (ارشاد شیخ مفید نے ص ۲۶۰) میں اس قدر لکھا ہے کہ شام میں چند یوم قیام رہا۔

۴- (کتاب شہید اعظم جناب ریاض بنارسی، ج ۲، ص ۴۱۹) میں لکھا ہے کہ اہل بیتؑ چھ دن تک دمشق میں رہے۔

۵- (عاشر بحار الانوار، ص ۲۴۳) میں یہ لکھا ہے کہ سات دن شام میں قیام رہا اور اس اثنا میں برابر امام حسینؑ پر نوحہ و ماتم ہوتا رہا اور

آٹھویں روز رہائی عمل میں آئی۔

۶- (امالی شیخ صدوق، ص ۱۰۱) میں یہ لکھا ہے کہ اسیرانِ آل رسولؐ کو ایک ایسے قیدخانہ میں (جو سردی و گرمی سے محفوظ نہ کرتا تھا) اتنے دن تک قید میں رکھا گیا کہ مخدرات کے چہرے جھلس گئے۔

۷- آقائے دربندی نے اسرار الشہادت، ص ۵۲۶ پر مذکورہ بالا واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ اگر ہم مدت قید کو مہینہ سے کم فرض کریں تو بیس یا پندرہ دن سے کم تو کسی طرح فرض نہیں کرسکتے۔ دلیل ان کی یہ ہے کہ اتنے دنوں سے پہلے چہروں کا جھلسنا ممکن نہیں ہے۔

۸- سید اجل ابن طاؤس نے کتاب اقبال میں یہ لکھا ہے کہ ایک ماہ تک سلسلہ قید و بند نے طول کھینچا۔

۹- سید طباطبائی نے حاشیہ ریاض المصائب پر مدت قید چالیس روز بتائی ہے۔

۱۰- کتاب سیرت زینبؑ، ص ۲۵۳ پر مدت چھ ماہ درج ہے۔

۱۱- اردو کی بعض کتب میں مدت قید ایک سال بھی ملتی ہے۔

س: کیا اسیرانِ اہل بیتؑ کی قید کے متعلق کسی معصوم کا صحیح روایت کے ساتھ قول ملتا ہے؟

ج: ہاں! روایت بصائر الدرجات، ص ۲۳۸ طبع ایران میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے اور یہ روایت امام زین العابدینؑ سے بھی مروی ہے کہ ہم مکمل دو دن زندانِ شام میں رہے پھر تیسرے دن یزید نے ہمیں بلا کر رہا کر دیا۔

س: علماءِ شیعہ میں سے زیادہ کس قول کو اہمیت دی جاتی ہے؟

ج: علماءِ شیعہ کے نزدیک زیادہ صحیح پانچواں قول ہے یعنی اسیرانِ اہل بیتؑ کا سات روز قیام شام میں رہا اور آٹھویں روز رہائی ہوئی۔

س: تیسرے، چوتھے اور چھٹے قول کو بھی اس مذکورہ بالا قول پر منطبق کر سکتے ہیں؟

ج: ہاں! یہ آٹھ روز اس طرح بنتے ہیں کہ یکم صفر کو اسیرانِ اہل بیتؑ کا قافلہ شہر شام اور پھر دربار میں وارد ہوا۔ تین دن قید میں رہے۔ تیسرے دن یزید نے رہائی کا حکم دیا اور مخدرات عصمت و طہارت کی خواہش پر تین روز تک خود یزید کے گھر میں سید الشہداء پر گریہ و بکاء اور مراسم عزا کا اظہار کیا گیا جس میں شام کی خواتین نے بھی برابر حصّہ لیا۔ (عاشر بحار، ص ۲۲۸)

اس طرح سات روز پورے ہو گئے اور آٹھویں دن مدینہ روانگی عمل میں آئی۔ ہم نے مندرجہ بالا سوال میں تیسرے، چوتھے اور چھٹے قول کا بھی اس پر منطبق ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ اس طرح کہ تیسرے قول میں چند یوم کی قید کا تذکرہ ہے۔ اب چند یوم کا انطباق آٹھ یوم پر بھی ہو سکتا ہے اور چوتھے قول میں چھ دن کا تذکرہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس میں داخلہ شام اور رہائی کے بعد والے دو دن شامل نہیں کیے گئے ورنہ وہی آٹھ یوم بن جاتے ہیں۔

باقی رہا چھٹا قول کہ اتنا عرصہ اسیرانِ اہل بیتؑ زندان میں رہے کہ مخدرات کے چہرے جھلس گئے۔ یہ بھی اس پر منطق ہوسکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گرمیوں کے موسم میں چہروں کے جھلسنے کے لیے بقول صاحب اسرار الشہادت پندرہ، بیس دن کی مدت ضروری نہیں ہے۔ یہ کیفیت دو تین روز تک بلکہ اس سے بھی کم عرصہ میں پیدا ہوسکتی ہے بالخصوص یہ ان مخدرات عصمت بیبیوں نے مصائب و شدائد جھیلے جنہوں نے کبھی دن کے وقت روضہ رسولؐ

کی زیارت بھی نہیں کی تھی۔ اگر صرف ایک دن کی دھوپ سے ان کی یہ کیفیت ہو جائے تو کوئی جائے تعجب نہیں ..... ؟؟

پانچویں قول کی صحت پر شواہد

س پانچویں قول کے صحیح اور باطل ہونے پر دلائل سے ثابت کریں؟

ج اس قول کے صحیح ہونے کی چند وجوہات ہیں:

وجہِ اول: اسے اخبار آئمہ اطہار اور اکثر ناقلین کی تائید حاصل ہے جب کہ دوسرے اقوال اس سے محروم ہیں۔

وجہِ دوم: اس سے زیادہ عرصہ تک مدت قید کا تسلیم کرنا...... علاوہ اس کے اس پر کوئی روایت دلالت نہیں کرتی...... خلافِ عقل بھی ہے کیونکہ مزید مدت تک ان کو قید میں رکھنا ملکی مفاد کے بھی خلاف تھا اس لیے کہ یزید کا یہ خیال غلط فہمی پر مبنی تھا کہ شہادتِ حسینؑ کے بعد مخدرات کی اس طرح تشہیر کر کے وہ اپنے تسلط و اقتدار کا لوہا دنیا سے منوا لے گا۔ اس کا خیال اہل بیتؑ کی پہلی پیشی پر غلط ثابت ہو گیا تھا۔ تاریخی احوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ جوں جوں لوگ حقیقت حال سے واقف ہو رہے تھے توں توں یزید کے خلاف نفرت پھیل رہی تھی اور یزید کے خلاف عوام الناس کے جذبات اُبھر رہے تھے۔ لہٰذا یزید نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اپنی حکومت کی سلامتی اس میں پائی کہ اہل بیتؑ کے ساتھ مدارات کے ساتھ پیش آئے اور ان کو جلد رہا کرے۔ لہٰذا اس نے ایسا ہی کیا کہ شہادتِ حسینؑ کی ذمہ داری ابن زیاد کے سر تھوپتے ہوئے جلد رہائی کے احکام جاری کیے۔

س ساتویں قول کے باطل ہونے پر آپ کے پاس کون سی دلیل ہے؟

ج: ساتویں قول پندرہ بیس دن والا ہے۔ یہ ان حضرات کا ذاتی خیال ہے جس کی بنیاد کسی مضبوط اساس پر قائم نہیں ہے۔

س: آٹھویں قول کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

ج: یہ ایک ماہ قید والا ہے۔ اس کی تائید بھی کسی روایت سے نہیں ہوتی۔

رہائی اہل بیتؑ اور اس کے اسباب

س: بتایئے اہل سنت کے علاوہ سعد الدین تفتازانی نے یزید کے متعلق کیا لکھا ہے؟

ج: حق یہ ہے کہ یزید کا قتل حسینؑ پر راضی اور خوش وخرم ہونا اور اس کا اہل بیتؑ رسولؐ کی توہین کرنا اس پر تواتر معنوی موجود ہے۔ ہم اس کے بے ایمان ہونے میں ذرہ بھر توقف نہیں کرتے...... خدا اس پر اور اس کے اعوان و انصار پر لعنت کرے۔ (شرح عقائد نسفی، ص ۱۸۱)

س: شہادتِ حسینؑ کے بعد خاندانِ رسولؐ کی توہین سے یزید کا ارادہ و مقصد کیا تھا؟

ج: شہادتِ حسینؑ کے بعد خاندانِ رسولؐ کی اس طرح توہین و تذلیل سے یزید کا ظاہری مقصد تھا کہ وہ اس طرح اس خانوادہ کے اثر ورسوخ کو ختم کر کے اہل عالم پر اپنی دھاک بٹھا سکے گا اور اس کا اقتدار مضبوط سے مضبوط تر ہو جائے گا۔

س: بتایئے یزید کے اس زعم باطل کو کس نے خاک میں ملیامیٹ کر دیا؟

ج: کربلا کی شیر دل خاتون نے اپنے خطبوں کے ذریعہ سے یزید کے ظلم وستم کو طشت از بام کر کے اس کے ایوانِ اقتدار کے ستونوں کو صرف ہلایا ہی نہیں بلکہ کھوکھلا کر دیا حتیٰ کہ ہر طرف اور اس کے اہل خانہ کی طرف سے بھی یزید پر

ملامت ہونے لگی۔

(س) بتایئے یزید نے قتلِ حسینؑ کی ذمہ داری ابن زیاد پر کیوں ڈالی؟

(ج) ملک میں انقلاب کے آثار نمودار ہونے لگے۔ خانہ جنگی کا شدید خطرہ پیدا ہوگیا۔ یزید کو ان بدلتے ہوئے حالات کی سنگینی کا پورا پورا احساس ہوگیا تھا۔ اس لیے ان حالات میں اس نے اپنی اور اپنی حکومت کی حفاظت و بقا اس میں دیکھی کہ شہادتِ حسینؑ کی ذمہ داری ابن زیاد پر ڈال کر اس سے اپنی برأت و بیزاری کا اظہار کرے اور اسیرانِ آل رسولؐ کی جلد رہائی کے احکام جاری کرے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

(س) یزید کی اس چالاکی پر اہل سنت کے عالم علامہ جلال الدین سیوطی نے کون سا تبصرہ کیا ہے؟

(ج) علامہ فرماتے ہیں کہ جب امام حسینؑ اور ان کے بھائی اور دیگر اعزا و انصار شہید ہو گئے اور ابن زیاد نے ان کے سر یزید کے پاس بھیج دیئے تو وہ پہلے تو ان کے قتل سے بہت خوش ہوا۔ پھر جب لوگوں نے اس کے فعل شنیع کی وجہ سے برا سمجھنا شروع کیا اور ان کو اس کا حق تھا کہ اسے برا سمجھیں۔ تب اس نے ندامت کا اظہار کیا۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۲۰۸، طبع جدید)

(س) بتایئے یزید کی اس چالاکی پر اہل سنت کے علام اور مورخ شہر ابن اثیر جزری نے کون سا تبصرہ کیا ہے؟

(ج) علامہ فرماتے ہیں کہ جب امام حسینؑ کا سر مبارک یزید کے پاس پہنچا تو اس کی نظر میں ابن زیاد کی وقعت اور بڑھ گئی اور جو کچھ اس نے کیا تھا اس نے یزید کو مسرور و شادکام کیا۔ چنانچہ اس نے اس کو انعام و اکرام سے بھی نوازا۔ لیکن ابھی بہت ہی تھوڑا وقت گزرا تھا کہ یزید کو یہ اطلاعیں ملنے لگیں کہ لوگ

اس کو برا سمجھنے لگے ہیں اور لوگ یزید پر لعنت اور سب وشتم کر رہے ہیں۔ اس لیے اب اس نے شہادتِ حسینؑ پر اپنی ندامت کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

میرا کیا نقصان ہوتا اگر میں اذیت برداشت کر لیتا اور حسینؑ کو یہاں اپنے پاس اپنے گھر میں رکھ لیتا اور وہ جو کچھ چاہتے ان کو کرنے دیتا۔ اگر چہ اس سے میرے اقتدار میں کمزوری پیدا ہو جاتی لیکن حق رسولؐ اور ان کی قرابت داری کی حفاظت و رعایت تو ہو جاتی۔ خدا لعنت کرے ابن مرجانہ پر جس نے ان کو مجبور کر کے قتل کر دیا۔ حالانکہ حسینؑ نے اس سے کہا تھا کہ مجھ سے آ کر صلح کی گفتگو کر لیں یا کسی سرحد کی طرف نکل جانے دیں مگر اس نے اس کی بات نہ مانی۔ اس طرح ان کو قتل کر کے مجھے مسلمانوں کی نگاہوں میں مبغوض بنا دیا اور میرے خلاف لوگوں کے دلوں میں دشمنی کا بیج بو کر مجھے ہر نیک و بد کی نظر میں برا بنا دیا۔ مجھ سے ابن مرجانہ کو کیا کد تھی؟ خدا اس پر لعنت کرے اور اسے قتل کرے۔

نوٹ: آج کچھ یزیدی وکلاء قتلِ حسینؑ کی ذمہ داری ابن زیاد پر ڈالتے ہیں اور یزید کو واقعہ کربلا سے خارج کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یزید کو اس واقعہ کا علم نہ تھا یا یزید نے ابن زیاد کو اہل بیتؑ کو قید کرنے کا کہا تھا...... شہید کرنے کا نہیں کہا تھا۔ من جملہ ان قطعی دلائل کے جو شہادتِ حسینؑ پر یزید کی رضامندی پر دلالت کرتے ہیں۔ ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر وہ اس بات پر راضی نہ تھا اور نہ ہی قتلِ حسینؑ کو جائز سمجھتا تھا بلکہ اس کے نزدیک یہ ابن زیاد کے طغیان و سرکشی کا نتیجہ تھا۔ پھر لازم تھا کہ اس سے انتظام و قصاص کا کوئی انتظام کرتا مگر اس کے متعلق تاریخ خاموش ہے بلکہ اس کے برعکس اس کو انعام و اکرام سے نوازا۔ بعد ازیں کون دشمن عقل اس کو باور کر سکتا ہے کہ یہ

سب کچھ یزید کے حکم اور اس کی رضامندی کے بغیر ہوا؟

س بتایئے یزید نے جب اپنی فوج سے پوچھا کہ حسینؑ کا قاتل کون ہے...... وہ کون یزیدی فوجی تھا جس نے کہا قاتلِ حسینؑ تو ہے؟

ج یزید نے بعض قائدین لشکر مثل شبت بن ربعی، شمر بن ذی الجوشن، سنان بن انس نخعی اور خولی بن یزید اصبحی وغیرہ کو دربار میں بلایا۔ پہلے شبت کو کہا کیا تو نے حسینؑ کو قتل کیا ہے؟ اور کیا میں نے تمہیں ان کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا؟ شبت نے کہا: میں نے ان کو قتل نہیں کیا۔ خدا ان کے قاتل پر لعنت کرے۔ یزید نے کہا: پھر کس نے ان کو قتل کیا ہے؟ شبت نے کہا: مصائب بن وہیبہ نے۔ یزید نے جب مصائب سے پوچھا کہ حسینؑ کو قتل تو نے کیا ہے؟ اس نے تیسرے آدمی پر ٹال دیا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے یزید ان لوگوں سے دریافت کرتا رہا اور وہ جواب میں یعنی برأت ظاہر کر کے دوسرے پر ٹالتے رہے۔ بالآخر نوبت قیس بن ربیع تک جا پہنچی۔ سب نے بالاتفاق اسے قاتل قرار دیا۔ یزید نے اس سے بھی وہی سوال کیا۔ قیس نے نفی میں جواب دیا۔ یزید نے قدرے برہم ہو کر کہا: وائے ہو تم پر! آخر کس نے انہیں قتل کیا ہے......؟؟ قیس نے کہا اگر مجھے امان دی جائے تو میں بتاتا ہوں کہ حسینؑ کا اصل قاتل کون ہے؟ یزید نے امان دی۔ قیس نے کہا: حسینؑ کو قتل نہیں کیا مگر اس شخص نے جس نے علَم جنگ بلند کیا اور لشکر پر لشکر روانہ کیا۔ یزید نے کہا وہ شخص کون ہے؟ قیس نے برجستہ جواب دیا: ''وہ تو ہے یزید''۔ اے یزید تو نے حسینؑ کو قتل کیا ہے۔ یزید یہ تلخ مگر مبنی برحقیقت جواب سن کر یہ کہتے ہوئے کہ ''مالی ولقتل الحسین'' محل سرا میں چلا گیا۔ (ناسخ التواریخ، ج ۶، ص ۳۵۲)

س جب یزید نے اسیرانِ اہل بیتؑ کی رہائی کا حکم دیا اور امام زین العابدینؑ کو بلایا تو اس وقت یزید نے امامؑ کو کیا کہا تھا؟

ج خدا ابن مرجانہ پر لعنت کرے۔ خدا کی قسم! اگر مجھ سے ان (حسینؑ) کا سامنا ہوتا جو کچھ چاہتے میں پورا کرتا۔ اور جہاں تک ممکن ہوتا ان کو قتل ہونے سے بچاتا اگرچہ مجھے اپنی بعض اولاد بھی موت کے منہ میں جھونکنی پڑتی۔ (ارشاد ص ۲۷۰)

س بتایئے رہائی کے وقت امام سجادؑ نے یزید سے کون سے سوال کیے؟

ج قیام دمشق کے درمیان جب امامؑ کو دربار میں بلایا جاتا تھا تو کسی وقت یزید نے کسی بات سے خوش ہو کر امامؑ کی تین حاجتیں پوری کرنے کا وعدہ کیا تھا۔

چنانچہ رہائی کے وقت یزید نے امامؑ سے کہا: اپنی حاجات ذکر کریں۔

امامؑ نے فرمایا!

پہلی حاجت تو یہ ہے کہ مجھے اپنے آقا و بابا حسین علیہ السلام کا سر مقدس دکھاؤ تا کہ میں زیارت کر سکوں۔

دوسری حاجت یہ ہے کہ جو ہمارا مال و اسباب لوٹا گیا ہے وہ واپس کر دیں۔

تیسری حاجت یہ ہے کہ اگر تو نے میرے قتل کا ارادہ کر لیا ہے تو کوئی (آمین) آدمی مقرر کرنا جو ان مستورات کو ان کے جدنامدار کے حرم میں پہنچا آئے۔

س بتایئے یزید نے امامؑ کو کون سا جواب دیا تھا؟

ج یزید نے کہا:

۱- یہاں تک آپ کے والد کے سر کا تعلق ہے آپ کبھی اسے دیکھ نہیں

سکیں گے۔

۲- اور یہاں تک تمہارے قتل کرنے کا تعلق ہے میں نے اس سے درگزر کیا ہے لہٰذا مستورات کو آپ خود ہی واپس ساتھ لے جائیں گے۔

۳- اور یہاں تک تمہارے مال و اسباب کا تعلق ہے میں اس کے عوض تمہیں کئی گنا زیادہ قیمت ادا کرتا ہوں۔

س بتایئے امام سجادؑ نے یزید کے مال کو قبول کر لیا تھا؟

ج امام نے فرمایا!

اے یزید...... ہمیں تمہارے مال کی ضرورت نہیں ہے۔ میرا مطالبہ تو یہی ہے کہ جو مال ہم سے چھینا گیا ہے وہی ہمیں واپس دے دیا جائے۔

س امامؑ نے اپنے کس لوٹے ہوئے مال کی واپسی پر زیادہ زور دیا تھا؟

ج حضرت فاطمہؑ بنت رسولؐ کا چوغہ مقنعہ، گلوبند اور ان کی قمیض ہے۔

س کیا یزید نے یہ مال سجادؑ کو واپس کر دیا تھا؟

ج ہاں۔

س بتایئے یزید نے بھی اپنی طرف سے کچھ دینار دیئے تھے؟

ج یزید نے اپنی طرف سے دوسو دینار بھی پیش کیے جو سخی ابن سخی نے اسی وقت فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیئے۔ (لہوف، ص ۱۷۵)

س بتایئے اسیرانِ آل محمدؐ کی رہائی کے وقت جب قاتلانِ حسینؑ نے (ان شدائد و مصائب کے عوض جو بتول زادیوں پر ڈھائے گئے) کچھ دینا چاہا تو بیبیوں نے اس وقت کیا کہا تھا؟

ج اسیرانِ آل محمدؐ کی رہائی کے وقت یزید نے اونٹوں پر شان دار محمل رکھائے

اور چمڑے کے قطعے اور ریشم کے کپڑے بچھا کر ان پر درہم و دینار کے ڈھیر لگا دیئے۔ پھر بوقت رخصت مخدرات کو بلا کر کہا: اے ام کلثوم! ان مصائب و شدائد کے عوض جو تم پر وارد ہوئے ہیں یہ مال و منال لے لو۔

جناب اُم کلثومؑ نے فرمایا! اے یزید! تو کتنا بے شرم و بے حیا ہے۔ میرے بھائی اور جملہ اہل بیتؑ کو قتل کرتا ہے اور پھر اس کے عوض مجھے مال دیتا ہے۔ خدا کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ (تظلم الزہرا' ص ۲۸۱)

نوٹ: قارئین کرام! آپ نے مندرجہ بالا عبارت میں دیکھا کہ یزید نے کتنی کمینگی کا اظہار کیا کہ رسولؐ زادیوں کو شہر بہ شہر' قریہ بہ قریہ' ملک بہ ملک' ظلم و تشدد' قتل و غارت' قید و بند کی صعوبتوں کے عوض میں سخی ابن سخی کی بہنوں کو چند کھوٹے سکوں پر راضی کر رہا ہے اور ساتھ آپ نے یہ بھی غور کیا ہوگا کہ دنیاوی لالچ ان کو دینے کی کوشش کی جا رہی ہے جنہوں نے دنیا کو روزِ اول سے ہی حقیر سمجھا۔ اس لیے کہ اس کائنات کی غرض خلقت تو یہ ہستیاں اللہ نے قرار دی ہیں۔

س بتایئے کتنے فوجیوں کے ہمراہ اسیرانِ اہل بیتؑ کو واپس مدینہ رسولؐ پہنچانے کا یزید نے اہتمام کیا؟

ج نعمان بن بشیر انصاری کو جن کی تعداد مورخ طبری کے مطابق تیس تھی...... حکم دیا کہ پسماندگان امامؑ کو احترام کے ساتھ مدینہ پہنچائیں۔ (طبری' جلد ۶' ص ۲۶۵)

اسیرانِ آلِ محمدؐ کا کربلا میں ورود

س بتایئے قافلہ حسینیؑ کے لوگوں نے یزیدی کور کمانڈروں سے کون سا مطالبہ کیا

تھا؟

ج: جب یہ اہل بیتؑ کا لٹا ہوا قافلہ سرزمین عراق کی سرحد پر پہنچا جہاں دو راہیہ تھا۔ ایک راستہ سیدھا مدینہ کو جاتا تھا اور دوسرا عراق کی جانب۔ تو انہوں نے راہبر سے فرمایا کہ ہمیں کربلا (عراق) کے راستہ سے لے چلو۔ چنانچہ حسب الحکم عراقی راستہ اختیار کیا گیا۔

س: بتائیے جب قافلہ کا ورود کربلا میں ہوا تو کون صحابی رسولؐ تھے جو زیارت حسینؑ کے لیے مدینے سے پہنچے تھے؟

ج: جب قافلہ مقتل گاہ میں پہنچا تو دیکھا کہ اسی وقت صحابی رسولؐ جابر بن عبداللہ انصاری اور کچھ ہاشمی آدمی قبر حسینؑ کی زیارت کے لیے مدینہ سے کربلا پہنچے ہیں۔

س: ابن طاؤس نے اس سلسلہ میں کون سا تبصرہ کیا ہے؟

ج: فرماتے ہیں کہ دونوں قافلے ایک ہی وقت میں بروز اربعین (چہلم امام حسینؑ) ۲۰ صفر وارد کربلا ہوئے اور انتہائی حزن و ملال اور گریہ و بکا کرتے ہوئے باہم ملاقات ہوئی۔ عزاداری امامؑ مظلوم بجا لائے اور اس علاقہ کی عورتیں بھی مظلوم کو پرسہ دینے کے لیے شریکِ غم ہو جاتی تھیں۔ (الدمعۃ الساکبہ، ص ۳۸۶)

س: بتائیے کربلا میں بہنوں (زینبؑ، کلثومؑ وغیرہ) نے کتنے دن بھائی مظلومِ حسینؑ کی صف ماتم بچھائی؟

ج: تین دن۔ (ریاض الاحزان، ص ۱۵۷)

تبصرہ: رہائی کے بعد واپسی پر اس قافلہ کا کربلا پہنچنا ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ شہادت امامؑ کے بعد ابن زیاد کا قاصد شام جائے پھر

وہاں سے حکم یزید لائے بعد ازاں اسیرانِ اہل بیتؑ کو شام بھیجا جائے۔ یعنی صرف چالیس دن میں یہ سب کچھ ہو جائے۔ یہ کیسے ممکن ہے......؟ اور بعض نے یہ کہا ہے کہ کربلا میں ورود اور جناب جابر سے ملاقات ایک سال کے بعد دوسری اربعین ۶۲ ھ کو ہوئی۔

ہم اس سے پہلے لکھ آئے ہیں کہ ۱۵ محرم کو سدھائے کبوتر یا تیز گام قاصد کے ذریعہ سے یزید کا پیغام ابن زیاد کے پاس پہنچ گیا تھا اور اسی روز اس نے اس لٹے ہوئے قافلہ کو شام کی طرف روانہ کر دیا تھا اور یکم صفر کو قریباً پندرہ یوم میں یہ قافلہ شام پہنچا۔ پھر زندان میں سات روز قیام کرنے کے بعد آٹھویں دن یعنی آٹھ صفر کو روانہ ہوا اور اس طرح بآسانی تقریباً بارہ روز میں یہ قافلہ شام پہنچ سکتا ہے۔

س: صاحب تظلم الزہراؑ نے ص ۲۸۷ پر کیا لکھا ہے؟

ج: آپ لکھتے ہیں کہ کوفہ سے شام تک تیز رو قاصد تین یوم میں پہنچ سکتا ہے خصوصاً جب کہ کسی غیر معمولی واقعہ کی اطلاع دینا ہو جیسے شہادت امامؑ مظلوم کی خبر۔

س: کس روز امام زین العابدینؑ نے زیارت سید الشہداءؑ کی تھی؟

ج: امام زین العابدینؑ نے اربعین کو جناب سید الشہداؑ کی زیارت کی تھی۔ اس روز سے زیارت حسینؑ کو علامات مومن میں داخل کر دیا گیا۔

س: امام حسن عسکریؑ نے علاماتِ مومن کتنی بتائی ہیں؟

ج: پانچ۔

س: وہ کون کون سی ہیں؟

ج: (شب و روز) میں اکیاون (۵۱) رکعت نماز پڑھنا، زیارت اربعین کرنا، نماز

میں بسم اللہ کو باآواز بلند پڑھنا' دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا' سجدہ خاک کربلا پر کرنا۔

اجڑی زینبؑ پھر مدینہ نبیؐ میں

س: بتایئے قافلہ حسینیؑ واپس مدینۃ النبیؐ میں کس مقام پر آ کر ٹھہرا؟

ج: نواسی رسولؐ نانا کے روضہ سے نانا کے دین کو زندہ و جاوید کرنے کے لیے نکلی۔ حسینیؑ گلشن اجاڑ کر بھائیوں کی لاشوں کو بے گوروکفن کربلا کی تپتی ہوئی ریت پر چھوڑ کر بے مقنعہ و چادر قوم اشقیاء کے لاکھوں کے تماشائی مجمع عام میں علیؑ کے لہجہ میں فاتحانہ خطاب کر کے یزید کی قیدیں نبھا کر حسینؑ کے بچے ہوئے اثاثہ کو لے کر واپس پھر مدینہ رسولؐ کے قریب پہنچی۔

س: بتایئے بیمارِ کربلا نے مدینہ رسولؐ کے باہر یتیمانِ حسینؑ کے خیمے نصب کر کے کس آدمی کو بلا کر کیا کہا تھا؟

ج: امام سجادؑ نے بشیر بن جزلم کو (جو پہرہ داروں میں شامل تھا) بلا کر فرمایا تھا کہ اے جذلم! خدا تیرے باپ پر رحم کرے وہ تو شاعر تھا کیا تم بھی شعر کہہ لیتے ہو؟

بشیر نے عرض کی: ہاں فرزندِ رسولؐ میں بھی شاعر ہوں۔

امامؑ نے فرمایا! مدینہ میں جاؤ اور اہل مدینہ کو کہو کہ اہل مدینہ سجادؑ پھوپھیوں' بہنوں کے ساتھ بابا کو شہید کرا کے' بڑی لمبی لمبی قید نبھا کے نانا کے دین کو تا روز قیامت زندہ و سلامت کر کے واپس مدینہ نبیؐ کے باہر بیٹھا ہے۔

س: بتایئے کیا بشیر مدینہ رسولؐ میں گیا؟

ج: بشیر گھوڑا پر سوار ہوا' اور گھوڑا دوڑاتا ہوا مدینہ میں داخل ہوا۔ جب مسجد نبوی

کے قریب پہنچا تو بلند آواز سے گریہ و بکا کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے:

یا اھل یثرب لامقام لکم بھا

قتل الحسینؑ فادمعی مداد

الجسم منہ بکربلاء مضرج

والرأس منہ علی القناۃ یداد

پھر میں نے کہا: اے مدینہ والو! یہ علیؑ بن الحسینؑ اپنی پھوپھی اور بہنوں کے ساتھ تمہارے قریب تشریف لا چکے ہیں میں تمہیں ان کی آمد کی اطلاع اور شہادتِ حسینؑ کی خبر دینے کے لیے آیا ہوں۔ بشیر بیان کرتا ہے کہ میرا یہ اعلان کرنا تھا کہ مدینہ کے اندر جس قدر مستورات تھیں وہ بے حجاب ہو کر کھلے سروں' رخساروں پر طمانچے مارتی ہوئیں اپنے اپنے گھروں سے نکل پڑیں اور مدینہ کے تمام مرد بھی گریہ و بکا کرتے ہوئے نکل پڑے۔ میں نے اس سے زیادہ کبھی گریہ و بکا ہوتے نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی وفات رسولؐ کے بعد مسلمانوں پر کوئی ایسا سخت دن نظر سے گزرا تھا۔

س: بتایئے نوحہ پڑھتی ہوئی ایک لڑکی نے بشیر سے کیا کہا؟

ج: اے خبر شہادت سنانے والے تو کون ہے؟ تو نے تو حضرت امام حسینؑ کی وجہ سے ہمارے ان زخموں کو تازہ کر دیا ہے جو ابھی مندمل نہیں ہوئے تھے......؟؟ میں نے کہا میں بشیر بن جذلم ہوں۔ مجھے میرے آقا علیؑ بن الحسینؑ نے بھیجا ہے جو فلاں جگہ پر حضرت ابوعبداللہ (حسینؑ) کے اہل و عیال سمیت موجود ہیں۔ میرا یہ جواب سن کر لوگوں نے مجھے وہاں چھوڑا......اور خود خدمت امام میں حاضر ہونے کے لیے دوڑ پڑے۔ میں بھی گھوڑے کو ایڑ لگا کر واپس پہنچا'

دیکھا کہ لوگوں کی اس قدر کثرت ہے کہ تل دھرنے کی جگہ نہیں۔ تمام راستے بند ہیں۔ چنانچہ گھوڑے سے اتر پڑا اور لوگوں کے اژدھام سے بمشکل گزرتا ہوا خیمہ امامؑ کے دروازہ پر پہنچا۔ اس وقت تک امامؑ خیمہ سے باہر تشریف نہیں لائے تھے۔ پس اچانک امامؑ اس حالت میں خیمہ سے برآمد ہوئے کہ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ہاتھ میں ایک رومال تھا جس سے آنسو پونچھتے جاتے تھے اور آنسو برابر بہہ رہے تھے۔ پیچھے پیچھے خادم کرسی اُٹھا کر لا رہا تھا۔ خادم نے کرسی رکھی۔ امامؑ بیمار اس پر بیٹھ گئے۔

س: لوگوں نے جب امامؑ کو اس حالت میں دیکھا تو پھر ان کی حالت کیسی تھی؟

ج: جب لوگوں کی نظر اس حال میں امامؑ سوگوار پر پڑی تو دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور رو رو کر چاروں طرف سے تعزیت مسنونہ پیش کرنے لگے۔ اس وقت اس قدر گریہ و بکا اور ماتم برپا ہوا کہ کانوں پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد امامؑ نے لوگوں کو ہاتھ سے اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ۔

س: بتایئے اس وقت امام سجادؑ نے کون سا خطبہ دیا؟

ج: امام زین العابدینؑ نے فرمایا!

سب تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جو یومِ جزا کا مالک اور تمام مخلوق کا خالق ہے۔ جو (ذات کے اعتبار سے) انتہائی بلند و بالا ہے اور (علم و دیگر صفات کے لحاظ سے) انتہائی نزدیک ہے۔ ہم مصائب و شدائد' نوائب جگر فگار' تکالیف جبر سوز' سخت مصیبت پر اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔

ایھا الناس...... خدا کا شکر ہے کہ اس نے عظیم مصائب وشدائد کے ساتھ ہماری آزمائش کی۔ اسلام کی دیوار میں شگاف پڑ گیا۔ جناب ابوعبداللہ

(الحسینؑ) اور ان کی عترت شہید کر دی گئی اور ان کی مستورات اور بچیوں کو شہید کر دیا گیا۔ اور ان کے سر مقدس کو نوکِ نیزہ پر بلند کر کے مختلف شہروں میں پھیرایا گیا اور یہ وہ عظیم مصیبت ہے جس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔

ایھا الناس...... تم میں سے وہ کون ہیں جو حسینؑ کی شہادت کے بعد خوش وخرم ہوں گے؟ اور وہ کون سی آنکھ ہے جو اس واقعہ پر آنسو بہانے میں بخل کرے گی؟ ان کی شہادت پر تو ساتوں آسمان (اپنی بلندیوں سمیت) سمندر اپنی موجوں کے ساتھ' آسمان اپنے ارکان کے ساتھ' زمین اپنے اطراف کے ساتھ' درخت اپنی ٹہنیوں کے ساتھ' مچھلیاں سمندر کی موجوں میں' تمام ملائکہ مقربین اور تمام اہل آسمان و زمین روئے ہیں۔

ایھا الناس...... وہ کون سا دل ہے جو آپؑ کی شہادت کی وجہ سے پھٹ نہ جائے گا؟ اور وہ کون سا دل ہے جو ان کی طرف نہیں کھنچے گا؟ اور وہ کون سا کان ہے جو اس اسلامی رخنہ کی خبر (غم اثر) سنے گا اور بہرہ نہ ہو جائے گا؟

ایھا الناس...... ہمیں اپنے وطن سے دُور کر دیا گیا۔ جمعیت کو پراگندہ کر دیا گیا...... اور ہمیں دیار و امسار سے دُور پھینک دیا گیا۔ گویا کہ ہم ترک و دیلم کی اولاد ہیں......؟ حالانکہ ہم نے نہ کسی جرم کا ارتکاب کیا تھا' نہ کسی ناپسندیدہ حرکت کا اور نہ اسلام میں کوئی رخنہ واقع کیا تھا۔ ہم نے تو اپنے بزرگوں کے متعلق بھی ایسی کوئی بات نہیں سنی۔

ایھا الناس...... خدا کی قسم! جس طرح پیغمبرؐ اسلام نے ان لوگوں کو ہمارے احترام و اعزاز کی وصیت فرمائی تھی اگر (اس کے برعکس) ان کو ہمارے ساتھ قتل و قتال کا حکم دیتے تو یہ اس سے زیادہ برا سلوک نہ کرتے جواب ہمارے ساتھ کیا ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

آہ! یہ مصیبت کس قدر عظیم، دردناک، تکلیف دہ ہے۔ ہمیں جو کچھ مصائب و شدائد پہنچے ہیں ہم ان کے عوض خداوند عالم سے اجر و ثواب کے امیدوار ہیں کیونکہ وہ غالب اور ظالموں سے انتقام لینے والا ہے۔

س: بتائیے وہ کون آدمی تھا جس نے امامؑ سے اپنی مجبوری کی وجہ (کربلا میں حاضر نہ ہونے کی) سے معافی طلب کی؟

ج: جناب صوحان بن صعصعہ بن صوحان نے بوجہ مرض زمین گیر ہو چکے تھے۔ نصرت امامؑ کا فریضہ ادا نہ کر سکنے پر معذرت پیش کی اور امامؑ نے ان کی معذرت کو شرف قبول بخشتے ہوئے ان کے والد کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

س: بتائیے یہ الفاظ اے نانا کے شہر ہمیں قبول نہ کرنا...... کیونکہ ہم بڑی مصیبتیں اور حسرتیں لے کر آئی ہیں...... کس بی بی کے الفاظ ہیں؟

ج: جنابِ اُم کلثومؑ کے۔

س: جب یہ قافلہ شہر میں داخل ہوا تو سب سے پہلے کہاں پہنچا؟

ج: جب یہ قافلہ مدینہ میں داخل ہوا تو پہلے پہل سیدھا مسجد نبویؐ اور روضۂ رسولؐ کے پاس پہنچا۔

س: بتائیے زینبؑ عالیہ نے مسجد نبویؐ کے دروازہ پر کیا کہا تھا؟

ج: اُم المصائب بی بی نے مسجد نبویؐ کے دروازہ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بلند آواز سے روتے ہوئے کہا! اے جد نامدار! میں آپ کے پاس اپنے بھائی حسینؑ کی خبر شہادت لائی ہوں۔

س: اس وقت اُم المصائب بی بی کی حالت کیسی تھی؟

ج اس وقت بی بی کی حالت یہ تھی۔ نہ تو آنکھوں سے آنسو تھمتے تھے اور نہ ہی گریہ و بکا اور نوحہ کرنے میں افاقہ ہوتا تھا۔ اس حالت میں جب بھی بی بی کی نظر امام زین العابدینؑ پر پڑتی تھی ان کے حزن و ملال میں اور اضافہ ہو جاتا تھا۔

س جنابِ اُم کلثومؑ نے قبر رسولؐ پر کھڑے ہو کر کیا کہا تھا؟

ج بی بی فرماتی ہیں:

السلام علیك یاجداه انی ناعیة الیك ولدك الحسین

اے نانا! آپؐ پر درود و سلام ہو۔ میں آپ کے فرزند حسینؑ کی خبر شہادت سنانے آئی ہوں۔

س بتایئے جناب سکینہ بنت الحسینؑ نے قبر رسول پر کیا کہا تھا؟

ج بی بی فرماتی ہیں! جد بزرگوار! جو کچھ ہم پر مصائب و آلام گزرے ہیں...... میں تیری بارگاہ میں شکایت کرتی ہوں۔

خدا کی قسم! میں نے یزید سے بڑھ کر کوئی قسی القلب اور کوئی کافر و مشرک اور شریر نہیں دیکھا...... اور نہ ہی اس سے زیادہ کوئی جفا کار دیکھا ہے۔ وہ اپنی چھڑی میرے بابا کے دندانِ مبارک پر مارتا تھا اور ساتھ ہی کہتا تھا: اے حسینؑ! بتاؤ اس حزب کو کیسا پاتے ہو......؟؟ (مقتل الحسین للمقرم، ص ۴۵۳)

س بتایئے ماتمِ حسینؑ، گریہ و بکا اور نوحہ و عزا مخدرات عصمت نے باقاعدہ کتنے دن برپا کیا؟

ج ۱۵ روز۔ (محاسن برقی، ج ۲، ص ۴۲۰)

س امام جعفر صادق علیہ السلام نے اہل بیتؑ کی کیفیت کیسے بیان فرمائی ہے؟

(ج) جب تک مختار نے عبیداللہ بن زیاد کا سر نہیں بھیجا اس وقت تک پورے پانچ سال زنان بنی ہاشم میں سے کسی عورت نے نہ خضاب لگایا تھا اور نہ تیل اور نہ ہی کسی نے آنکھ میں سرمہ لگایا تھا۔

(س) بتایئے امام جعفر صادق علیہ السلام نے شہادتِ حسینؑ کے بعد امام سجادؑ کی حزن و ملال والی کیفیت کیسے بیان فرمائی ہے؟

(ج) امامؑ نے فرمایا! سجادؑ اپنے بابا (کے مصائب) پر چالیس برس روئے۔ کیفیت یہ تھی کہ دن کو روزہ رکھتے تھے' رات بھر عبادت خدا کرتے۔ جب افطاری کا وقت ہوتا اور غلام روٹی پانی لاکر سامنے حاضر کرتا...... اور عرض کرتا! میرے آقا کھانا تناول فرمایئے تو آپؑ ارشاد فرماتے فرزند رسولؐ کو بھوکا شہید کیا گیا' فرزندِ رسولؐ کو پیاسا شہید کیا گیا۔ ان کلمات کا بار بار تکرار فرماتے اور ساتھ ہی اس قدر روتے کہ آنسوؤں سے کھانا تر ہو جاتا اور آنسو پانی میں مل جاتے۔ آپ کی یہی حالت رہی یہاں تک کہ بارگاہِ خداوندی میں تشریف لے گئے۔

(س) بتایئے امام سجادؑ کے غلام نے سجدہ کی حالت میں امامؑ کو کیسے پایا؟

(ج) ایک دفعہ امام سجادؑ صحرا کی طرف نکل گئے۔ آپؑ کے غلام کا بیان ہے کہ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا گیا دیکھا کہ آپ ایک پتھر کے اوپر سجدہ ریز ہیں اور بلند آواز سے گریہ و بکا فرما رہے ہیں۔ آپ کا چہرہ اور ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی ہے۔

میں نے عرض کیا: میرے آقا! کیا کبھی آپ کا حزن و ملال ختم نہ ہوگا اور گریہ و بکا کم نہ ہوگا؟

میرا سوال سن کر امامؑ نے فرمایا:

افسوس ہے تم پر یعقوب نبی! نبی اور نبی زادہ تھے۔ خدا نے ان کو بارہ فرزند عطا فرمائے تھے اور صرف ایک کو کچھ عرصہ کے لیے ان کی آنکھوں سے پوشیدہ کیا تھا...... اس کے غم میں بوجہ حزن سر سفید بسبب غم، کمر خمیدہ اور بوجہ گریہ بصارت ختم ہو گئی تھی حالانکہ ان کو یقین تھا کہ ان کا فرزند زندہ ہے......
مگر میں نے تو اپنی آنکھوں سے اپنے باپ، بھائی اور اپنے خانوادہ کے دوسرے سترہ شہیدوں کو مقتول حالت میں زمین پر پڑے دیکھا ہے۔ اس لیے میرا غم کیونکر ختم ہو سکتا ہے؟ اور میرا گریہ و بکاء کس طرح کم ہو سکتا ہے؟ (لہوف، ص ۱۹۰)

شہادت فرزندانِ مسلم

س: بتایئے ان شہزادوں کے نام کیا تھے؟

ج: ابراہیمؑ اور محمدؑ۔

س: بتایئے ان شہزادوں کا سلسلہ نسب کیا ہے؟

ج: مسلم بن عقیل کے چشم و چراغ تھے۔

س: کیا یہ شہزادے جناب مسلم کے ہمراہ کوفہ میں آئے تھے؟

ج: مشہور قول بین العلماء یہی ہے کہ یہ شہزادے امام علیہ السلام کے ہمراہ کربلا میں موجود تھے۔ آپ کی شہادت کے بعد گرفتار ہو کر قید ہوئے۔
لیکن تاریخ اعثم کوفی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جناب مسلم کے ہمراہ کوفہ آئے تھے اور جناب نے ان کو بوقت شہادت شریح قاضی کے سپرد کیا تھا۔ (ناسخ، جلد ۶، ص ۱۹۸)

س: بتایئے جب ان شہزادوں کو ابن زیاد کے دربار میں قید کر کے پیش کیا گیا تو

اس نے ان شہزادوں کے ساتھ کیسا سلوک کرنے کو کہا تھا؟

ج: اس نے داروغہ زندان کو بلا کر حکم دیا کہ ان کو قید میں ڈال دے اور ساتھ یہ تاکید بھی کر دی کہ نہ ان کو اچھی غذا کھلانا' اور نہ ہی ٹھنڈا پانی پلانا' جہاں تک ہو سکے ان پر مصائب وشدائد کرنا۔

س: آپ شہزادوں کے قید خانہ کے معمول سے واقف ہیں؟

ج: شہزادے دن کو روزے رکھتے تھے۔

س: شہزادوں نے آپس میں کون سا مشورہ کیا؟

ج: ایک روز ایک بھائی نے دوسرے بھائی سے کہا: برادر جان! ہماری مدت قید دراز ہوگئی ہے ڈر ہے کہ کہیں اس حال میں ہمارے قویٰ مضمحل اور زندگیاں ختم نہ ہو جائیں؟

لہٰذا جب شیخ (داروغہ) آئے تو کم از کم اسے اپنا نام ونسب اور پیغمبرؐ اسلام کے ساتھ اپنی قرابت کا اظہار تو کریں۔ شاید اس وجہ سے وہ ہمیں خورد ونوش اور رہائش میں کچھ سہولت بہم پہنچائے......؟؟ چنانچہ داروغہ معمول کے مطابق رات کو دو نان اور پانی کا ایک کوزہ لے کر آ گیا۔

س: شہزادوں اور داروغہ کے درمیان کوئی گفتگو بھی ہوئی؟

ج: چھوٹے شہزادے نے کہا:

یاشیخ هل تعرف محمدًا ،اے شیخ کیا تم جناب محمدؐ کو پہچانتے ہو؟

شیخ: **کیف لا اعرف محمدًا وهو نبیی** ، بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ میں محمدؐ کو نہ پہچانو حالانکہ وہ میرے پیغمبرؐ ہیں؟

شہزادہ: **افتعرف جعفر ابن ابی طالب** ؟ کیا تم جعفر بن ابی طالبؑ کو بھی

پہچانتے ہو؟

شیخ: میں جناب جعفرؑ کو کس طرح نہ پہچانوں حالانکہ خداوند قدوس نے ان کو دو پر عطا فرمائے جن کے ساتھ وہ ملائکہ جنت کے ساتھ جس طرح چاہتے ہیں پرواز کرتے ہیں۔

شہزاہ: افتعرف علی بن ابی طالبؑ، کیا تم علی بن ابی طالبؑ کو بھی پہچانتے ہو؟

شیخ: بھلا میں علیؑ کو کیونکر نہ پہچانوں حالانکہ وہ میرے نبیؐ کے ابن عم اور برادر ہیں۔

شہزادہ: اے شیخ ہم تیرے نبیؐ کی عترت ہیں یعنی ہم مسلم بن عقیل کے فرزند ہیں تو نہ ہمیں عمدہ غذا کھلاتا ہے نہ ٹھنڈا پانی پلاتا ہے اور ہماری قید کو سخت کرتا ہے۔

شیخ کا یہ سننا تھا کہ یہ کہتا ہوا شہزادوں کے قدموں پر گر پڑا۔ میری جان تم پر نثار۔ اے عترت مصطفیٰ یہ قید خانہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے جہاں چاہو تشریف لے جاؤ...... یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا اور راستہ دکھاتے ہوئے عرض کیا کہ رات کو چلنا اور دن کو کہیں چھپ جانا یہاں تک کہ خدا تمہاری کشائش کے اسباب مہیا فرمائے۔

س: بتایئے بوڑھی عورت سے شہزادوں کی کون سی گفتگو ہوئی؟

ج: شہزادوں نے قید خانہ سے نکل کر چلنا شروع کیا۔ جب غالباً دوسری رات کی تاریکی چھانے لگی تو شہزادے ایک دروازے پر کھڑی ہوئی ایک بوڑھی عورت کی طرف بڑھے اور فرمایا:

اے ضعیفہ! ہم دو صغیر السن مسافر بچے ہیں اور راستہ سے ناواقف......؟؟

رات کی تاریکی چھا گئی ہے۔ ہمیں آج اپنے ہاں مہمان ٹھہرا لے۔ صبح ہوتے ہی ہم اپنا راستہ پکڑیں گے۔

بڑھیا نے کہا: میرے عزیزو! تم یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟ میں نے تمام خوشبوئیں سونگھی ہیں...... لیکن تمہاری خوشبو سے بہتر کوئی خوشبو نہیں سونگھی......؟؟

شہزادوں نے کہا: ہم تیرے پیغمبرؐ کی ذریت ہیں بوجہ خوف قتل ابن زیاد کے قید خانہ سے بھاگ آئے ہیں!

س بتایئے ضعیفہ نے یتیمانِ آلِ رسولؐ کو کیا کہا؟

ج ضعیفہ نے کہا! میرا ایک فاسق و فاجر داماد ہے...... جو واقعہ کربلا میں لشکر ابن زیاد میں شامل تھا۔ مجھے اس سے اندیشہ ہے کہ وہ کہیں تمہیں یہاں دیکھ کر کوئی گزند نہ پہنچائے۔

شہزادوں نے کہا: اب رات تاریک ہے جب صبح ہوگی ہم اپنی راہ لیں گے۔ چنانچہ ضعیفہ شہزادوں کو اپنے گھر لے گئی۔ پھر آب و طعام لائی۔ شہزادوں نے جام نوش کیا جب سونے لگے تو چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی سے کہا: برادر جان! امید ہے کہ آج کی رات امن و امان سے گزرے گی۔ آیئے میں اپنی بانہیں آپ کے گلے میں ڈال دوں اور تم اپنی بانہیں میرے گلے میں ڈال دو۔ اور میں آپ کی خوشبو کو سونگھوں تم میری خوشبو کو سونگھو۔ قبل اس کے موت میرے اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دے۔

س **بتایئے جب ضعیفہ کا داماد آیا تو اس نے اس بڑھیا سے کیا دریافت کیا؟**

ج **شہزادے اسی حالت میں ایک دوسرے کے گلے میں بانہیں ڈال کر سو گئے۔ ابھی رات کا کچھ حصہ ہی گزرا تھا کہ اس ضعیفہ کے داماد نے دق الباب کیا۔ ضعیفہ نے دریافت کیا کون ہے؟**

ملعون نے کہا: میں فلاں ہوں۔

بڑھیا نے دریافت کیا اس وقت آنے کا سبب کیا ہے؟

فاسق نے کہا: جلدی دروازہ کھولو کہ شدت تھکاوٹ سے میری جان نکل رہی ہے اور دماغ ماؤف ہو رہا ہے۔

ضعیفہ نے پوچھا یہ تھکاوٹ کیسی ہے؟

ملعون نے کہا: عبیداللہ بن زیاد کے لشکر (قید خانہ) سے دو صغیر السن بچے بھاگ گئے ہیں۔ جو شخص ان میں سے ایک کا سر لائے گا اسے ایک ہزار اور جو دونوں کو لائے گا اسے دو ہزار درہم انعام دیا جائے گا اس لیے میں نے اس لالچ میں دن بھر بڑی تگ و دو کی مگر کچھ ہاتھ نہیں لگا۔

ضعیفہ نے کہا: اس بات سے ڈر کہ بروزِ قیامت محمد مصطفیٰؐ تیرے دشمن ہوں۔

فاسق نے کہا: میں یہ سب کچھ دنیا کے لیے کر رہا ہوں۔

ضعیفہ نے کہا: اس دنیا کو حاصل کر کے کیا کرو گے جب کہ آخرت میں ہاتھ نہ آئے......؟؟

اس نے اس رحم دل بڑھیا کا یہ جواب سن کر کہا تیرے اس ہمدردانہ جواب سے ظاہر ہے کہ تو ان بچوں کی حمایت کر رہی ہے۔ گویا تمہیں ان کا کچھ اتہ پتہ ہے۔ پھر کہا اُٹھو تمہیں حاکمِ کوفہ نے یاد کیا ہے۔

بڑھیا نے کہا مجھ سے حاکم کو کیا سروکار ہے......؟؟ میں ایک بوڑھی عورت ہوں جو اس صحرا میں رہتی ہوں۔ اس خبیث نے جھلا کر کہا دروازہ کھول دو تاکہ میں کچھ آرام و استراحت کرلوں۔

س بتایئے اس ملعون شخص کو شہزادوں کا کیسے علم ہوا؟

ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ ملعون کے کانوں میں شہزادوں کے سانس لینے کی بھنک پڑ گئی۔ چنانچہ وہ فوراً اٹھ بیٹھا اور اونٹ کی طرح بلبلاتا ہوا کمرے کی دیواروں کو ٹٹولنے لگا حتیٰ کہ اس کا نجس ہاتھ چھوٹے شہزادے کے پہلو پر جا لگا۔

شہزادہ نے گھبرا کر کہا: کون ہے؟

ملعون نے جواب دیا: میں تو صاحبِ منزل ہوں۔ البتہ تم بتاؤ تم کون ہو؟

اس وقت چھوٹے شہزادے نے بڑے شہزادے کو جگاتے ہوئے کہا: حبیب من! اٹھو بخدا ہم جس مصیبت سے ڈرتے تھے اسی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

ملعون نے پھر کہا: تم کون ہو؟

شہزادوں نے کہا: اے شیخ! اگر ہم تجھے صحیح حال بتا دیں تو کیا ہمارے لیے امان ہے؟

ملعون نے کہا: ہاں خدا اور رسولؐ کی امان ہے۔

خدا اور رسولؐ کے عہد و پیمان اور ذمہ داری پر شہزادوں نے اس امان کو مزید کرنے کے لیے فرمایا: (جناب رسولؐ خدا اس بات پر گواہ ہیں)

ملعون نے کہا: ہاں۔

پھر شہزادوں نے کہا: خدا ہماری گفتگو پر وکیل گواہ ہے؟

کہا: ہاں!

اس وقت شہزادوں نے کہا: اے شیخ ہم تیرے نبی محمدؐ کی عترت میں سے ہیں۔ خوفِ قتل کی وجہ سے ابن زیاد کی قید سے بھاگ آئے ہیں۔

ملعون نے کہا کہ تم موت کے ڈر سے بھاگے ہو اور موت کے چنگل میں پھنس گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ جس نے مجھے اپنے مقصد میں کامیاب کیا۔ پھر اُٹھا اور شہزادوں کے ہاتھ پس پشت باندھ دیئے۔

س بتائیے شہزادے ساری رات اسی طرح تڑپتے رہے؟

ج شہزادوں نے اسی حالت میں تڑپ تڑپ کر رات گزاری۔ جب صبح ہوئی تو اس نے اپنے سیاہ فام فلیح نامی غلام کو حکم دیا ان شہزادوں کو فرات کے کنارے قتل کر دو اور ان کے سر میرے سامنے لاؤ تا کہ میں ابن زیاد کے سامنے دو ہزار درہم کا انعام حاصل کروں۔ چنانچہ وہ غلام شہزادوں کے ساتھ فرات کی طرف روانہ ہوا۔

س کیا راستہ میں شہزادوں نے اس غلام کو اپنے نانا کے موذن سے مشابہت دی تھی؟

ج شہزادوں نے کہا! اے سیاہ فام! تیری شکل ہمارے نانا کے موذن سے ملتی ہے۔

غلام نے کہا: میرے آقا نے تمہیں قتل کرنے کا حکم دیا ہے تم یہ بتاؤ تم کون ہو؟

شہزادوں نے کہا! اے سیاہ فام! ہم تیرے نبیؐ کی عترت ہیں۔ ہم ابن زیاد کی قید سے بھاگ کر تمہاری اس ضعیفہ کے ہاں مہمان ٹھہرے۔ اب تمہارا آقا ہمیں قتل کرانا چاہتا ہے۔ جب غلام کو شہزادوں کا حسب ونسب معلوم ہوا تو شہزادوں کے قدموں پر گر پڑا اور قدموں پر بوسہ دیتے ہوئے کہا: میری جان تم پر قربان بخدا ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا کہ بروزِ قیامت جناب رسولؐ خدا میرے دشمن ہوں۔

س بتائیے اس ملعون کے غلام نے اس کے بعد کیا کیا؟

ج اس نے تلوار ہاتھ سے پھینک دی' اور اپنے آپ کو نہر فرات میں ڈال دیا۔ تیر کر دوسری جانب چلا گیا۔ ملعون نے یہ منظر دیکھ کر اسے کہا: اے غلام تو نے

میری نافرمانی کی ہے۔ غلام نے جواب دیا جب تک تو نے خدا کی نافرمانی نہیں کی اس وقت تک میں نے تیری فرمانبرداری کی ہے اب تو خدا کی معصیت کر رہا ہے تو میں دنیا و آخرت میں اب تجھ سے بیزار ہوں۔ پھر اس ملعون نے اپنے بیٹے کو بلا کر کہا...... دیکھو بیٹا! میں دنیا کا حلال و حرام تیرے ہی لیے جمع کر رہا ہوں۔ جاؤ! نہر فرات کے کنارے ان بچوں کو قتل کر کے ان کے سر میرے سامنے لاؤ تا کہ میں ابن زیاد سے انعام حاصل کروں۔

(س) کیا اس کے بیٹے سے بھی شہزادوں کی گفتگو ہوئی؟

(ج) اس کے بیٹے نے ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے ابھی تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ ایک شہزادہ نے کہا اے نوجوان مجھے تیری اس بھرپور جوانی کا خطرہ ہے کہ کس طرح آتش جہنم میں جلے گی۔ شہزادہ کا یہ کلام سن کر نوجوان نے دریافت کیا تم کون ہو؟

شہزادوں نے جواب دیا کہ ہم تیرے نبیؐ کی عترت ہیں۔ تمہارا والد ہمیں قتل کرنا چاہتا ہے۔ یہ سننا تھا کہ وہ نوجوان شہزادوں کے قدموں پر گر گیا۔

(س) بتائیے شہزادوں کے تعارف کے بعد اس نے کون سا راستہ اپنایا؟

(ج) اس کے بیٹے نے وہی کلمات دہرائے جو قبل ازیں سیاہ فام غلام نے کہے تھے۔ پھر تلوار پھینک کر دریا کے اس پار چلا گیا۔ ملعون نے کہا: بیٹا تو نے بھی میری نافرمانی کی ہے۔

جوان نے کہا! اگر خدا کی فرمانبرداری کروں اور تمہاری نافرمانی تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تمہاری فرمانبرداری نہ کروں اور خدا کی فرمانی! اس وقت ملعون نے غصہ میں کہا میرے سوا تمہیں اور کوئی قتل نہیں کرے گا؟

(س) شہزادوں نے جب اس کو تلوار اٹھائے ہوئے دیکھا تو انہوں نے اس ملعون کو

کیا کہا تھا؟

ج شہزادے نے کہا! اے شیخ ہمیں زندہ لے جا کر بازار میں فروخت کر دے اور ہماری قیمت سے فائدہ حاصل کر...... ہمیں قتل کر کے محمد مصطفیٰ کو بروزِ قیامت اپنا دشمن نہ بنا......؟؟

ملعون: نہیں! میں تو تمہیں ضرور قتل ہی کروں گا اور تمہارے سر ابن زیاد کے پاس پہنچا کر انعام میں دو ہزار درہم حاصل کروں گا۔

شہزادہ: اے شیخ! کیا تو ہماری قرابت رسولؐ کا بھی کوئی خیال نہیں کرتا؟

ملعون: تمہیں رسولؐ سے کوئی قرابت نہیں ہے۔

شہزادہ: اے شیخ! ہمیں زندہ ابن زیاد کے پاس لے چلو تا کہ وہ ہمارے متعلق مناسب فیصلہ کرے۔

ملعون: ایسا بھی نہیں ہو سکتا میں تو تمہارا خون بہا کر ہی ابن زیاد کا تقرب حاصل کروں گا۔

شہزادہ: اے شیخ! کیا تو ہماری صغرسنی پر بھی رحم نہیں کرتا؟

ملعون: تمہارے بارے میں خدا نے میرے دل میں رحم پیدا ہی نہیں کیا۔

شہزادہ: اے شیخ! اگر ہمیں ضرور قتل ہی کرنا ہے تو ہمیں چند رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دے دو۔

ملعون: اگر نماز تمہیں کوئی فائدہ دیتی ہے تو جس قدر چاہو پڑھو۔

س کیا ملعون نے نماز کے بعد شہزادوں کو شہید کر دیا؟

ج شہزادوں نے چار چار رکعت نماز پڑھی۔ پھر آسمان کی طرف نگاہیں بلند کر کے بارگاہِ رب العالمین میں عرض کیا:

یاحیی یاحلیم یا احکم الحاکمین احکم بیننا وبینہ بالحق

اے حی وحلیم...... اے احکم الحاکمین! تو ہمارے اور اس کے درمیان برحق فیصلہ فرما۔ جب شہزادے دعا سے فارغ ہوئے تو ملعون بڑے شہزادے کی طرف بڑھا اور ان کی گردن اڑا دی۔ چھوٹا شہزادہ بڑے بھائی کے خون سے رنگین ہونے لگا اور کہا! میں رسولؐ خدا کی خدمت میں اپنے بھائی کے خون میں نہایا ہوا جاؤں گا۔ ملعون نے تلوار کا ایک وار کر کے ان کا سر بھی تن سے جدا کر دیا۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

س: کیا اس ملعون نے رسولؐ زادوں کی لاشوں کو دفن کر دیا؟

ج: نہیں! اس ملعون نے ان شہزادوں کی لاشہائے مقدسہ کو دریا میں پھینک دیا جبکہ ان سے خون ٹپک رہا تھا۔

س: بتایئے یہ ملعون رسولؐ زادوں کے سروں کو کہاں لے کر گیا؟

ج: مظلوموں کے سروں کو لے کر سیدھا ابن زیاد کے دربار میں لے کر گیا۔

س: جب ابن زیاد نے رسولؐ زادوں کے سروں کو دیکھا تو اس وقت اس کی حالت کیسی تھی؟

ج: اس وقت ابن زیاد کرسی پر بیٹھا ہوا تھا' ہاتھ میں چھڑی تھی۔ جب ملعون نے اس کے سامنے سر پیش کیے تو ابن زیاد جیسا ظالم و فاسق شخص سروں کو دیکھتے ہی تین بار اُٹھا اور بیٹھا۔ پھر اس ملعون کو مخاطب کر کے دریافت کیا۔

ابن زیاد:...... افسوس ہے تجھ پر تو نے ان کو کہاں پایا؟

ملعون:...... ہماری ایک بڑھیا نے ان کو مہمان ٹھہرایا تھا۔

ابن زیاد:...... پھر تو نے حق مہمانی کا خیال بھی نہ کیا؟

ملعون نے نفی میں جواب دیا

ابن زیاد:......شہزادوں نے تمہیں کچھ کہا بھی تھا؟

ملعون:...... ہاں کہا تھا کہ ہمیں بازار میں جا کر فروخت کر دو اور ہماری قیمت سے فائدہ اٹھاؤ۔

ابن زیاد:...... پھر تو نے انہیں کیا کہا تھا؟

ملعون:...... میں نے کہا ایسا نہیں ہوسکتا۔ میں تو تمہیں قتل کر کے تمہارے سر ابن زیاد کے پاس لے جاؤں گا تا کہ دو ہزار کا انعام حاصل کروں۔

ابن زیاد:......اور کیا کہا تھا؟

ملعون:...... اور کہا تھا کہ ہمیں زندہ ابن زیاد کے پاس لے جا تا کہ وہ جو چاہے ہمارے متعلق فیصلہ کرے۔

ابن زیاد:......تو نے انہیں کیا جواب دیا؟

ملعون:...... میں نے انہیں کہا تھا میں تمہارے قتل کے ذریعہ اس کا تقرب حاصل کروں گا۔

ابن زیاد:...... اگر تو ان کو زندہ میرے پاس لاتا تو میں یہ انعام دوگنا کر کے تجھے چار ہزار درہم دیتا۔ اچھا یہ بتاؤ پھر انہوں نے کچھ اور بھی کہا تھا؟

ملعون:......کہا تھا ہماری قرابت داری رسولؐ کا لحاظ کر۔

ابن زیاد:......تو نے کیا کہا تھا؟

ملعون:......میں نے کہا تھا تمہیں رسولؐ سے کوئی قرابت داری نہیں۔

ابن زیاد:......اور بھی کچھ کہا تھا؟

ملعون:...... ہاں کہا تھا کہ ہماری صغر سنی پر رحم کرو۔

ابن زیاد:...... پھر تو نے ان پر رحم نہ کیا؟

ملعون:......میں نے کہا تھا تمہارے متعلق خدا نے میرے دل میں رحم پیدا ہی نہیں کیا۔

ابن زیاد:......کیا کچھ اور بھی کہا تھا؟

ملعون:...... ہاں یہ کہا تھا کہ ہمیں چند رکعت نماز پڑھنے دے۔

ابن زیاد:......نماز کے بعد بھی کچھ کہا تھا؟

ملعون:...... ہاں! آسمان کی طرف نگاہیں بلند کر کے یہ دعا پڑھی تھی (یاحیی یاحلیم احکم الحاکمین......)

س: بتائیے اس کے بعد ابن زیاد نے اس ملعون کے متعلق کیا کہا تھا؟

ج: ابن زیاد: ''احکم الحاکمین'' نے تمہارا فیصلہ کر دیا ہے۔ پھر بآواز بلند کہا: ''من للفاسق''؟ کوئی ہے جو اس فاسق کا کام تمام کرے......؟؟

س: اس ملعون کو قتل کرنے کے لیے کون اُٹھا؟

ج: ابن زیاد کے اس حکم پر ایک شامی اٹھا اور کہا میں حاضر ہوں۔ ابن زیاد نے کہا اسے اسی جگہ لے جاؤ جہاں اس نے شہزادوں کو قتل کیا تھا۔ وہاں اسے قتل کرو مگر خیال رکھنا اس کا نجس خون ان سے نہ ملنے پائے اور جلدی اس کا سر قلم کر کے میرے پاس لاؤ۔ شامی نے حکم کی تعمیل کی اور اس کا سر قلم کر کے لایا۔ پھر اسے نوکِ سنان پر بلند کیا گیا۔ کوفہ کے اطفال خورد وسال اسے پتھر مارتے اور کہتے تھے: ھذا قاتل ذریة رسولؐ الله (یہ ذریت رسولؐ کا قاتل ہے)(امالی شیخ صدوق، ص ۱۵)

اسیرانِ آلِ رسولؑ کا تعارف

علیؑ بن الحسینؑ

س: بتایئے امام زین العابدینؑ کا اصل نام کیا ہے؟

ج: علیؑ بن الحسینؑ۔

س: آپؑ کے مشہور القاب کون سے تھے؟

ج: زین العابدینؑ اور سید سجادؑ۔

س: آپؑ کی ولادت باسعادت کب ہوئی؟

ج: آپؑ کی ولادت مدینہ میں ۲۵ جمادی الاولی ۳۸ھ میں واقع ہوئی۔

س: آپؑ کی والدہ کا نام کیا تھا؟

ج: حضرت ''شہربانو'' یعنی آپ کی والدہ گرامی یزدجرد آخری بادشاہ ایران کی بیٹی تھیں۔

س: بتایئے جب آپؑ کے دادا حضرت علیؑ کی شہادت ہوئی اس وقت آپؑ کی عمر کتنی تھی؟

ج: آپؑ ابھی تین سال کے بھی نہیں ہوئے تھے کہ ۲۱ رمضان ۴۰ھ کو علیؑ ابن ابی طالبؑ کی شہادت واقع ہوئی۔

س: بتایئے اس وقت آپؑ کی عمر مبارک کتنی تھی جب آپؑ کے چچا حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو زہر دے کر شہید کر دیا گیا تھا؟

ج آپ ابھی بارہ سال کے نہ ہوئے تھے کہ آپ کے چچا ۲۸ صفر ۵۰ ھ میں شہید کردیئے گئے۔

س جب آپؑ اپنے بابا کے ساتھ اسلام کی سربلندی کے لیے عراق روانہ ہوئے اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟

ج اس وقت آپؑ کی عمر ۲۲ سال تھی۔

س بتایئے سجادؑ بیمار کب ہوئے؟

ج آپؑ کے بیمار ہونے کی صحیح اطلاع تاریخ اسلام سے معلوم نہیں ہوسکی۔ البتہ آپ روز عاشورہ اتنے بیمار تھے کہ جہاد میں شرکت نہ کرسکے۔

س بتایئے آپ دن اور رات میں کتنی رکعت نماز پڑھتے تھے؟

ج آپ دن اور رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ اسی حالت میں آپؑ نے جہانِ فانی سے رحلت فرمائی۔

س بتایئے وضو کرتے وقت آپؑ کے چہرہ کا رنگ کیسا اور کیوں تبدیل ہوجاتا تھا؟

ج امامؑ جب وضو کرتے تھے تو آپؑ کا رنگ پیلا ہوجاتا تھا۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو آپؑ نے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے والا ہوں......؟

س ابن شہاب زہری نے آپؑ کے متعلق کیا کہا ہے؟

ج میں نے علیؑ بن الحسینؑ سے افضل کوئی ہاشمی نہیں دیکھا۔ (فصول، ص ۱۸۵)

س سعد بن مسیب تابعی کا کیا قول ہے؟

ج میں نے امام زین العابدینؑ سے زیادہ کوئی پرہیزگار نہیں دیکھا۔ (نورالابصار، ص ۱۳۹)

س بتایئے آپؑ کی شہادت کس تاریخ کو ہوئی؟

ج آپ ۲۵ محرام الحرام ۹۵ھ میں شہید ہوئے۔

س شہادت کے وقت آپؑ کی عمر کتنی تھی؟

ج ۵۷ سال۔

س آپ نے کس طرح جامِ شہادت نوش فرمایا؟

ج آپؑ کو زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔

س آپؑ کو زہر کس نے دی؟

ج آپؑ کو ولید بن عبدالملک نے زہر دی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے اور اپنے چچا حسنؑ کی قبر کے پاس دفن ہوئے۔

س بتایئے آپؑ کی مناجات اور دعاؤں کی مجموعہ کا نام کیا ہے؟

ج ''صحیفہ کاملہ'' اس کو ''زبور آل محمدؐ'' کے نام سے یاد بھی کیا جاتا ہے۔

زینبؑ بنت علیؑ

س بتایئے جنابِ زینبؑ کے والد اور والدہ کا نام کیا تھا؟

ج آپ حضرت علیؑ بن ابی طالب اور جنابِ فاطمہؑ بنت محمد مصطفیٰؐ کی بڑی بیٹی اور پیغمبر اسلامؐ کی بڑی نواسی تھیں۔

س آپؑ کی ولادت باسعادت کس سنہ میں ہوئی؟

ج آپؑ کی ولادت باسعادت ۲۵ جمادی الاول ۵ھ میں ہوئی۔ (الفصول المہمہ، ص ۱۹۷)

س آپؑ امام حسین علیہ السلام سے کتنی چھوٹی تھیں؟

ج آپؑ جناب صدیقہ کبریٰ کی بڑی صاحبزادی اور امام حسینؑ علیہ السلام سے قریباً دو سال چھوٹی تھیں۔

س بتایئے آپؑ کا نام زینبؑ کس نے اور کیوں رکھا؟

ج آپ کی ولادت کے بعد جناب زہراؑ آپ کو جناب امیرالمومنینؑ کی خدمت میں لائیں اور عرض کیا: ان کا نام تجویز فرمایئے؟

آپؑ نے فرمایا! زہراؑ میں رسولؐ خدا پر کس طرح سبقت لے سکتا ہوں؟ اسی وقت حضورؐ کسی سفر پر تشریف لے گئے تھے۔ جب واپس آئے اور ان کی خدمت میں نام تجویز کرنے کی درخواست پیش کی گئی تو آپؐ نے فرمایا میں خداوند پر کس طرح سبقت لے سکتا ہوں اور اسی وقت جبرائیل امینؑ نازل ہوئے اور پروردگار عالم کی طرف سے تحفہ درود و سلام کے بعد کہا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے کہ اس مولودہ کا نام زینبؑ رکھ دیجیے کہ خدا نے ان کے لیے یہی نام تجویز کیا ہے۔ پھر جبرئیلؑ نے ان مصائب و آلام کی خبر دی جو اس مخدرہ پر وارد ہونے والے تھے۔ حضورؐ نواسی کے مصائب سن کر برداشت نہ کر سکے اور آپ کی ریش مبارک غم زینبؑ میں آنسوؤں سے تر ہوگئی۔

آپؐ نے فرمایا! جو میری اس بیٹی کی مصیبت پر روئے گا وہ اجر وثواب میں اس کے بھائی حسنؑ وحسینؑ کے مصائب پر رونے والے کی مانند ہوگا۔
(زینب الکبریٰ، ص ۲۱)

س بتایئے آپؑ کے القاب کتنے اور کون کون سے ہیں؟

ج جناب زینبؑ کے بہت سے القاب ہیں جن میں زیادہ مشہور یہ ہیں: صدیقہ صغریٰ، عقیلہ بنی ہاشم، عالمہ غیر معلمہ، عابدہ آل علیؑ، شریکۃ الحسینؑ۔

س آپ کی شادی کس سے ہوئی؟

ج مولائے کائنات نے آپ کی شادی اپنے حقیقی بھتیجے عبداللہ بن جعفر کے ساتھ کی۔

س بتائیے جناب امام زین العابدینؑ نے اپنی پھوپھی کو کن القاب سے پکارا؟

ج آپؑ کے وقت کے امامؑ نے ''عالمہ غیر معلّمہ اور فہمہ غیر مفہمہ'' کے لقب جنابِ زینبؑ کو دیئے ہیں۔ امامؑ کے اس کلامِ وحی سے واضح ہوتا ہے کہ صدیقہ صغریٰ علم لدنی کی مالک تھیں۔ امامؑ ان القابات سے شریکۃ الحسینؑ کو کیوں نہ پکارتے......؟ جس کے نانا جناب رسولؐ خدا اور بابا علیؑ مرتضٰی والدہ ماجدہ فاطمہ زہراؑ اور ایک بھائی حسنؑ مجتبٰی اور دوسرے سید الشہداءؑ ہوں۔

س بتائیے رازق الخیری نے آپؑ کی ذات اقدس کے متعلق کس قسم کے ریمارکس دیئے ہیں؟

ج رازق الخیری نے لکھا ہے: ایثار اور قربانی اور دانش مندی، استقامت و استقلال صداقت اور جرأت تواضع اور مہمان نوازی، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت، خلق و کرم، سادگی و پاکیزگی۔ ان تمام صفات کا بی بی میں جمع ہوجانا نہ صرف اثر تھا ان کے بزرگوں کے خون کا جوان کی رگوں میں دوڑ رہا تھا بلکہ فیض تھا اور ماحول اور محبت کا جس میں انہوں نے آنکھ کھولی۔ پھر اس محترمہ و مقدسہ ماں کی تربیت کا اثر ہے جس نے حیوانوں کو انسان، پیتل سے سونا اور پتھر سے ہیرا بنا دیا۔ آپ کے خطبات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ مختلف علوم یعنی قرآن و تفسیر، ادب و علمِ کلام پر پوری طرح حاوی تھیں۔ (سیرتِ جناب زینبؑ، ص ۶۰)

س کیا مخدومہ کے اوصاف کو آپ جانتے ہیں؟

ج آپ وقار و سکینہ میں مثل اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ کے تھیں۔ عصمت وحیا

میں مثل فاطمہ زہراؑ، فصاحت و بلاغت اور اندازِ تکلم میں علیؑ المرتضیٰ کے، حلم و بردباری میں مثل حسنؑ مجتبیٰ کے، شجاعت و اطمینان قلب میں مثلِ حسینؑ سیدالشہداءؑ کے تھیں۔

س: بتایئے آپؑ کا نکاح کس نے پڑھا؟

ج: آپ کا نکاح مبارک جناب امیر علیہ السلام نے پڑھایا تھا۔

س: بتایئے شب عاشورہ امامؑ مظلوم نے آپؑ کو کون سی وصیت کی تھی؟

ج: امامؑ نے فرمایا: بہن زینبؑ! مجھے نمازِ تہجد میں فراموش نہ کرنا۔

س: سجادؑ نے اپنی پھوپھی کی عبادت کے متعلق کیا فرمایا ہے؟

ج: امامؑ نے فرمایا: میری پھوپھی جنابِ زینبؑ نے نمازِ تہجد ترک نہیں کی۔ باوجود ان مصائب وشدائد کے جو شام کے سفر میں ہمیں درپیش آئے۔

س: بتایئے مظلومِ کربلاؑ کی پہلی مجلس کس نے اور کہاں برپا کی؟

ج: جناب زینبؑ نے یزید کے دارالحکومت دمشق میں مظلوم بھائی کی پہلی مجلس عزا اور ماتم برپا کیا۔

س: آپؑ کی تاریخ وفات کیا ہے؟

ج: آپ نے ۱۵ رجب المرجب ۶۲ھ میں وفات پائی۔

س: آپؑ کی قبر مبارک کہاں واقع ہے؟

ج: آپ کی قبر مبارک کے متعلق علماء میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے: (۱) مدینہ (۲) مصر (۳) شام

اُم کلثومؑ بنت علیؑ

س: بتایئے آپؑ کا اصل نام کیا تھا؟

ج: زینبؑ صغریٰ نام اور اُم کلثومؑ کنیت تھی۔ آپ حضرت علیؑ بن ابی طالب اور جناب فاطمہ زہراؑ بنت محمد مصطفیٰؐ کی چھوٹی بیٹی تھیں۔

س: آپؑ کی ولادت کے کتنے عرصہ بعد رسولؐ خدا اور ماں زہراؑ کی وفات ہوئی؟

ج: دو سال کی عمر میں اپنے نانا رسولؐ خدا اور اس کے چند ہی مہینے کے بعد اپنی والدہ گرامی کے سایہ عاطفت سے محروم ہوگئیں۔

س: بتایئے آپؑ کا عقد کن سے ہوا؟

ج: آپؑ کی شادی آپ کے چچازاد بھائی عون بن جعفر طیارؑ کے ساتھ ہوئی۔

س: جب جنابِ عون کی وفات ہوگئی تو پھر آپ کا عقد کن سے ہوا؟

ج: جناب محمد بن جعفر طیارؑ سے۔ (منتہی الآمال، ج ۱، ص ۱۸۷)

رقیہ کبریٰ بنت امیرالمومنینؑ

س: آپ کی والدہ محترمہ کا نام کیا تھا؟

ج: آپ کی والدہ اُم حبیب دختر ربیعہ تھیں۔

س: بتایئے آپ کے وہ کون سے بھائی تھے جن کے ساتھ آپ توائم پیدا ہوئیں؟

ج: عمر بن علیؑ۔

س: آپؑ کی شادی کن سے ہوئی تھی؟

ج: مسلم بن عقیل جو رشتے میں آپ کے چچازاد بھائی تھے۔

س: کیا آپؑ کربلا میں موجود تھیں؟

ج ہاں۔

س آپؑ کے کس بیٹے نے کربلا میں شہادت فرمائی تھی؟

ج عبداللہ بن مسلم بن عقیل۔

فاطمہؑ بنت الحسینؑ

س بتایئے فاطمہؑ بنت الحسینؑ کی والدہ کا نام کیا تھا؟

ج آپؑ کی والدہ اُم اسحاق بنت طلحہ بن عبداللہ تھیں۔

س کیا آپ امام حسین علیہ السلام کی بڑی صاحبزادی تھیں؟

ج ہاں۔

س آپ کو ''حورالعین'' سے کیوں تشبیہ دی جاتی تھی؟

ج آپ کو تقویٰ و کمال، فضائل و جمال کی وجہ سے ''حورالعین'' سے تشبیہ دی جاتی تھی۔

س آپ کی اولاد کتنی تھی؟

ج جناب حسنؑ مثنیٰ سے آپ کی تین اولادیں ہوئیں: (۱) عبداللہ المحض (۲) ابراہیم الغمر (۳) حسن مثلث۔ (منتخب التواریخ، ص ۲۳۹)

س بتایئے آپؑ کے خاوند جناب حسنؑ مثنیٰ کا انتقال کس عمر میں ہوا؟

ج ۳۵ سال کی عمر میں آپؑ کا انتقال ہوا۔

س بتایئے آپ اپنے شوہر کی قبر پر کتنی دیر سوگ کے لیے بیٹھی رہیں۔

ج ایک سال اپنے شوہر کی قبر پر خیمہ نصب کر کے سوگ میں بیٹھی رہیں۔

س کیا امام حسین علیہ السلام نے کوئی وصیت نامہ محترمہ کے سپرد کیا؟

ج امام حسین علیہ السلام نے آخری وقت ظاہری وصیت نامہ انہی کے سپرد کیا تھا۔ انہوں نے امام زین العابدینؑ کی صحت کے بعد ان کے حوالہ کر دیا تھا۔
(منتخب التواریخ، ص ۲۴۰، منتہی الآمال، ج۱، ص ۴۶۳)

جنابِ سکینہ بنت الحسینؑ

س آپؑ کی والدہ محترمہ کا نام بتائیں؟

ج آپ کی والدہ کا اسم گرامی جنابِ رباب تھا۔

س آپ کے بھائی کا نام بتایئے؟

ج شہزادہ علی اصغرؑ

س آپ کا اصل نام کیا تھا؟

ج آمنہ یا امیمہ تھا لیکن جناب رباب نے سکینہ لقب تجویز کیا۔

س کیا آپ واقعہ کربلا میں موجود تھیں؟

ج ہاں۔

جنابِ رباب بنت امراء القیس الکلبیہ

س بتایئے آپ کا عقد کن سے ہوا؟

ج حضرت امام حسین علیہ السلام سے۔

س بتایئے آپ کی اولاد کے نام کیا ہیں؟

ج شہزادہ علی اصغرؑ اور جنابِ سکینہؑ۔

س جنابِ رباب کا خاندانی سلسلہ نسب کس خاندان سے ملتا ہے؟

ج جنابِ رباب کے والد جناب امراء القیس ''کلبی'' عرب کے اشراف و اکابر خانوادہ سے تھے۔

س کیا آپ کربلا کے جہاد میں شریک تھیں؟

ج ہاں۔

س بتائیے جب آپ سے اکابرین قریش نے نکاح کی خواستگاری کی تو آپ نے ان کو کون سا جواب دیا؟

ج جناب ربابؑ نے فرمایا: میں جناب رسولؐ خدا کے بعد اب کسی اور کو اپنا خسر بنانا گوارا نہیں کر سکتی۔ (کامل ابن اثیر' ج ۳' ص ۳۰۰ وغیرہ)

س بتائیے جناب رباب نے لاش امام حسینؑ پر کون سا وعدہ کیا تھا؟

ج جب جنابِ ربابؑ نے سید الشہداءؑ کی لاش اقدس کو بے گور و کفن خاک و خون میں پڑا ہوا دیکھا تو عہد کیا کہ زندگی بھر سایہ میں نہیں بیٹھوں گی۔ چنانچہ اسی عہد کو پورا کیا جب تک زندہ رہیں سایہ میں نہ بیٹھیں حتیٰ کہ اسی حزن و غم میں گھل گھل کر ایک سال کے بعد دنیا سے رحلت کر گئیں۔

س کیا رہائی کے بعد آپ نے مدینہ جانے سے انکار کیا تھا؟

ج رہائی کے بعد آپ نے مدینہ جانے سے انکار کر دیا اور ایک سال تک قبر حسینؑ پر خیمہ لگا کر مجاور کی حیثیت سے مقیم رہیں جس میں شب و روز گریہ و بکا اور نوحہ و ماتم میں مصروف رہیں۔

امام حسینؑ مفکرین عالم کی نظر میں

تو اپنے خون پاک کے چھینٹوں سے اے حسینؑ
انسان کی شرافت خفتہ جگا گیا

اسلام کی کشش کا نہ جن پر اثر ہوا
تو درد بن کے ان کے دلوں میں سما گیا

☆ میں اہلِ ہند کے سامنے کوئی نئی بات پیش نہیں کرتا بلکہ میں نے کربلا کے ہیرو کی زندگی کا بخوبی مطالعہ کیا ہے اور اس سے مجھ کو یقین ہو گیا ہے کہ ہندوستان کی اگر نجات ہو سکتی ہے تو ہم کو حسینیؑ اصول پر عمل کرنا چاہیے۔

(مہاتما گاندھی، سابق صدر انڈیا)

☆ کربلا کے عدیم المثال ہیرو اور اس کی قربانی کی یاد...... جو اس ہیرو نے مفادِ انسانی کی خاطر پیش کی، جذبہ تفاخر کو بلند کرتی ہے۔ (مون لائٹ، محرم نمبر ۶۰ھ)

☆ واقعہ امام حسینؑ جرأت و استقلال کی ایک زبردست یادگار ہے جو اب سے تیرہ سو سال قبل رونما ہوا تھا۔ ہر فرقہ، ہر قوم اور ہر فرد کو استقلال اور اپنی جرأت و ہمت میں اضافہ کی کوشش کرنا چاہیے اور اپنے جذبہ ایثار و قربانی کو عروج و ترقی کی انتہائی منزل پر پہنچانا چاہیے۔ میں بھی اپنی جانب سے خراجِ عقیدت پیش کرتا ہوں۔ (پنڈت جواہر لعل نہرو)

☆ اگر حسینؑ نہ ہوتے تو دنیا سے اسلام کا وجود مٹ جاتا اور دنیا ہمیشہ کے لیے خدا پرستی اور نیکیوں سے خالی ہو جاتی۔ میں نے حسینؑ سے بڑھ کر کوئی شہید نہیں دیکھا اور حسینؑ کی شہادت سے زیادہ کسی شہید کی قربانی کا اثر نہیں ہوا۔

(سوامی سنکر آچاریہ جی)

☆ امام حسینؑ نے اپنی قربانیوں اور ایثار سے دنیا پر ثابت کر دیا ہے کہ دنیا میں حق و صداقت کو زندہ اور پائندہ رکھنے کے لیے ہتھیاروں اور فوجوں کی بجائے جانوں کی قربانی پیش کر کے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ انہوں نے دنیا کے

سامنے ایک مثال پیش کر دی ہے۔ آج ہم اس بہادر جان فدا کرنے والے اور انسانیت کو زندہ کرنے والے عظیم الشان انسان کی یادگار مناتے وقت اپنے دلوں میں فخر و مباہات کا جذبہ محسوس کرتے ہیں۔ امام حسینؑ نے ہمیں بتایا کہ حق و صداقت کے لیے سب کچھ قربان کیا جا سکتا ہے۔ (سر رادھا کشن وائس چانسلر، ہندو یونیورسٹی بنارس)

☆ حضرت امام حسینؑ نے انسانیت کی خدمت بہادری سے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ایثار کا طریقہ بتا دیا ہے۔ اسی لیے لاکھوں روپے خرچ کر کے ہر قوم کے لوگ آپ کی یادگار ہر سال مناتے ہیں۔ (ہز ہائینس دھیراج ہند بہادر سکھ مہاراجہ آف پٹیالہ)

☆ اگر شہید اعظم کی قربانیاں نہ ہوتیں، تو دنیا کے اخلاق و مذہب صداقت سے نا آشنا رہتی۔ دنیا ان شہیدوں کی ممنون ہے جنہوں نے موت کو ذلت پر ترجیح دی۔ امام حسینؑ ان شہداء میں سے ہیں جنہوں نے انسانیت کی خدمت کے لیے جان دی۔ ہم کو ان کی یاد اپنے عمل سے منانا چاہیے اور ان کی قربانیوں سے سبق لینا چاہیے۔ (دستور کیخسر و مھیار کتور پیشوائے اعظم فرقہ پارسی، بمبئی)

☆ حضرت امام حسینؑ اس وقت مدینہ میں تھے جہاں دس گیارہ برس سے اپنے بھائی کے ساتھ کوفہ سے چلے گئے تھے۔ وہ سمجھے کہ اگر میں نے یزید کی بیعت کر لی تو یقیناً سارا عالم میرے ساتھ بیعت کرے گا اور تمام ناجائز افعال سنت ہو کر رواج پائیں گے۔ نہایت ایمان داری اور بڑی جوانمردی سے بیعت کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ ان کا یہ مقدس خیال تھا کہ جان دو اور یزیدی اموی کے ہاتھ سے بندگانِ خدا کا ایمان بچاؤ۔ جب الہام یا خود اپنی حق پسند طبیعت نے فیصلہ کر دیا تو اب زمانے کی کوئی قوت اور دنیا کی کوئی مصیبت ان

کو اس ارادہ سے پھیرنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ یہاں تک کہ ہزاروں آدمیوں کے مقابلے میں فقط ۷۲ آدمی رہ گئے۔ جن کی تعداد پوری کرنے کو ایک چھ مہینے کا بچہ بھی تھا۔ یہی لوگ درحقیقت ایک سچے مذہب کا نمونہ تھے۔ محرم کی دسویں ۶۱ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء اس لاجواب لڑائی کی تاریخ ہے نہایت آسانی سے ممکن تھا کہ حضرت امام حسینؑ یزیدی اموی سے اس کی تمنا کی موافق بیعت کر کے اپنی جان و دل بچا لیتے۔ مگر اس ذمہ داری کے خیال نے جو مذہبی ریفارمر کی طبیعت میں ہوتا ہے اس بات کا اثر نہ ہونے دیا۔ اور نہایت سخت مصیبت اور تکلیف پر ایک بے مثل صبر و استقلال کے ساتھ قائم رہنا' اولاد کا سامنے قتل ہونا' چھوٹے چھوٹے بچوں کا مارے جانا' زخموں کی تکلیف' عرب کی دھوپ' پھر اس دھوپ میں زخمی کی پیاس' یہ ایسی تکلیفیں نہ تھیں جو سلطنت کے شوق کے سامنے آدمی کو صبر کے ساتھ اپنے ارادے پر قائم رہنے دیتیں۔ (مورخ مسٹر واشنگٹن ایرونگ)

☆ بہادرانہ کارنامے محض ایک قوم یا ایک ملک تک محدود نہیں رہتے بلکہ تمام انسانی برادری کی میراث اور ملکیت ہو جاتے ہیں۔ ان کی وجہ سے آنے والی نسلوں میں سلسلہ شجاعت اور استقامت باقی رہتا ہے۔ اس لحاظ سے واقعہ شہادت (حسینؑ) پر جس درجہ غور و فکر کیا جائے اسی قدر اس کے اعلیٰ اور عمیق مطالب روشن ہو جائیں گے۔ اچھا آؤ ہم دیکھیں گے کہ واقعہ کربلا سے ہمیں کیا سبق حاصل ہوتا ہے۔ سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ فاتحانِ کربلا کو خدا کا کامل یقین تھا اور وہ اپنی آنکھوں سے اس دنیا سے اچھی دنیا دیکھ رہے تھے۔ اس کے علاوہ قومی غیرت و حمیت کا بہترین سبق ملتا ہے جو کسی اور تاریخ سے نہیں ملتا۔ اور ایک نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے وہ یہ کہ جب دنیا میں مصیبت اور غضب وغیرہ بہت ہو جاتا ہے تو خدا کا قانون قربانی مانگتا ہے۔ اس کے بعد تمام

راہیں صاف ہو جاتی ہیں۔ (مسٹر کارلائل' مصنف ہیرو ورشپ)

☆ خاندان بنی ہاشم کی سرداری اور رسولؐ اللہ کا متبرک چال چلن ان (حسینؑ) کی شخصیت میں مجتمع تھا۔ یزید کے خلاف ان کو اپنا مقصد پورا کرنے کی آزادی تھی جو کہ دمشق کا ظالم حاکم تھا اور جس کی برائیوں کو وہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور جس کا خطاب (خلافت) انھوں نے کبھی تسلیم نہیں کیا......
یوم قتل کی صبح کو امامؑ حسینؑ ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں قرآن لے کر پشت مرکب پر سوار ہوئے......قریب بمرگ ہیروان پر حملہ آور ہوا تو اس (یزید) کے بہادر سپاہی بھی ہر طرف بھاگ نکلے۔ امام حسینؑ کا پردرد واقعہ ایک دُور دراز ملک میں واقع ہوا۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو بے رحم وسنگ دل کو بھی ہلا دیتا ہے۔ اگر چہ کوئی کتنا ہی بے رحم ہو مگر حسینؑ کا نام سنتے ہی اس کے دل میں ایک جوش ہمدردی پیدا ہو جائے گا۔ (ایڈورڈ گبن' مورخ و مصنف ڈکلائن اینڈ فال رومن امپائر)

☆ دنیا میں رستم کا نام بہادری میں مشہور ہے......لیکن کئی شخص ایسے گزرے ہیں جن کے سامنے رستم کا نام لینے کے قابل نہیں۔ چنانچہ اول درجہ میں حسینؑ بن علیؑ کا مرتبہ بہادری میں ہے۔ کیونکہ میدان کربلا میں ریت پر تشنگی اور گرسنگی میں جس شخص نے ایسا کام کیا ہو اس کے سامنے رستم کا نام وہی شخص لیتا ہے جو تاریخ سے واقف نہیں ہے۔ ''ایک کی دوا دو'' مثل مشہور ہے اور مبالغہ کی حد بھی ہے۔ جب کسی کے حال میں یہ کہا جاتا ہے کہ ''دشمن نے چاروں طرف سے گھیر لیا لیکن حسینؑ اور ۷۲ تن کو آٹھ قسم کے دشمنوں نے تنگ کیا تھا اور اس پر بھی قدم نہ ہٹا۔ چنانچہ چاروں طرف دس ہزار فوج یزید کی تھی جن کے تیروں اور نیزوں کی بوچھاڑ مثل آندھی کے آتی تھی۔ پانچویں دشمن عرب

کی دھوپ کے مانند عرب کی دھوپ ہے اور چھٹا دشمن وہ ریگ کا میدان تھا جو آفتاب کی تمازت میں شعلہ زن اور تنور کی خاکستر سے زیادہ پُرسوز تھا۔ بلکہ اس کو دریائے قہر کہنا چاہیے۔ جس کے بلبلے بنی فاطمہؑ کے پاؤں کے آبلے تھے اور دشمن سب سے ظالم بھوک اور پیاس مثل دغاباز ہمراہی کے تھے۔ پس جنہوں نے ایسے معرکہ میں ہزارہا کافروں کا مقابلہ کیا ہو۔ پس ان پر بہادری کا خاتمہ ہو چکا۔ (مسٹر جیمس کارکرن' مصنف تاریخ چین)

ہمارے نزدیک قانون محمدؐ کی حفاظت اور اس کی ترقی اور اسلام کی اشاعت یہ سب کچھ حسینؑ کے قتل کے ہو جانے سے اور ان واقعات کے پیدا ہو جانے سے ہے۔ ملکی احساس اور مذہبی ہیجان جو تعزیہ داری سے پیدا ہوا کسی قوم میں نظر نہیں آتا۔ تمام اعلیٰ صفات اور پولٹیکل رزولیوشن کا احساس...... حسینؑ کی عزاداری سے ہو گیا ہے۔ اور جب تک اس عمل کو کرتے رہیں گے پستی اور زبردستی قبول نہ کریں گے۔ حسینؑ اپنے زمانہ میں سیاست میں اعلیٰ درجہ رکھتے تھے بلکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ارباب اقتدار میں سے کسی شخص نے ایسی موثر سیاست اختیار نہیں کی کہ جو مظلوم حسینؑ نے اختیار فرمائی ہے۔

ان کا قصد ریاست اور سلطنت حاصل کرنے کا نہ تھا۔ صاف صاف اپنے ہمراہیوں سے فرماتے جاتے تھے کہ جو جاہ و جلال کے طمع میں میرے ساتھ جانا چاہتا ہے وہ ہم سے الگ ہو جائے۔ آپ نے کسی اور مظلومیت کو اپنایا۔ حسینؑ نے اپنی زندگی کے آخری وقت میں اپنے طفل شیرخوار (علی اصغرؑ) کے باب میں وہ کام کیا کہ زمانے کے فلاسفروں کو حیران کر دیا۔

حسینؑ کے واقعہ نے تمام واقعات پر برتری حاصل کر لی۔ حسینؑ کا واقعہ عالمانہ اور حکیمانہ اور سیاسی حیثیت کا تھا جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں

ملتی۔ (ڈاکٹر میسور مارمن جرمنی، مورخ سیاست اسلامیہ)

☆ ایسا کوئی انسان ہے جو درد بھرا دل رکھتا ہو؟ اور پھر حالاتِ کربلا کو پڑھ کر اس کا دل نہ پسیجے......؟؟ بحیثیت مجموعی یہ کہا جا سکتا ہے کہ محرم کی عزاداری کے سلسلہ میں جو جذبات پیدا ہوتے ہیں خواہ شبیہیں دیکھنے سے ہوں یا نوحہ خوانیاں سے وہ نہایت کھرے اور سچے ہوتے ہیں اور غیر ملکی اور غیر مسلموں کو بھی ان کے مخلصانہ اور موثر ہونے کا اعتراف کرنا پڑا ہے۔ (پروفیسر براؤن مصنف تاریخ ادبیات ایران)

☆ کربلا والے حسینؑ کے علاوہ دورِ تاریخ میں ایسی کوئی ہستی دیکھنے میں نہیں آئی جس نے بنی نوع انسان پر ایسے مافوق الفطرت اثرات چھوڑے ہوں۔

(مسٹر والیٹر مشہور فرنچ اہل قلم)

☆ واقعہ کربلا ایک عظیم سانحہ ہے جس کی تاریخ عالم میں نظیر نہیں ملتی۔

(جرجی زیدان معروف مسیح مورخ)

انسانیت کے نام پر کیا کر گئے حسینؑ

ہر دور کے بلند خیالوں سے پوچھ لو

قاتلانِ حسینؑ کا انجام

س: بتایئے امامؑ مظلوم کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے کتنے گروپ برسرِ پیکار ہوئے اور ان کے نام کیا ہیں؟

ج: دو جماعتیں امامؑ کے خونِ ناحق کا انتقام لینے کے لیے منظم طریقہ پر اُبھر کر سامنے آئیں۔ ان میں سے ایک جماعت توابین اور اور دوسری جماعت مختار کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔

سلیمان بن صرد کے مکان پر شیعانِ علیؑ کا اجتماع

س بتائیے امامؑ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے شیعانِ علیؑ کس کے مکان پر اکٹھے ہوئے؟

ج سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر۔

س سلیمان بن صرد کون تھے؟

ج اپنی قوم میں معزز اور بہت ہی سن رسیدہ بزرگ تھے۔ صحبت رسولؐ کا شرف بھی حاصل تھا۔ وفاتِ رسولؐ کے بعد کوفہ میں رہائش اختیار کر لی تھی اور امیرالمومنینؑ کے ہمرکاب ہو کر جمل وصفین میں دادِ شجاعت دے چکے تھے۔ مرگِ معاویہ کے بعد سب سے پہلے شیعانِ کوفہ کا اپنے مکان پر اجتماع ہوا تھا جس میں جناب امام حسینؑ کو کوفہ تشریف لانے کی دعوت دینے کی تجویز پاس ہوئی تھی اور پھر ان کو مسلسل خطوط لکھے گئے تھے مگر جب امام حسینؑ تشریف لائے تو سوئے اتفاق سے یہ امامؑ کی نصرت کا فریضہ انجام نہ دے سکے۔

س بتائیے اس اجتماع میں دوسرے افراد کون تھے؟

ج مسیّب بن نجبہ فزاری ...... یہ بزرگ حضرت امیر علیہ السلام کے خاص اصحاب میں سے تھے۔ عبداللہ بن وال تیمی، عبداللہ بن سعد بن نفیل ازدی، رفاعہ بن شدد بجلی۔

س بتائیے اس اجتماع میں مسیّب بن نجبہ نے کون سی تقریر کی؟

ج مسیّب بن نجبہ کی تقریر:

ہماری عمریں ساٹھ ساٹھ سال سے متجاوز ہو چکی ہیں۔ ہمیں اپنے نفوس کی پاکیزگی پر بہت کچھ گھمنڈ تھا مگر دختر رسولؐ کی نصرت کے ساتھ جب ہماری

آزمائش کی گئی تو ہم جھوٹے ثابت ہوئے حالانکہ ہم نے تحریری طور پر ان کی نصرت کرنے کا وعدہ کیا تھا مگر جب وہ قریب تشریف لائے اور ہمارے قریب بڑی مظلومیت کے ساتھ شہید کر دیئے گئے تو ہم نے مالی اور جانی طور پر ان کی بالکل کوئی نصرت و امداد نہ کی۔ بتاؤ جب ہم خدا و رسولؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو کیا عذر پیش کریں گے؟

جب ہمارے پاس رسولؐ کا پورا کنبہ شہید کر دیا گیا بخدا ہمارے پاس کوئی عذر نہیں سوائے اس کے کہ ان کے قاتلوں سے انتقام لیں یا اسی سلسلہ میں خود بھی جامِ مرگ نوش کریں اور کسی ایک کو اپنا امیر مقرر کر لیں کیونکہ اس سلسلہ میں ایک امیر کا ہونا ضروری ہے۔

س: بتایئے سردارِ لشکر کس کو منتخب کیا گیا؟

ج: رفاعہ بن شداد نے کھڑے ہو کر پُرزور الفاظ میں مسیّب بن نجبہ کی تقریر کی تائید کی اور آخر میں کہا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ اس امیری کے لیے مسیّب ہی نہایت موزوں شخص ہے اور اگر آپ کا خیال ہو تو سلیمان بن صرد خزاعی کو بھی سردارِ لشکر مقرر کیا جا سکتا ہے جو علاوہ شیخ الشیعہ' بہادر اور دین دار ہونے کے صحابی رسولؐ بھی ہیں۔ مسیّب نے بھی سلیمان کی قیادت کی تائید کی۔

س: بتایئے سردارِ لشکر منتخب ہونے کے بعد سلیمان بن صرد نے کس موضوع پر گفتگو کی؟

ج: سلیمان نے فرمایا ہم گردنیں دراز کر کے آلِ رسولؐ کی تشریف آوری کا انتظار کرتے تھے اور ان کو خطوط لکھ کر اپنی نصرت و امداد کا یقین دلاتے تھے مگر جب وہ تشریف لائے تو ہم نے سستی و کمزوری کا مظاہرہ کیا یہاں تک کہ ہمارے پاس ہی فرزند رسولؐ بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیئے گئے۔

آواز استغاثہ بلند کی مگر کسی نے لبیک نہ کہی۔ انصاف طلب کیا مگر ان کے ساتھ انصاف نہ کیا گیا مگر فاسقوں کی جماعت نے ان کو اپنے تیروں کے ہدف اور نیزوں کا نشانہ بنایا۔ اب اٹھو! خدا تم پر ناراض ہو چکا ہے اور اس وقت تک اپنی بیوی بچوں کے پاس نہ جاؤ جب تک خدا کو راضی نہ کرلو اور میں سمجھتا ہوں کہ خدا اس وقت تک راضی نہیں ہوگا جب تک قاتلینِ امامؑ کو قتل نہ کرو۔ خبردار! موت سے نہ ڈرنا کیونکہ جو شخص موت سے ڈرتا ہے وہ ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ تم بنی اسرائیل کی طرح ہو جاؤ۔ جب انہوں نے گوسالہ پرستی کر کے اپنے اوپر ظلم و زیادتی کی تو ان کے نبیؑ (حضرت موسیٰؑ) نے کہا: اب تمہاری توبہ اس طرح قبول ہو سکتی ہے کہ اپنے نفوس کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرنے پر آمادہ ہو جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اب تم تلواروں کو تیز کرلو اور نیزوں کو درست کرلو اور جس قدر ہو سکتا ہے جنگ کے لیے سازوسامان جمع کرلو۔ نیز لوگوں کو اس کارِ خیر میں شمولیت کی دعوت دو تا کہ ہم مناسب وقت پر نکل کھڑے ہوں۔

س: بتایئے سردار لشکر کی تقریر کی تائید کس نے کن الفاظ میں کی؟

ج: خالد بن سعد بن نفیل نے کھڑے ہو کر کہا: خدا کی قسم! اگر مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ پروردگار میرے گناہ سے صرف اس صورت میں درگزر فرمائے گا اور راضی ہوگا کہ میں اپنے آپ کو قتل کر دوں یقیناً میں ایسا کر گزرتا (پھر کہا) میں تمام حاضرین کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میرے پاس جو کچھ مال و اسباب ہے سوائے اسلحہ جنگ کے وہ سب میں نے ان فاسقوں کے ساتھ جہاد کرنے والے مسلمانوں پر وقف کر دیا ہے۔

س: بتایئے اس تحریک کا خزانچی کس کو مقرر کیا گیا؟

ج سلیمان بن صرد نے عبداللہ بن وال کو خزانچی مقرر کرتے ہوئے کہا کہ جو صاحب اس کارِ خیر میں حصّہ لینا چاہتے ہیں وہ ان کے پاس جمع کرا دیں۔

س سب سے پہلے سلیمان بن صرد نے شیعانِ علیؑ کو کس طرح بیدار کیا؟

ج سب سے پہلے سلیمان بن صرد نے دوسرے علاقوں کی فضا ہموار کرنے کے لیے اور کوفہ کے شیعوں کے حالات بتانے کے لیے مختلف علاقوں میں اپنے قاصد بھیجے۔

س بتایئے یزید کس تاریخ کو مرا؟

ج یزید ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ میں ہلاک ہو گیا۔

س بتایئے شہادتِ امام حسینؑ اور یزید کی ہلاکت میں کتنا عرصہ ہے؟

ج شہادتِ امامؑ اور مرگ یزید میں تین سال دو ماہ اور چار دن کا فاصلہ ہے۔

س مرگِ یزید کے وقت بصرہ کا گورنر کون تھا؟

ج عبیداللہ بن زیاد۔

س جب ابن زیاد کو مرگِ یزید اور اہل شام کے اختلاف کی اطلاع ملی تو اس نے اہل بصرہ کو اکٹھا کر کے کیا کہا؟

ج اس نے یزید کی مذمت کرتے ہوئے اپنی بیعت لینے کا مطالبہ کیا۔

س ابن زیاد نے اپنے دو قاصد بیعت لینے کے لیے کوفہ بھیجے تو اہلِ کوفہ نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟

ج اہل کوفہ نے ان کو پتھر مار کر واپس کر دیا۔

س جب یزید ابن زیاد کے قاصدوں نے اہل کوفہ کے رویہ کے متعلق بتایا تو اہل بصرہ نے اس سے کیسا تاثر لیا؟

ج: جب اہل بصرہ کو اہل کوفہ کے رویہ کا پتہ چلا تو وہ بھی انکار پر ڈٹ گئے۔ چنانچہ ابن زیاد کو خلافت تو کجا اپنی گورنری کے زوال بلکہ اپنی جان کا بھی خطرہ لاحق ہوگیا۔ پہلے تو بعض سرداران بصرہ کے ہاں پناہ لی اور پھر شام کی طرف بھاگ گیا۔

س: بتایئے ابن زیاد کے فرار کے بعد اہل کوفہ نے کس کی بیعت کی؟

ج: اہل کوفہ نے عبداللہ بن زبیر کی بیعت کر لی جس کی وجہ سے ابن زبیر نے عبداللہ بن یزید انصاری کو کوفہ کا گورنر اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو امیر خراج بنا کر کوفہ بھیجا جو ۲۲ رمضان ۶۴ھ کو کوفہ پہنچے۔ جب کہ سلیمان بن صرد اور ان کے ساتھی لوگوں کو قاتلانِ حسینؑ سے انتقام لینے کی دعوت میں مشغول تھے۔

س: بتایئے اہل شام نے مرگِ یزید کے بعد اس کے کس بیٹے کی بیعت کی تھی؟

ج: معاویہ کی مگر اس نے خلع بیعت کر لیا۔

س: جب معاویہ نے وفات پائی اس وقت اس کی عمر کتنی تھی؟

ج: اس کی وفات کے وقت عمر اکیس برس اور اٹھارہ دن تھی۔

س: بتایئے جماعت توابین کے سردار نے کس تاریخ اور مقام پر شیعانِ علیؑ کا اجتماع کیا؟

ج: سلیمان بن صرد ۶۵ھ تک برابر پروگرام کی تیاری میں مشغول رہا اور بالآخر یکم ربیع الاول الثانی ۶۵ھ کی شب کو کوفہ سے نکل کر مقام نخیلہ میں قیام کیا اور اس مقررہ مقام و تاریخ پر سب ہم خیال جمع ہوئے۔

س: بتایئے کتنے لوگ قاتلانِ حسینؑ کا بدلہ لینے کے لیے اس لشکر حسینیؑ میں جمع ہوئے؟

ج پانچ ہزار۔

س بتایئے اس لشکر حسینؑ کا نعرہ کون سا تھا؟

ج یالثارات الحسینؑ

جماعتِ توابین کا کربلا میں ورود

س بتایئے جب لشکر محبانِ آل رسولؐ کربلا میں پہنچا تو انہوں نے سب سے پہلے کہاں قیام کیا؟

ج سب سے پہلے انہوں نے قبر حسینؑ کی زیارت کی۔

س بتایئے یہ قافلہ کہاں سے گزرتا ہوا کہاں پہنچا اور کس سے ملاقات ہوئی؟

ج یہ قافلہ سفر کرتے ہوئے مقام ''ہیت'' میں پہنچا۔ پھر وہاں سے چل کر مقام ''قرقیسیا'' میں وارد ہوا۔ وہاں زفر بن حارث کلابی سے ملاقات ہوئی۔

س بتایئے زفر بن حارث کلابی نے سلیمان بن صرد کو کیا کہا تھا؟

ج اس نے سلیمان بن صرد کو بتایا کہ عبیداللہ بن زیاد وغیرہ پانچ سردارانِ لشکر مقام ''رقہ'' سے افواجِ کثیرہ لے کر روانہ ہو چکے ہیں۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ آپ یہیں شہر میں داخل ہو کر قیام کریں تاکہ اگر وہ حملہ آور ہوں تو تم اتفاق سے ان کا مقابلہ کرو۔ سلیمان نے کہا خود ہمارے شہر ''کوفہ'' والوں نے بھی ہم سے یہی مطالبہ کیا تھا جسے ہم نے مسترد کر دیا تھا۔

س جب لشکر محبان آل رسولؐ نے اس تجویز کو نہ مانا تو پھر اس نے انھیں کون سا مشورہ دیا؟

ج جب زفر مایوس ہو گیا تو اس نے دوسرا مشورہ دیا کہ پھر جلدی کرو۔ ان لوگوں کے پہنچنے سے پہلے تم مقام ''عین الوردۃ'' جسے ''راس عین'' بھی کہا جاتا ہے

پر پہنچ جاؤ اور شہر کو پشت کی جانب قرار دے کر دوسری طرف قیام کرو۔ اس طرح شہر کی پانی اور دیگر ضروریاتِ زندگی تمہارے قبضہ میں ہو جائیں گی۔ اور جہاں تک ہمارے تمہارے معاملات کا تعلق ہے میری طرف سے مطمئن رہو میں ہرگز تمہارے خلاف کوئی کارروائی نہیں کروں گا۔ بخدا میں نے تم سے بڑھ کر کوئی شریف جماعت نہیں دیکھی۔ جلدی کرو تم ان سے پہلے پہنچ جاؤ گے۔ خیال رکھنا کھلی فضا میں ان کے ساتھ وگرنہ وہ چاروں طرف سے تمہیں گھیر کر ہلاک کر دیں گے کیونکہ ان کی تعداد تم سے بہت زیادہ ہے۔

س: کیا محبانِ آل رسولؐ مقام عین الوردۃ میں پہنچے؟

ج: ہاں۔

س: سلیمان نے اپنی تقریر میں اپنے لشکر کو کس چیز کی طرف رغبت دلائی؟

ج: سلیمان کا خطاب!

حسینیو! تمہارا دشمن آ پہنچا ہے جس کی طرف تم شب و روز ایک ہو کے بڑھ رہے تھے۔ جب دشمن سے مڈبھیڑ ہو تو اس سے فیصلہ کن جنگ کرو اور شدائد و مصائب پر صبر کرو۔ خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ کسی زخمی کا کام تمام نہ کرنا اور نہ ہی کسی اسیر کو قتل کرنا ..... اور یہی جناب امیرؑ کی سیرت تھی۔

س: سلیمان نے اپنی موت کے خدشہ کو ظاہر کرتے ہوئے اپنا جانشین کس کو مقرر فرمایا؟

ج: سلیمان نے کہا اگر میں مر جاؤں تو پھر امیر لشکر مسیّب بن نجبہ ہوں گے۔ اگر وہ بھی راہِ خدا میں کام آ جائیں تو رئیس لشکر عبداللہ بن سعد بن نفیل ہوں گے۔ اگر وہ بھی مر جائیں تو پھر سردار عبداللہ بن وال ہوں گے اگر وہ بھی راہی ملک بقا ہو جائیں تو پھر قائد رفاعہ بن شداد ہوں گے۔

س بتایئے ابن زیاد کے لشکر کی تعداد کتنی تھی؟

ج بارہ ہزار۔

س دونوں لشکروں کا آمنا سامنا کس تاریخ کو ہوا؟

ج بروز بدھ ۲۲ جمادی الاول ۶۵ ھ کو ایک دوسرے کے سامنے ڈٹ گئے۔

س بتایئے حسینیؑ لشکر کو اہلِ شام نے کون سا مشورہ دیا؟

ج اہل شام نے (ابن زیاد گروپ) عراقیوں کو عبدالملک بن مروان کے حلقہ اطاعت میں داخل ہونے کی دعوت دی۔ اور اہل عراق (حسینیؑ گروپ) نے شامیوں کو یہ دعوت دی کہ عبدالملک اور آل زبیر کی اطاعت چھوڑ دو بلکہ امیر خلافت امن کے صحیح حق داروں یعنی اہل بیتؑ رسولؐ تک پہنچانے میں ہمارے ساتھ تعاون کرو۔

س حسینیوں اور یزیدیوں کی جنگ کیسے ہوئی؟

ج لشکر حسینیؑ نے اس زور کا حملہ کیا کہ اہلِ شام میدان چھوڑنے پر مجبُور ہو گئے اور میدان جناب سلیمان کے ہاتھ میں رہا۔ دوسرے دن حصین کو آٹھ ہزار تازہ دم فوج کی مزید کمک پہنچ گئی جو شرامیل بن ذی الکلام کی سرکردگی میں پہنچی تھی۔ اب ان کی تعدداد بارہ ہزار سے بڑھ کر بیس ہزار ہو گئی تھی۔ دوسرے دن سوائے نماز کے وقفے کے سارا دن جنگ جاری رہی اور جناب سلیمان کے مٹھی بھر سپاہیوں نے یزیدی کثیر المقدار فوجیوں کے ساتھ پامردی سے مقابلہ کیا اور جب شام کو جنگ بند ہوئی تو فریقین کا بہت زیادہ نقصان ہوا۔

تیسرے روز (جمعہ کی صبح) اہل شام کے پاس ادہم بن محرز باہلی کی ماتحتی میں مزید دس ہزار لشکر پہنچ گیا۔ چنانچہ جب جنگ شروع ہوئی تو عصر تک فریقین

میں گھمسان کا رن پڑا۔ مگر اب اہل شام کی ٹڈی دل لشکر نے اس مختصر جماعت توابین کو ہر طرف سے گھیرے میں لے لیا۔

س: لشکر حسینیؑ کے کمانڈر انچیف سلیمان نے اپنے فوجیوں کو کس طرح ایڈریس کیا؟

ج: ان حالات کو دیکھ کر جناب سلیمان گھوڑے سے اتر پڑے اور اپنے آدمیوں کو للکار کر کہا: اے اللہ کے بندو جو شخص تم میں توبہ کر کے جلدی اپنے پروردگار کی بارگاہ میں جانا چاہتا ہے وہ میری طرف آئے۔ یہ کہہ کر تلوار کا میان توڑ دیا۔ اسی طرح ان کے دوسرے ساتھیوں نے بھی ان کی پیروی کی اور بڑی بے دردی سے لڑنا شروع کیا یہاں تک کہ اہل شام کے بہت سے سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

س: بتائیے یزیدی لشکر کے کمانڈر انچیف نے یزیدی فوجیوں کو کیا کہا؟

ج: حصین بن نمیر نے جب حسینیؑ لشکر کو ثابت قدم دیکھا تو اس نے تیراندازوں کو حکم دیا کہ ان پر تیر برسائے جائیں۔ حکم کا ملنا تھا کہ بارش کے قطروں کی طرح ہر طرف سے تیر آنے لگے۔ چنانچہ اس وقت جناب سلیمان بن صرد خزاعی حصین بن نمیر کے تیر لگنے سے دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف چل بسے۔

س: بتائیے حسینیؑ لشکر کے سردار جناب سلیمان جب شہید ہوئے تو اس وقت آپ کی عمر کتنی تھی؟

ج: ترانوے (۹۳) برس۔

س: بتائیے سلیمان کی شہادت کے بعد حسینی لشکر [illegible] کون بنا؟

ج: شہادتِ سلیمان کے بعد علَم لشکر میتب بن نجبہ [illegible] ہاتھ میں لیا اور رجز پڑھتے

ہوئے کئی بار بڑے زوردار حملے کیے اور ہر مرتبہ بہت سے شامیوں کو واصل جہنم کیا حتیٰ کہ دشمن نے ہر طرف حملہ کر کے ان کو گھیر لیا۔ اس طرح وہ بھی نصرت حسینؑ کا فریضہ ادا کرتے ہوئے شہادت پر فائز ہوئے۔

س: جناب میتب کی شہادت کے بعد لشکر حسینیؑ کا سردار کون بنا؟

ج: جناب مسیّب کی شہادت کے بعد علَم لشکر عبداللہ بن سعد بن نفیل نے سنبھالا اور بڑی ہمت اور پامردی سے جنگ لڑنا شروع کی اور بالآخر دشمنانِ اہل بیتؑ سے جنگ لڑتے لڑتے آپ بھی شہید ہو گئے۔

س: جناب عبداللہ کی شہادت کے بعد علَم لشکر کس نے سنبھالا؟

ج: جناب سلیمان کی ہدایت کے مطابق علَم لشکر عبداللہ بن وال نے سنبھالنا تھا مگر وہ دوسری طرف شدید جنگ لڑ رہے تھے اس لیے کچھ دیر کے لیے علَم زمین پر گر گیا۔ جب جناب عبداللہ کو صورت حال کا علم ہوا تو انہوں نے علَم کو سنبھالا اور بڑی جرأت کے ساتھ حملے کرنے شروع کیے اور ساتھ اپنے ساتھیوں سے یہ بھی کہہ رہے تھے کہ جو شخص دائمی زندگی اور راحت چاہتا ہے وہ دل کھول کر ان سے جنگ لڑے۔

س: بتائیے اس وقت یزیدی فوج کی کمان کس کے پاس تھی؟

ج: عصر کے وقت فوجی کمان ادہم بن محرز باہلی نے سنبھالی تھی۔

س: بتائیے جناب عبداللہ شہادت کے وقت کون سی آیت کی تلاوت فرما رہے تھے؟

ج: **ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتًا بل احیاء عند ربھم یرزقون۔**

س: بتائیے حسینیؑ لشکر کا آخری کمانڈر انچیف کون تھا؟

ج رفاعہ بن شداد

مختار اور قاتلانِ امامؑ

س مختار کا حسب ونسب بیان کریں؟

ج مختار بن ابی عبیدہ قبیلہ ثقیف کے ایک ممتاز فرد ہیں جو عرب کے شریف قبائل میں سے تھا۔ اصل میں طائف کے رہنے والے تھے۔ بعد میں انہوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کر لی۔ ان کا شمار کوفہ کے روساء میں ہوتا تھا۔

س بتایئے مختار کے والد محترم کا رسولؐ اللہ سے کیا رشتہ تھا؟

ج آپ کے والد ابوعبیدہ کا شمار جناب رسولؐ خدا کے اصحاب میں ہوتا تھا۔ وہ کئی اسلامی غزوات میں دادِ شجاعت دے چکے تھے۔

س جنابِ مختار کے والد کس سنہ کو شہید ہوئے؟

ج آپ کے والد خلیفہ ثانی ۱۳ھ کو اواخر ماہِ شعبان میں عجمیوں سے جنگ کرتے ہوئے کام آئے۔ (فرسان الہیجاء' جلد ۲' ص ۱۹۸)

س بتایئے مختار کی ولادت کب ہوئی؟

ج آپ کی ولادت ۱ھ میں بمقام طائف ہوئی۔ ان کی کنیت ابواسحاق اور لقب کیسان ہے۔

س جب آپ کے والد محترم نے وفات پائی تو اس وقت مختار کی عمر کتنی تھی؟

ج والد کی شہادت کے وقت جناب مختار کی عمر تیرہ برس تھی۔

س بتایئے جناب مختار کی آلِ محمدؐ کے ساتھ کون سی نسبت تھی؟

ج آپ مداحِ آلِ محمدؐ تھے۔ آپ نے قاتلانِ حسینؑ سے انتقام لے کر آلِ محمدؐ

مسرور وشادکام کیا۔

س بتایئے امام جعفر صادق علیہ السلام نے مختار کے متعلق کیا فرمایا ہے؟

ج امامؑ نے فرمایا!

جب تک عبیداللہ بن زیاد قتل نہیں ہوا اس وقت تک خاندان بنی ہاشم کی کسی عورت نے نہ آنکھوں میں سرمہ لگایا اور نہ ہی خضاب کیا اور نہ ہی پانچ سال تک کس ہاشمی کے گھر سے دھواں اٹھتے دیکھا ہے۔

س جنابِ مختار کے متعلق فاطمہؑ بنت علیؑ نے کیا فرمایا ہے؟

ج جب تک مختار نے عبیداللہ بن زیاد کا سر نہیں بھیجا اس وقت تک ہماری کسی عورت نے نہ مہندی لگائی اور نہ ہی آنکھوں میں سرمہ لگایا اور نہ بالوں میں کنگھی کی۔

س اگر مختار محبانِ آلِ محمدؐ میں سے تھے تو قاصد امام حسینؑ (جناب مسلم) کی مدد کیوں نہ کی؟

ج ابن زیاد کی آمد سے پہلے مختار کوفہ سے باہر اپنی بستی میں گئے ہوئے تھے۔ جہاں ان کی جائیداد اور باغات تھے۔ چونکہ جناب مسلم کا خروج جناب ہانی کی گرفتاری کے واقعہ کی وجہ سے اچانک اور قبل از وقت تھا۔ اس لیے مختار ان کے ساتھ شامل نہ ہو سکے۔ ہاں جب ان کو ان کے خروج کی اطلاع ملی تو اپنی قوم وقبیلہ اور اپنے غلاموں کی ایک جمعیت کے ساتھ رات کے وقت کوفہ پہنچے مگر اس وقت جناب مسلم روپوش ہو چکے تھے اور ابن زیاد کے حکم سے عمرو بن حارث نے امان کا جھنڈا بلند کر رکھا تھا کہ جو اس کے نیچے آ جائے اس کو امان مل جائے گی۔ چنانچہ بعض لوگوں کے مشورہ سے مختار اسی جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے اور صبح تک وہیں رہے۔

س: جنابِ مختار کی بستی کا نام کیا تھا؟

ج: لقفا۔

س: کیا مختار کو زندانِ ابن زیاد میں قید بھی کیا گیا؟

ج: چونکہ حاکم وقت کو مختار کی طرف سے کافی شکوک وشبہات تھے لہذا انہیں امان نہ مل سکی اس لیے انہیں صبح زندان میں بھیج دیا گیا۔

س: کیا ابن زیاد نے آپ پر زیادتی بھی کی تھی؟

ج: ابن زیاد نے چھڑی کے ساتھ ان کے منہ پر کچھ ضربیں بھی لگائیں جس سے ان کی ایک آنکھ کو نقصان بھی پہنچا۔ (فرسان، جلد۲، ص ۲۰۵)

س: جناب میثم تمار نے آپ کو قید خانہ میں کون سی بشارت دی تھی؟

ج: اسی قید خانہ میں میثم تمار بھی قید تھے۔ انہوں نے مختار کو بشارت دی کہ ہم عنقریب قید سے آزاد ہو جائیں گے اور یہ مردود ابن زیاد تمہارے ہاتھوں اپنے کیفر کردار کو پہنچے گا۔

س: جب جنابِ مختار نے میثم سے پوچھا تجھے یہ بات کس نے بتائی ہے؟

ج: جناب میثم تمار نے کہا میں نے جناب امیر علیہ السلام سے سنا ہے۔

س: بتایئے جناب مختار کتنی دیر تک قید میں رہے؟

ج: مختار شہادتِ حسینؑ تک مسلسل ابن زیاد کے زندان میں رہے۔

س: بتایئے مختار کو رہائی کیسے ہوئی؟

ج: مختار نے تمام صورت حال لکھ کر عبداللہ بن عمر کو بھیجی اور ان سے اپنی رہائی کے لیے یزید کے پاس سفارش اور استدعا کی۔ چونکہ مختار کی بہن صفیہ عبداللہ کے گھر تھی جب اسے اپنے بھائی کی قید وبند کی اطلاع ملی تو اس نے باصرار

عبداللہ کو سفارش کرنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے یزید کے نام سفارشی خط لکھا۔ یزید نے ابن زیاد کو تاکیدی حکم نامہ بھیجا کہ یہ میرا مکتوب دیکھتے ہی مختار کو آزاد کر دو۔ چنانچہ ابن زیاد نے مختار کو بلا کر آزاد کر دیا۔ مگر یہ شرط بھی کر لی کہ تین دن کے اندر اندر کوفہ سے نکل جاؤ ورنہ حکومت تمہارے خون کی ذمہ دار نہ ہوگی۔

مختار رہائی کے بعد حجاز میں

س: رہائی کے کتنے دن بعد مختار حجاز میں پہنچے؟

ج: تین دن بعد۔

س: بتایئے مختار کے پہنچنے سے پہلے حجاز میں امام حسینؑ کے خون ناحق کا بدلہ لینے کے لیے کس نے تحریک چلائی تھی؟

ج: حجاز میں عبداللہ بن زبیر نے امام حسینؑ کے خون ناحق کے انتقام کا بہانہ کر کے لوگوں سے اپنی بیعت لینے کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ مختار نے چند ایسی شرائط کے ساتھ اس کی بیعت کرنے پر آمادگی ظاہر کی جن کی بنا پر وہ ابن زبیر کی کامیابی کے بعد قاتلانِ امامؑ سے انتقام لے سکتے۔ مگر ابن زبیر نے وہ شرائط قبول نہ کیں۔

س: اس کے بعد مختار حجاز سے کہاں چلے گئے؟

ج: حجاز سے مختار طائف میں چلے گئے اور سال بھر وہاں ٹھہرے۔

س: بتایئے طائف سے مکہ مختار کب، کتنا عرصہ اور کن کے ساتھ گزارا؟

ج: ابن زبیر کے بلانے سے مختار مکہ پہنچے۔ پانچ ماہ اور کچھ دن ابن زبیر کے ہمراہ مکہ میں قیام کیا۔

س: واقعہ حرہ کسے کہتے ہیں؟

ج: انہی دنوں میں اہل مدینہ کے بیعت یزید توڑنے اور یزید کی سرکوبی کے لیے مسلم بن عقبہ کی سرکردگی میں لشکر جرار بھیجنے اور اس کے مدینہ رسولؐ میں تباہی مچانے کا المیہ پیش آیا جو واقعہ حرہ کے نام سے مشہور ہے۔

س: اہل مدینہ کی سرکوبی کے بعد مسلم بن عقبہ کہاں پہنچا؟

ج: اہل مدینہ کی سرکوبی کے بعد مسلم اپنے لشکر کے ساتھ ابن زبیر کے ساتھ نبٹنے کے لیے مکہ روانہ ہوا مگر راستہ میں ہی واصل جہنم ہو گیا۔

س: بتائیے مسلم بن عقبہ کی نیابت کس نے سنبھالی؟

ج: اس کی نیابت میں حصین بن نمیر نے قیادت سنبھالی اور مکہ مکرمہ میں پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ چونکہ ابن زبیر خانہ کعبہ میں پناہ گزین تھا اس لیے خانہ خدا پر آگ برسائی گئی۔ اس جنگ میں مختار ابن زبیر کی طرف سے شریک تھے۔ اس نے شامیوں کے دانت کھٹے کر دیے اور بالآخر ان کو پسپا ہونا پڑا۔ اسی اثنا میں حصین کو مرگِ یزید کی اطلاع ملی اور وہ محاصرہ اٹھا کر مدینہ سے ہوتا ہوا اور بنی امیہ مثل مروان وغیرہ کو ہمراہ لیتا ہوا واپس شام چلا گیا۔

س: بتائیے یزید کی موت کے بعد ابن زبیر کی حالت کیسی تھی اور مختار کا کردار کیا تھا؟

ج: مرگِ یزید کے بعد حالات کچھ دیر کے لیے ابن زبیر کے لیے سازگار ہو گئے۔ چنانچہ حجاز و عراق کے اکثر لوگوں نے ابن زبیر کی بیعت کر لی۔ جوں جوں ابن زبیر کی ظاہری طاقت بڑھتی گئی اس نے انتقام امامؑ کو نظرانداز کر دیا اور اپنی حکومت کے مضبوط کرنے کے لیے کوششیں کرنے لگا۔ مختار سے دل برداشتہ ہو گیا۔

س بتایئے انہی دنوں میں مختار کے ساتھ کوفہ کے کس شخص کی ملاقات ہوئی ؟

ج مختار کی ہانی بن ابی حیہ الودعی (جو ماہ رمضان میں عمرہ کرنے کے لیے مکہ آیا تھا) سے ملاقات ہوئی۔

مختار نے اس سے اہل کوفہ کی موجودہ حالت پر بحث کی۔ اس نے بتایا اکثر لوگوں نے ابن زبیر کی بیعت کر لی ہے لیکن ابھی بھی بہت سارے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے کسی کی بیعت نہیں کی۔ اگر ان کو صحیح قائد مل جائے تو وہ ان کے ذریعے عراق و حجاز پر حکومت کر سکتا ہے۔ یہ سن کر مختار نے کہا وہ شخص میں ہی ہوں گا جو ان سب کو پرچم حسینؑ تلے جمع کرے گا۔

OOO


مولانا ریاض حسین جعفری فاضل قم